بسم اللہ الرحمن الرحیم

نفل، سنت اور واجب

اعتکاف

کے فضائل واحکام

مصنف

مفتی محمد رضوان

اعتکاف کے فضائل واحکام
مصنف
مفتی محمد رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفل، سنت اور واجب

اعتکاف

کے فضائل واحکام

نفل و مستحب، مسنون اور واجب اعتکاف کے تفصیلی فضائل واحکام
نفل و مستحب اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام
مسنون اعتکاف کی فضیلت اور اُس کے اوقات واحکام
واجب اعتکاف کی حقیقت اور اُس کے اوقات واحکام
اور متعلِّقہ تحقیقی مسائل پر مفصَّل و مدلَّل کلام

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

نام کتاب: نفل، سنت اور واجب اعتکاف کے فضائل واحکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: شعبان 1433ھ جولائی 2012ء۔ طباعتِ دوم: رجب 1438ھ اپریل 2017

صفحات: 336

ملنے کے پتے

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اعتکاف سے متعلق اجمالی فضائل واحکام پہلے ہم نے اپنی کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' کے ضمن میں ذکر کئے تھے، لیکن اس مرتبہ جب اس کتاب میں موجود فضائل اور مسائل کی تحقیق وتخریج کا مرحلہ پیش آیا، تو ماہِ رمضان سے متعلق اس کتاب کی ابحاث تفصیلی وتحقیقی ہونے کی وجہ سے تین حصوں پر مشتمل ہوگئیں، جن میں سے ایک حصہ کو ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' کے نام سے موسوم کیا گیا، دوسرے حصہ کو ''نمازِ تراویح کے فضائل واحکام'' کے نام سے موسوم کیا گیا، اور تیسرے حصہ کو ''نفل، سنت اور واجب اعتکاف کے فضائل واحکام'' کے نام سے موسوم کیا گیا، اور ان تینوں کتابوں کو مرحلہ وار الگ الگ شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اعتکاف ایک اہم عبادت ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مساجد سے ہے، اور اعتکاف کے مختلف فضائل وفوائد قرآن وسنت میں مذکور ہیں۔

محدثینِ عظام وفقہائے کرام نے قرآن وسنت میں غور وفکر کرتے ہوئے اعتکاف کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض واجب اور بعض سنت اور بعض نفل یا مستحب ہیں، اور ان تینوں قسموں کے احکام میں بھی باہم کچھ فرق پایا جاتا ہے۔

پھر اعتکاف کی بعض اقسام میں تو کچھ ایسی پابندیاں بھی عائد ہیں، جن پر ہر شخص کو عمل کرنا سہل معلوم نہیں ہوتا، لیکن اعتکاف کی بعض اقسام ایسی ہیں کہ ان میں اس طرح کی پابندیاں نہیں ہیں، جس کی وجہ سے ان پر ہمہ وقت عمل کرنا انتہائی آسان ہے، لیکن کم علمی اور ناقص معلومات کی وجہ سے بہت سے مسلمان ان کے عظیمُ الشان فضائل حاصل کرنے سے محروم ہیں، اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اعتکاف صرف رمضان المبارک کی، اور اس کے بھی آخری

عشرہ کی مخصوص عبادت ہے، جبکہ اعتکاف سے متعلق بعض احکام ایسے ہیں کہ جن میں عام مسلمانوں کی طرف سے مختلف قسم کی کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، اور کچھ علمی نوعیت کے مسائل وہ ہیں کہ جن میں اہلِ علم حضرات کی آراء مبہم یا مختلف ہیں، اور ان کی تحقیق وتفصیل کی ضرورت ہے، اور موجودہ دور کے حالات ومقتضیات کے پیشِ نظر جس طرح دین کے دوسرے مجتہَد فیہ اور فروعی مسائل میں اہلِ علم واہلِ فہم حضرات کی طرف سے غور وفکر اور اجتہاد کی ضرورت زیادہ بڑھ گئی ہے، اسی طرح اعتکاف سے متعلق بھی بعض مسائل اسی نوعیت کے متقاضی ہیں؛ مگر دوسری طرف ایک علمی طبقہ کی طرف سے مجتہَد فیہ اور فروعی مسائل میں جمود اختیار کیا جاتا ہے، اور اہلِ نظر کی طرف سے ضرورت وحاجت یا قوتِ دلیل کی بنیاد پر کسی دوسرے قول کو اختیار کرنے پر زبانِ طعن دراز کرنے کا طرزِ عمل اپنایا جاتا ہے، جو شرعی اور فقہی اصول اور دلائل کے تناظر میں غلو فی الدین کے قبیل سے ہے، کیونکہ مجتہَد فیہ اور فروعی مسائل میں اہلِ نظر واہلِ فہم علماء کو دیانت داری کے ساتھ ضرورت وحاجت یا قوتِ دلیل کی بناء پر اپنے نزدیک درست رائے قائم کرنا اور اس کا اظہار کرنا اہم ذمہ داری ہے، اور اس پر من کل الوجوہ تقلید کی پابندیاں عائد ولاگو سمجھنا درست نہیں، فروعی اور مجتہَد فیہ مسائل میں ضرورت وحاجت یا قوتِ دلیل کی بناء پر لچک اور وسعتِ ظرفی دین وشریعت کا مزاج اور رحمت ہے۔ [1]

اسی تناظر میں بندہ نے اعتکاف سے متعلق اس کتاب کو تحقیق وتفصیل کے ساتھ ترتیب دیا ہے، جس میں موقع بموقع ضرورت وحاجت اور قوتِ دلیل کے اُصول کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائیں، اور حق کی اتباع وپیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان۔ ادارہ غفران۔ راولپنڈی۔ پاکستان

۲۵/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ۔ 16 / جون/ 2012ء بروز ہفتہ

---

[1] فإن كان القاضي من أهل الاجتهاد يجتهد، وإن لم يكن من أهل الاجتهاد يستفتي غيره، ويأخذ بقول المفتي بمنزلة العامي، وإن كان أبو حنيفة رحمه الله أعلى رتبة؛ لأنه قد يرزق الرجل الصواب، وإن كان غيره أعلى رتبة، فإن أدراك الصواب فضيلة يرزقه الله تعالى من عباده من يشاء(المحيط البرهاني ،ج٨ص ١١، كتاب القضاء، الفصل الثالث :في ترتيب الدلائل للعمل بها)

اعتکاف کے فضائل واحکام

اعتکاف کے معنٰی اور اس کا ثبوت

اعتکاف کی شرعی حقیقت اللہ تعالیٰ کا قُرب اور ثواب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں ٹھہرنا اور وقوف کرنا ہے۔[1]

بعض احادیث میں اعتکاف کو مجاورت کا نام بھی دیا گیا ہے، اور مجاورت باہم ایک دوسرے کا قرب اختیار کرنے کو کہا جاتا ہے، اعتکاف کرنے والا کیونکہ اللہ کے گھر میں جا کر اللہ کا قرب اختیار کرتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس کے قریب ہو جاتی ہے، اس لئے اعتکاف کو مجاورت اور اعتکاف کرنے والے کو مجاوِر بھی کہا جاتا ہے۔[2]

اعتکاف قرآن مجید، سنتِ رسول اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] الاعتكاف، وهو في اللغة :اللبث مطلقا .... وفي الشرع :الاعتكاف الإقامة في المسجد واللبث فيه على وجه التقرب إلى الله تعالى على صفة يأتي ذكرها (عمدة القارى، ج ۱۱، ص ۱۴۰، كتاب الاعتكاف، الناشر :دار إحياء التراث العربي -بيروت)

[2] أي :هذا باب في بيان الاعتكاف في العشر الأواخر من رمضان، وقد ورد الاعتكاف بلفظ المجاورة .ففي الصحيح من حديث أبي سعيد :(كان رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يجاور في العشر الأوسط من رمضان) الحديث .وفي (الصحيح) : في قصة بدء الوحي أنه كان يجاور بحراء .وقد اختلفوا :هل المجاورة الاعتكاف أو غيره؟ فقال عمرو بن دينار :الجوار والاعتكاف واحد، وسئل عطاء بن أبي رباح :أرأيت الجوار والاعتكاف؟ أمختلفان هما أو شيء واحد؟ قال :بل هما مختلفان، كانت بيوت النبي، صلى الله عليه وسلم، في المسجد .فلما اعتكف في شهر رمضان خرج من بيوته إلى بطن المسجد فاعتكف فيه، قلت له :فإن قال إنسان :على اعتكاف أيام، ففي جوفه لا بد؟ قال :نعم، وإن قال :على جوار أيام فبابه أو في جوفه، إن شاء .هكذا رواه عبد الرزاق في (المصنف) : عنهما، قال شيخنا :وقول عمرو بن دينار هو الموافق للأحاديث، ولما ذكر صاحب (الإكمال) حد الاعتكاف قال :ويسمى أيضا جوارا .والاعتكاف في المساجد كلها لقوله تعالى :(ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها كذلك يبين الله آياته للناس لعلهم يتقون) (عمدة القارى، ج ۱۱، ص ۱۴۱، باب الإعتكاف في العشر الأواخر)

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٥)

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم واسماعیل سے عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع، سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو (سورہ بقرہ)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٧)

ترجمہ: اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو تو تم اپنی بیویوں سے مباشرت مت کرو (سورہ بقرہ)

اور اس کے علاوہ اعتکاف بہت سی صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے، اور اعتکاف کی مشروعیت اور نیک عمل ہونے پر امت کا اجماع واتفاق ہے۔ [1]

اور اعتکاف کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

ایک نفل، دوسری واجب اور تیسری مسنون۔ [2]

اور ان تینوں قسم کے اعتکافوں کے مختلف فضائل اور فوائد کا احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔
اور فقہائے کرام نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں اعتکاف کے احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔
ہم پہلے نفسِ اعتکاف کے فضائل، اور اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اعتکاف کی مذکورہ تینوں قسموں کے فضائل واحکام کا بالترتیب ذکر کریں گے، اور آخر میں اعتکاف سے متعلق بعض تحقیقی مسائل پر روشنی ڈالیں گے۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے، سُننے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

---

[1] (والاعتكاف سنة الا ان يكون نذرا، فيلزم الوفاء به) لاخلاف فى هٰذه الجملة بحمد الله، قال ابن المنذر: أجمع اهل العلم علىٰ ان الاعتكاف سنة لا يجب على الناس فرضا الا ان يوجب المرء على نفسه الاعتكاف نذرا فيجب عليه (المغنى لابن قدامة، جلد٣، صفحه ١٨٦، كتاب الاعتكاف، مسألة الاعتكاف سنة)

[2] والاعتكاف على ثلاثة أقسام: واجب فى المنذور. وسنة كفاية مؤكدة فى العشر الأخير من رمضان. ومستحب فيما سواه (نورالايضاح، ج ١، ص ١٤٥، باب الاعتكاف، أقسام الاعتكاف)

نفسِ اعتکاف کے فضائل

پہلے نفسِ اعتکاف کے فضائل ذکر کیئے جاتے ہیں، جو اعتکاف کی کسی قسم کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ وہ عمومی نوعیت کے ہیں، جو اپنے عموم کے لحاظ سے سب قسموں کو شامل ہیں۔

اعتکاف کی اصل جگہ مسجد ہے، اور احادیث میں مسجد کو تمام جگہوں سے زیادہ محبوب اور افضل قرار دیا گیا ہے، اور مساجد کے ساتھ تقرب اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے تعلق اور وابستگی کو عبادت قرار دیا گیا ہے، بلکہ مساجد کے ساتھ قلبی ودِلی تعلق اور لگاؤ پر بھی عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جگہوں میں سب سے محبوب و پسندیدہ جگہ مساجد ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو جگہوں میں سب سے مبغوض و ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں (مسلم)

اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْبُلْدَانِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ وَأَيُّ الْبُلْدَانِ أَبْغَضُ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ : لَا أَدْرِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَتَاهُ فَأَخْبَرَهُ جِبْرِيْلُ، أَنَّ أَحَبَّ الْبِقَاعِ إِلَى اللّٰهِ الْمَسَاجِدُ، وَأَبْغَضُ الْبِقَاعِ إِلَى اللّٰهِ الْأَسْوَاقُ (مسند البزار) [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٧١ "٢٨٨" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب أحب البلاد إلى الله مساجدها.

[2] رقم الحديث ٣٤٣٠، ج٨ص٣٥٢، مسند عمرو بن عوف عن النبى صلى الله عليه وسلم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول جگہوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب و پسندیدہ جگہ کون سی ہے؟ اور جگہوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے مبغوض وناپسندیدہ جگہ کون سی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں، میں اس بارے میں جبریل علیہ الصلاۃ والسلام سے سوال کروں گا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل تشریف لائے، تو حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کو جگہوں میں سے سب سے محبوب و پسندیدہ جگہ مساجد ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو جگہوں میں سب سے مبغوض وناپسندیدہ جگہ بازار ہیں (مسند بزار)

اس سے ملتا جلتا مضمون دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

جب مساجد تمام جگہوں میں سب سے زیادہ محبوب ترین جگہیں ہیں، تو مساجد میں اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کے لئے جانا، ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا بھی اسی حیثیت سے یقیناً عظیم فضیلت کا باعث ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال البزار: وهذا الحديث لا نعلمه يروى عن جبير بن مطعم إلا بهذا الإسناد، وعبد الله بن محمد بن عقيل قد احتمل الناس حديثه، وقد بينا ما يجب فی حديثه فی غير هذا الموضع وقد روى هذا الكلام عن النبی صلى الله عليه وسلم من وجوه، فاجتزينا بحديث جبير إلا أن يزيد أحد ممن روى ذلک عن رسول الله فنخرج ذلک لعلة الزيادة، ولم يرو ابن عقيل عن محمد بن جبير غير هذا الحديث.

وقال الهيثمی: ورجال أحمد، وأبی يعلى، والبزار رجال الصحيح خلا عبد الله بن محمد بن عقيل، وهو حسن الحديث، وفيه كلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث، ۶۳۲۶، باب ما جاء فی الأسواق)

[1] عن عبد الله بن عمر، قال: جاء رجل إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، أی البقاع خير؟ فقال: لا أدری قال: فأی البقاع شر؟ فقال: لا أدری فأتاه جبريل فقال: سل ربک فقال جبريل: ما نسأله عن شیء فانتفض انتفاضة، كاد أن يصعق منهما محمد صلى الله عليه وسلم، فلما صعد جبريل قال الله تعالى: سألک محمد أی البقاع خير؟ فقلت: لا أدری. وسألک: أی البقاع شر؟ فقلت: لا أدری. قال: فقال: نعم. قال: فحدثه أن خير البقاع المساجد، وأن شر البقاع الأسواق (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۱۴۹)

قال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

کئی احادیث سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْإِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ، يَأْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ، فَإِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ، وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ وَالْمَسْجِدِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٢٠٢٩) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک شیطان انسان کا بھیڑیا ہے، جس طرح سے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے، کہ وہ (ریوڑ ونگران سے) الگ اور ایک طرف ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے، تو تم فرقہ پرستی سے بچو، اور جماعت اور لوگوں اور مسجد کو لازم پکڑلو (مسند احمد)

اس حدیث میں مسلمانوں کی جماعت اور مسجد کے لازم پکڑنے کو شیطان سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جس میں مسجد میں جانا اور مسجد میں نماز پڑھنا اور وہاں نماز کے انتظار میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا سب داخل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ فِيْ ضَمَانِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ : رَجُلٌ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ إِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَرَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَرَجُلٌ خَرَجَ حَاجًّا (مسند الحميدى) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١١٢١، ج٢ ص٢٥٥، باب الجهاد، الناشر: دار السقاء، دمشق -سوريا، واللفظ لهٗ، اخبارِ مكة للفاكهى، رقم الحديث ٥٢٦، حلية الاولياء لابى نعيم، ج٩ ص ٢٥١.

قال البوصيرى: هذا إسناد صحيح، رجاله رجال الصحيحين، وله شاهد من حديث أبى أمامة الباهلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہیں، ایک وہ آدمی جو اپنے گھر سے اللہ عزوجل کی مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف نکلا، اور دوسرا وہ آدمی جو اللہ عزوجل کے راستے میں غزوہ (وقتال) کے لئے نکلا، اور تیسرا وہ آدمی جو حج کرنے کے لئے نکلا (مسند حمیدی)

مسجد کی طرف خواہ نماز کے لئے نکلے، یا اس میں اعتکاف کرنے کے لئے، اس کے لئے یہ فضیلت ثابت ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی ضمانت میں ہوتا ہے۔ [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : إِنَّ الْمَسْجِدَ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَقَدْ ضَمِنَ اللّٰهُ لِمَنْ كَانَتِ الْمَسَاجِدُ بُيُوْتَهُمْ بِالرَّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ إِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ مسجد ہر متقی کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه أبوداود وُابن حبان فی صحيحه (اتحاف الخيرة المهرة ج۲ص ۳۱، كتاب المساجد، باب المشى إلى المساجد سيما فى الظلم وما يقوله حين يخرج)

وقال الالبانی:قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين(السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۵۹۸)

[1] (ثلاثة فى ضمان الله عز وجل) أى فى حفظه وكلاء ته ورعايته (رجل خرج إلى مسجد من مساجد الله) أى يريد الصلاة أو الاعتكاف فيه (ورجل خرج غازيا فى سبيل الله) لإعلاء كلمة الله (ورجل خرج حاجا) أى بمال حلال(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۳۵۰۲)

[2] رقم الحديث ۲۰۰۲۹، جامع معمر بن راشد، باب اصحاب الأموال، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۱۰۱۷۴؛ حلية الاولياء، ج ۱، ص ۲۱۴ مسند الشهاب القضاعى، رقم الحديث ۷۲، باب المسجد بيت كل تقى، باختصار.

قال الالبانى فى كلام رواية مسند الشهاب القضاعى: وهذا إسناد رجاله ثقات، فهو جيد لولا الانقطاع بين الربيع وأبى الدرداء ، فإنه لم يسمع منه ولا من غيره من الصحابة، لكن إذا ضم إليه الطريق الأولى الموصولة أخذ الحديث قوة، وارتقى إلى درجة الحسن إن شاء الله تعالى (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الرواية ۷۱۶)

گھر ہے، اور جس آدمی کا گھر مساجد ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رضامندی اور رحمت اور پل صراط پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقام (یعنی جنت) تک بآسانی گزرنے کی ضمانت دیتے ہیں (عبدالرزاق)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لِتَکُنِ الْمَسَاجِدُ مَجْلِسَکَ فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ ضَمِنَ لِمَنْ کَانَتِ الْمَسَاجِدُ بَیْتَہٗ الْأَمْنَ وَالْجَوَازَ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مسند البزار) [1]

ترجمہ: آپ کو چاہئے کہ مسجد کو اپنی مجلس بنالیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل اس شخص کے لئے جو مساجد کو اپنا گھر بنالے، امن اور قیامت کے دن پل صراط پر گزرنے کی ضمانت دیتے ہیں (بزار)

اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت کے حصول اور پل صراط سے بآسانی گزر کر جنت میں پہنچنے کی فضیلت بھی بطورِ خاص اعتکاف کرنے والے کے لئے ہے، کیونکہ اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد گھر اور مجلس کی طرح ہوتی ہے، کہ وہ وہاں اُٹھتا، بیٹھتا اور رہتا سہتا ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۴۱۵۲، ج۱۰ ص۸۵، حدیث ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

قال البزار:

وھذا الحدیث روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو کلامہ بغیر لفظہ، ولا نعلم ھذا اللفظ یروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلا بھذا الإسناد من ھذا الوجہ، وھو حسن الإسناد (حوالہ بالا)

وقال المنذری:

رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط والبزار وقال إسنادہ حسن وھو کما قال رحمہ اللہ تعالی (الترغیب والترھیب، تحت رقم الحدیث ۵۰۱، کتاب الصلاۃ الترغیب فی الأذان وما جاء فی فضلہ)

وقال الھیثمی:

رواہ الطبرانی فی الکبیر والأوسط والبزار وقال :إسنادہ حسن، قلت :ورجال البزار کلھم رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۲۰۲۶، باب لزوم المساجد)

لیکن مسجد کا احترام بہرحال ضروری ہے، اس میں اپنے گھر کی طرح آزادی کے ساتھ ہر کام کرنے کی اجازت نہیں، بلکہ اس کے لئے کچھ قیود وشرائط ہیں۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ أَوْتَادًا اَلْمَلَائِكَةُ جُلَسَاؤُهُمْ إِنْ غَابُوْا يَفْتَقِدُوْنَهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْا عَادُوْهُمْ وَإِنْ كَانُوْا فِيْ حَاجَةٍ أَعَانُوْهُمْ. وَقَالَ : جَلِيْسُ الْمَسْجِدِ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ: أَخٍ مُسْتَفَادٍ، أَوْ كَلِمَةٍ مُحْكَمَةٍ، أَوْ رَحْمَةٍ مُنْتَظَرَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث

---

[1] (المسجد بيت كل مؤمن) وفى رواية بدله كل تقى قال الطبرانى :يشير به إلى أنه لا بأس بالإقامة فيه والانتفاع به فيما يحل كأكل وشرب وقعود ونوم وشبهه من الأعمال التى لا ينزه المسجد عنها قال المهلب :وفيه جواز سكنى الفقراء بالمسجد قال الزين العراقى :لكن الظاهر أن المراد بالحديث ملازمته لنحو اعتكاف وصلاة وقراءة ونحو ذلک مما بنيت المساجد له اه ، وقال بعضهم :أفاد الخبر أنه موطن لأتقياء الأمة لكن يشترط أن لا يشغله بغير ما بنى له فمن اتخذه رحله ومعاشه وحديث دنياه فهو ممقوت . كان الصالحون لا يتكلمون فيه بمباح دنيوى وكلم إنسان خلف بن أيوب وهو فيه فأخرج رأسه منه فأجابه وقال كعب :نجد فى كتاب الله من لم يغد للمسجد أو يروح إلا ليعلم أو يتعلم أو ليذكر الله فهو كالمجاهد فى سبيل الله ومن لم يغد أو يروح إليه إلا لأحاديث الناس وتعبير الحديث بالمؤمن أو بالمتقى يشعر بأنه لا دخل للنساء فيه ولذلک بوب البخارى عليه فقال باب نوم الرجالفى المسجد فأفهم كراهته فى حق النساء قال الزين العراقى :ولا شک فى منعه لمن خيف عليها أو منها الفتنة بنومها فيه فإن أمن ذلک فلا بأس به كقصة الأمة التى كان لها حفش أو خباء فى المسجد وقد ذكره البخارى أيضا وبوب عليه باب نوم النساء فى المسجد.

(حل) من حديث صالح المزى عن أبى عثمان الحريرى (عن سلمان) الفارسى قال أبو عثمان : كتب سلمان إلى أبى الدرداء يا أخى عليک بالمسجد فالزمه فإنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فذكره ثم قال أبو نعيم :غريب لم نكتبه إلا من حديث صالح المزى لم نكتبه إلا من هذا الوجه وصالح ضعيف ورواه عنه أيضا الطبرانى والقضاعى من حديث محمد بن واسع قال : كتب سلمان إلى أبى العود أما بعد فاغتنم صحتک وفراغک قبل أن ينزل بک من البلاء ما لا يستطاع رده واغتنم دعوة المؤمن المبتلى وليكن المسجد بيتک فإنى سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول فذكره وسنده ضعيف لكن له كما قال السخاوى شواهد كخبر أبى نعيم أيضا المساجد مجالس الكرام فقول العامرى فى شرح الشهاب :صحيح خطأ صريح (فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير تحت حديث رقم ٩٢٠٣)

۹۰۵۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ مسجدوں کے لئے میخیں (یعنی کِیلیں) بن جاتے ہیں (یعنی وہ مسجد میں جمے رہتے ہیں) ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہوجائیں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں، اوراگر یہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اوراگران کوکوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔

اور فرمایا کہ مسجد کے ہم نشین میں تین خصلتیں ہوتی ہیں، ایک فائدہ اٹھانے والا بھائی، دوسرے حکمت کی بات، تیسرے وہ رحمت جس کا انتظار ہو (مسند احمد)

یعنی مسجد میں بیٹھنے والا تین طرح سے فائدہ اُٹھانے والا ہوتا ہے، ایک تو خود مسجد میں بیٹھنا ثواب سے خالی نہیں، دوسرے وہاں حکمت کی باتیں بھی اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں، اور تیسرے وہ اللہ کی رحمت کا منتظر ہوتا ہے۔

---

[1] قال الهثمی:

رواه أحمد ، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۲۰۲۵، باب لزوم المساجد)

وقال الالبانی:

قلت :وهذا إسناد حسن؛ فإن دراجاً مستقيم الحديث إلا ما كان عن أبي الهيثم؛ كما قال أبو داود، وتبعه الحافظ؛ وهو الذی اطمأنت إليه النفس وانشرح له الصدر أخيراً، كما كنت بينته تحت الحديث المتقدم ۳۳۵۰، وابن حجيرة هو الأكبر، واسمه عبد الرحمن؛ وهو ثقة من رجال مسلم، وكأنه لما ذكرت أعله المنذری بقوله ۱/۱۳۲ "رواه أحمد من رواية ابن لهيعة ." مشيراً إلى ما فيه من الضعف .وصرح بذلك الهيثمی فقال ۲/۲۲ "رواه أحمد، وفيه ابن لهيعة، وفيه كلام ."فلم يعلاه بـ (دراج) ، وما ذلك إلا لما تقدم .والله سبحانه وتعالى أعلم.

وأما إعلالهما إياه بـ (ابن لهيعة)؛ فقد سلكوا فيه الجادة، ولم يتنبهوا أنه من رواية قتيبة- وهو ابن سعيد المصری -، وروايته عنه صحيحة كرواية العبادلة عنه؛ كما تقدم التنبيه على ذلك غير ما مرة .وله شاهد قوی من حديث عبد الله بن سلام قال ... :فذكره موقوفاً؛ ليس فيه رفعه، ولكنه فی حكمه؛ لأنه لا يقال بالرأی، وليس فيه ":جليس المسجد الخ (السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۳۴۰۱)

اور امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اس طرح روایت کیا ہے کہ:

إِنَّ لِلْمَسَاجِدِ أَوْتَادًا هُمْ أَوْتَادُهَا لَهُمْ جُلَسَاءُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَإِنْ غَابُوا سَأَلُوا عَنْهُمْ، وَإِنْ كَانُوا مَرْضٰى عَادُوهُمْ، وَإِنْ كَانُوا فِي حَاجَةٍ أَعَانُوهُمْ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: مسجدوں کی کچھ کیلیں ہوتی ہیں (جو مسجد میں میخوں کی طرح جمی رہتی ہیں) اور وہ لوگ (جو اس میں رہتے ہیں) وہ مساجد کی میخیں (یعنی کیلیں) ہیں، ایسے لوگوں کے ہم نشین فرشتے ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ کبھی مسجد سے غائب ہو جائیں تو فرشتے ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اور اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر ان کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں (حاکم)

اعتکاف کرنے سے یہ فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے جو مذکورہ حدیث میں بیان ہوئی کہ فرشتوں کی ہم نشینی اور ان کی مصاحبت واعانت حاصل ہوتی ہے، اور مسجد کا ہم نشین اور بھی مختلف طریقوں سے استفادہ کرنے اور فائدہ وثواب حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٣٥٠٧، كتاب التفسير، تفسير سورة النور؛ شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٢٦٩٢، فصل المشي الى المسجد.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين موقوف ولم يخرجاه "(حواله بالا)

وقال الذهبي: على شرط البخارى ومسلم (حواله بالا)

وروى: عبد الرزاق عن معمر عن عطاء الخرسانى رفع الحديث قال إن للمساجد أوتادا جلساؤهم الملائكة يتفقدونهم فإن كانوا فى حاجة أعانوهم وإن مرضوا عادوهم وإن خلفوا افتقدوهم وإن حضروا قالوا اذكروا ذكركم الله (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ٢٠٥٨٥، باب فضل المساجد، الناشر :المكتب الإسلامى -بيروت، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان رقم الحديث ٢٦٩٤، فصل المشى الى المسجد)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكْرِ، إِلَّا تَبَشْبَشَ اللّٰهُ لَهُ، كَمَا يَتَبَشْبَشُ أَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ إِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان آدمی بھی مساجد کو نماز اور ذکر کے لئے وطن بناتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں، جیسا کہ غائب (یعنی بھاگے یا گم یا اغواء) شدہ شخص کے واپس آنے سے اس کے متعلقین خوش ہوتے ہیں (ابن ماجہ)

مسجد کو نماز وذکر کے لئے وطن بنانے والوں میں اعتکاف کرنے والے بھی داخل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بے حد خوش ہوتے ہیں، اوران کو اپنے گھر والوں کا درجہ دیتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے گھروں میں ہوتے ہیں۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ لَيُنَادِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ جِيْرَانِيْ ؟ أَيْنَ جِيْرَانِيْ ؟ قَالَ : فَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ رَبَّنَا وَمَنْ يَّنْبَغِيْ أَنْ يُّجَاوِرَكَ فَيَقُوْلُ أَيْنَ عُمَّارُ الْمَسَاجِدِ (مسند الحارث) [3]

---

[1] رقم الحديث ٨٠٠، كتاب المساجد والجماعات، باب لزوم المساجد وانتظار الصلاة، واللفظ لهٗ، مسند أحمد، رقم الحديث ٩٨٤١.
قال شعيب الارنؤوط: رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] (ما توطن) بمثناة فوقية أوله وفى رواية ابن أبى شيبة بمثناة تحتية أوله وآخره (رجل مسلم) بزيادة رجل (المساجد للصلاة والذكر)والاعتكاف ونحو ذلك (الا تبشبش الله له) أى أقبل عليه وتلقاه ببره واكرامه وانعامه (من حين يخرج من بيته كما يتبشبش أهل الغائب بغائبهم اذا قدم عليهم)قال الزمخشرى التبشبش بالانسان المسرة به والاقبال عليه وهو مثل الارتضاء الله فعله ووقوعه الموقع الجميل عنده(هـ ك عن أبى هريرة) واسناده صحيح(التيسير بشرح الجامع الصغير،حرف الميم)

[3] رقم الحديث ١٢٦، كتاب الصلاة، باب فى عمار المساجد،الناشر:مركز خدمة السنة والسيرة النبوية -المدينة المنورة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ اعلان فرمائیں گے کہ کہاں ہیں میرے پڑوسی؟ کہاں ہیں میرے پڑوسی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! آپ کے پڑوسی بننے کا کس کو حق ہوسکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کہاں ہیں مساجد کے عمّار (یعنی مساجد کو خوب آباد اور زیارت کرنے والے) (مسند الحارث)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عُمَّارُ مَسَاجِدِ اللّٰہِ ھُمْ أَھْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند أبی داود الطیالسی، رقم الحدیث ۲۱۵۳، ج۳ص ۵۲۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی مساجد کے عمّار (یعنی مساجد کو خوب آباد اور زیارت کرنے والے) اہلُ اللہ عزوجل ہیں (مسند ابی داؤد طیالسی)

مساجد کے عمّار میں معتکفین بھی داخل ہیں، خواہ وہ نفلی اعتکاف ہی کیوں نہ کریں۔

کیونکہ عربی میں عمّار دراصل خوب آباد کرنے والے کے علاوہ کثرت سے زیارت کرنے، آنے جانے اور اس میں موجود ہونے والے کو بھی کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الالبانی: قلت: وهذا إسناد جيد، رجاله ثقات من رجال "التهذيب" غير فياض بن غزوان، ترجمه ابن أبی حاتم برواية جمع من الثقات عنه، وروى عن الإمام أحمد أنه قال فيه ": شيخ ثقة ." وكذا هو فی كتاب "العلل ومعرفة الرجال" للإمام أحمد. ووثقه ابن حبان أيضا، فأورده فی أتباع التابعين من كتابه "الثقات" . ومحمد بن عطية أورده فی "ثقات التابعين" وقال: يروی عن أبيه - وله صحبة - عداده فی أهل اليمن، روى عنه عروة ." وكذا ذكر البخاری وابن أبی حاتم أنه روى عنه عروة، فلم يذكروا له راويا غيره، وكأنه لذلک قال الذهبی فی الميزان: تفرد بالرواية عنه ولده الأمير عروة ويرده هذا الحديث، فإنه من رواية فياض عنه كما ترى، والسند إليه صحيح على شرط مسلم (السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۲۷۲۸)

[1] عمارة المسجد تكون بمعنيين: أحدهما: زيارته، والكون فيه، والآخر: ببنائه وتجديد ما استرم منه، وذلک لأنه يقال: اعتمر إذا زار، ومنه العمرة لأنها زيارة البيت، وفلان من عمار المساجد إذا كان كثير المضی إليها والسكون فيها، وفلان يعمر مجلس فلان إذا أكثر غشيانه له. فاقتضت الآية منع الكفار من دخول المساجد، ومن بنائها وتولی مصالحها والقيام بها لانتظام اللفظ للأمرين (أحكام القرآن للجصاص، ج۳ص ۱۱۳، سورة براءة، مطلب: فی حجة الإجماع)

اور بعض احادیث میں مسجد میں آنے والے کو اللہ کا زائر بھی قرار دیا گیا ہے، جن کا ذکر آگے نفل اعتکاف کے بیان میں آتا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مساجد میں اعتکاف کرنے والے اہلُ اللہ اور مساجد کو خوب آباد کرنے والے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کا اعزاز واکرام ظاہر فرمانے کے لئے اپنے پڑوسیوں کے خطاب سے مدعو فرمائیں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَیَعْکِفُ الذُّنُوْبَ وَیَجْرِیْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا (ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور اس کی تمام نیکیاں اسی طرح لکھی جاتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کو خود کرتا رہا ہو (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کی سند کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ [3]

کیونکہ جتنے وقت تک انسان اعتکاف میں رہتا ہے، اتنے وقت تک وہ اللہ کے گھر اور اس

---

[1] عن سلمان، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال :من توضأ فی بیته فأحسن الوضوء، ثم أتی المسجد، فهو زائر الله، وحق علی المزور أن یکرم الزائر(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۱۳۹، واللفظ لهٗ، اخبارِ اصبهان، رقم الحدیث ۱۵۰۴، معجم الشیوخ لابن جمیع الصیداوی، رقم الحدیث ۲۹۰)

قال المنذری: رواه الطبرانی فی الکبیر بإسنادین أحدهما جید وروی البیهقی نحوه موقوفا علی أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بإسناد صحیح(الترغیب والترهیب، ج۱ ص۱۳۵، الترغیب فی المشی إلی المساجد سیما فی الظلم وما جاء فی فضلها)

[2] رقم الحدیث ۱۷۸۱، کتاب الصیام، باب فی ثواب الاعتکاف، واللفظ لهٗ؛ شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۳۶۷۸، فصل فیمن فطر صائما؛ اخبارِ اصبهان، ج۲، ص۳۰۶.

[3] قال البوصیری: هذا إسناد فیه فرقد بن یعقوب السبخی وهو ضعیف (مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه، تحت رقم الحدیث ۶۴۳، باب فی ثواب الاعتکاف)

کے پاکیزہ ماحول میں ہونے کی وجہ سے کافی حد تک گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [1]

عثمان بن عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّ مَثَلَ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ الْمُجْرِمِ أَلْقٰى نَفْسَهٗ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَرْحَمَنِيْ (شعب الإيمان للبيهقى) [2]

ترجمہ: معتکف کی مثال اس مجرم کی طرح ہے، جس نے اپنے آپ کو رحمٰن کے سامنے ڈال دیا ہو، اور وہ کہہ رہا ہو کہ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا، جب تک آپ مجھ پر رحم نہ فرمائیں (شعب الایمان)

لیکن اس روایت کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] أن رسول الله قال في المعتكف أي في حقه وشأنه وهو وفي نسخة هو يعتكف الذنوب منصوب بنزع الخافض أي يحتبس عن الذنوب بين بذلك أن شأن المحتبس في المسجد الانحباس عن تعاطي أكثر الذنوب ولذا اختص الاعتكاف بالمسجد ويجرى بالجيم والراء مجهولا وقيل معلوما أي يمضي ويستمر له من الحسنات أي من ثوابها كعامل الحسنات أي كأجور عاملها وفي نسخة صحيحة بالجيم والزاي مجهولا أي يعطى له من الحسنات التي يمتنع عنها بالاعتكاف كعيادة المريض وتشييع الجنازة وزيارة الإخوان وغيرها فاللام في الحسنات للعهد كلها تأكيد للجنس المعهود (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۵۱، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

[2] رقم الحديث ۳۶۸۴، ج۵ص ۴۳۶، باب الاعتكاف.

[3] قال المزي في تهذيب الكمال: خدق: عثمان بن عطاء بن أبي مسلم الخراساني ، أبو مسعود المقدسي، أصله من بلخ، واسم جده أبي مسلم عبد الله، وقيل :ميسرة مولى آل المهلب من أبي صفرة الأزدي...........ذكره أبو الحسن بن سميع في الطبقة الخامسة .وقال إبراهيم بن عبد الله بن الجنيد:سألت يحيى بن معين عن عثمان بن عطاء الخراساني، فقال :هو ضعيف الحديث .قلت: هو عطاء بن ميسرة الخراساني؟ قال :نعم. وقال محمد بن عثمان بن أبي شيبة ، عن يحيى بن معين : كان ضعيفا .وقال معاوية بن صالح، عن يحيى بن معين :ضعيف.وقال المفضل بن غسان الغلابي، عن يحيى بن معين :خليد بن دعلج، وسعيد بن بشير، وعثمان بن عطاء يضعفون .وقال عباس الدوري، عن يحيى بن معين :عثمان بن عطاء الخراساني ليس هو أخويعقوب بن عطاء ، ويعقوب بن عطاء هو ابن أبي رباح وهو أصلح حديثا من عثمان بن عطاء الخراساني.وقال محمد بن إبراهيم بن شعيب الغازي، عن عمرو بن علي : منكر الحديث .وقال في موضع :متروك الحديث.وقال إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني :ليس بالقوي في الحديث .وقال البخاري:ليس بذاك.وقال مسلم، والدارقطني :ضعيف الحديث.وقال النسائي :ليس بثقة.وقال أبو بكر بن خزيمة :لا احتج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسجد میں عبادت اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے ٹھہرنے یا بالفاظِ دیگر اعتکاف کرنے کے فضائل تو اپنی جگہ ہیں، لیکن ہر شخص کو ہر وقت مسجد میں ٹھہرنا ممکن نہیں، بلکہ اپنی ضروریات کے لئے مسجد سے باہر آنا بھی ضروری ہے، ایسی صورت میں اگر مسجد سے باہر نکل کر مسجد کے ساتھ دل اَٹکا ہوا ہو، اس کے بھی عظیم فضائل احادیث میں آئے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ، أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن خاص) اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے، جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (وحاکم) کو، دوسرے اس جوان کو جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہو، اور تیسرے اس آدمی کو جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، چوتھے وہ دونوں آدمی جو اللہ ہی کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر جمع ہوتے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بحديثه .وقال أبو حاتم:يكتب حديثه ولا يحتج به .وقال أيضا:سمعت دحيما وسألته عن عثمان بن عطاء، فقال :لا بأس به .فقلت :إن أصحابنا يضعفونه .قال :وأي شيء حدث عثمان من الحديث واستحسن حديثه؟ (تهذيب الكمال، ج۱۹ ص ۴۴۱تا۴۴۴ ملخصاً)

[1] رقم الحديث ٦٦٠، كتاب الاذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد.

ہوں، اوراسی بنیاد پرایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جس کو کوئی منصب اورحسن والی عورت بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور چھٹے اس آدمی کو جو صدقہ کرے، اور اتنا خفیہ صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتویں اس آدمی کو جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں (بخاری)

اورحضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" :سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ :إِمَامٌ عَادِلٌ،وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ(صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے، جس دن کہ اللہ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (وحاکم) کو، دوسرے اس جوان کو کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پرورش پائی ہو، اور تیسرے اس آدمی کو کہ جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، اس وقت سے جب سے مسجد سے نکلے،

[1] رقم الحديث ٧٣٣٨، ج١٦ ص ٣٣٢، ذكر الخصال التى يرتجى لمن فعلها أو أخذ بها أن يظله الله يوم القيامة فى ظل عرشه.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية صحيح ابنِ حبان)

اس وقت تک کہ جب تک مسجد کی طرف لوٹ کر نہ آجائے، چوتھے وہ دونوں آدمی کہ جو اللہ ہی کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر جمع ہوتے اور ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں، اور چھٹے اس آدمی کو کہ جس کو کوئی حسب (وعہدہ) والی اور خوبصورت عورت بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور ساتویں اس آدمی کو کہ جو کوئی چیز صدقہ کرے، اور اس کو اتنا چھپائے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کا دایاں ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے (ابنِ حبان)

پس مسجد میں اعتکاف کرنے والے تو عظیم ثواب کے مستحق ہوتے ہی ہیں۔

لیکن جو لوگ مسجد سے نکل جائیں، مگر ان کی توجہ، دھیان اور دل مسجد کی طرف رہے، وہ بھی عظیم ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ [1]

اور خواتین کو کیونکہ گھر میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے، اس لئے ان کو گھر میں رہتے ہوئے نماز اور اس کی وجہ سے نماز کی مخصوص جگہ کی طرف دل کے معلق ومتوجہ ہونے پر یہ فضائل حاصل ہوجاتے ہیں۔

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے بے شمار فضائل اور فوائد ہیں، جو ہر قسم کے اعتکاف پر حاصل ہوجاتے ہیں، خواہ وہ اعتکاف نفلی ہو یا سنت یا واجب۔

---

[1] قال الراقم: واذا كانت الاحاديث على انواع ثلاثة اى ما يتبادر منها احد المعنيين اما الاول واما الثانى، او يحتمل كليهما سواء، فاولى ان يقال بعموم ذلك الاجر لكل من انتظرها اى من انتظرها بعد دخول المسجد ومن انتظرها بعد الفراغ منها ومن انتظرها خارج المسجد معلقا بها قلبه كمافى حديث ابى هريرة نفسه فى السبعة الذين يظلهم الله فى ظله، ورجل قلبه معلق فى المساجد، كما فى الصحيحين، او معلق بالمساجد كما هو لفظ احمد او كانما قلبه فى المسجد كما هو فى بعض طرقه فى الفتح وظاهر ان المدار هو على انتظار القلب وتعلقه وان كان لعكوف الجسد فيه معه فضل لاينكر ، فاذا اجتمع فهو اولى واعلىٰ ، والله سبحانه اعلم (معارف السنن ، ج٣ص ٢٤٢ ،باب ماجاء فى القعود فى المسجد وانتظار الصلاة من الفضل)

چنانچہ اعتکاف، شیطان سے حفاظت کا مؤثر ذریعہ اور ہتھیار ہے۔ [1]

اعتکاف، اللہ تعالیٰ کی ضمانت وحفاظت کا ذریعہ ہے۔ [2]

اعتکاف، اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کے حصول اور پل صراط سے بآسانی گزر کر جنت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ [3]

اعتکاف، فرشتوں کی مصاحبت وہم نشینی اور ان کی طرف سے اعانت وتعاون حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ [4]

اعتکاف کرنے والے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں۔ [5]

اعتکاف کرنے والے، درحقیقت مساجد کو آباد کرنے والے ہیں، جو کہ اہل اللہ ہیں، اور ان کو قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسیوں کے نام سے اعزاز واکرام کے ساتھ پکاریں گے۔ [6]

---

[1] عن معاذ بن جبل، أن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: " إن الشیطان ذئب الإنسان کذئب الغنم، یأخذ الشاۃ القاصیۃ والناحیۃ، فإیاکم والشعاب، وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ والمسجد (مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۲۰۲۹)

[2] عن أبی ہریرۃ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاثۃ فی ضمان اللہ عز وجل، رجل خرج من بیتہ إلی مسجد من مساجد اللہ عز وجل، ورجل خرج غازیا فی سبیل اللہ عز وجل، ورجل خرج حاجا(مسند الحمیدی، رقم الحدیث ۱۱۲۱)

[3] عن أبی الدرداء، رضی اللہ عنہ، قال: لتکن المساجد مجلسک فإنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن اللہ عز وجل ضمن لمن کانت المساجد بیتہ الأمن والجواز علی الصراط یوم القیامۃ(مسند البزار، رقم الحدیث ۴۱۵۲)

[4] عن أبی ہریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: " إن للمساجد أوتادا الملائکۃ جلساؤہم، إن غابوا یفتقدونہم، وإن مرضوا عادوہم،وإن کانوا فی حاجۃ أعانوہم "وقال: " جلیس المسجد علی ثلاث خصال: أخ مستفاد، أو کلمۃ محکمۃ، أو رحمۃ منتظرۃ "(مسند احمد، رقم الحدیث ۹۴۲۴،۹۴۲۵)

[5] عن أبی ہریرۃ، عن النبی ﷺ قال:ما توطن رجل مسلم المساجد للصلاۃ والذکر، إلا تبشبش اللہ إلیہ کما یتبشبش أہل الغائب بغائبہم، إذا قدم علیہم(سنن ابنِ ماجہ،رقم الحدیث ۸۰۰)

[6] عن أنس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن "اللہ لینادی یوم القیامۃ أین جیرانی؟ أین جیرانی؟ قال: فتقول الملائکۃ ربنا ومن ینبغی أن یجاورک فیقول أین عمار المساجد "(مسند الحارث،رقم الحدیث ۱۲۶)

عن أنس، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: عمار مساجد اللہ ہم أہل اللہ عز وجل(أبو داود الطیالسی، رقم الحدیث ۲۱۵۳، ج۳ص ۵۲۴)

اعتکاف، گناہوں سے حفاظت کا عمدہ ذریعہ ہے۔ [1]

اور جو اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے، وہ لیلۃُ القدر کی فضیلت کے حاصل ہونے کا بہت آسان اور عمدہ ذریعہ ہونے کی وجہ سے عظیم فضیلت کا باعث ہے۔

اس کے علاوہ اہلِ علم حضرات نے اعتکاف کے اور بھی فوائد اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔ [2]

اور بعض احادیث میں اور بھی فضیلتیں آئی ہیں، جن کا آگے ذکر آتا ہے۔

---

[1] عن ابن عباس، أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال في المعتكف: " هو يعكف الذنوب، ويجرى له من الحسنات كعامل الحسنات كلها "(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٧٨١)

[2] ومن محاسن الاعتكاف أن فيه تفريغ القلب من أمور الدنيا وتسليم النفس إلى المولى وملازمة عبادته وبيته (تبيين الحقائق، ج ا ، ص ٣٤٨، باب الاعتكاف)

وقال في المعراج ومن محاسنه أن فيه تفريغ القلب من أمور الدنيا وتسليم النفس إلى المولى وملازمة عبادته وبيته والتحصن بحصنه قال عطاء أعاد الله علينا من بركاته :مثل المعتكف مثل رجل يختلف على باب عظيم لحاجة فالمعتكف يقول لا أبرح حتى يغفر لي فهو أشرف الأعمال إذا كان عن إخلاص (دررالحكام شرح غررالاحكام، ج ا ، ص ٢١٣، باب الاعتكاف)

وفي الاعتكاف تفريغ القلب عن امورالدنياوتسليم النفس الىٰ بارئهاوالتحصن بحصن حصين وملازمة بيت اللّٰہتعالىٰ (قال) عطاء مثل المعتكف كمثل رجل له حاجة الىٰ عظيم فيجلس على بابه ، ويقول لاابرح حتى يغفر لي فهواشرف الاعمال اذاكان عن اخلاص(المبسوط للسرخسي ج٣، ص١١٥، باب الاعتكاف، الناشر :دار المعرفة -بيروت)

الاعتكاف تقرب الى اللّٰہتعالىٰ بمجاورة بيته والاعراض عن الدنيا والاقبال على خدمته لطلب الرحمة وطمع المغفرة حتى قال عطاء الخراساني مثل المعتكف مثل الذى القى نفسه بين يدى اللّٰہتعالىٰ يقول لاابرح حتى يغفرلي (بدائع والصنائع ج٢، ص١٠٨، فصل صفة الاعتكاف)

والهدف منه: صفاء القلب بمراقبة الرب والاقبال والانقطاع الى العبادة في اوقات الفراغ، متجردا لها،وللّٰہ تعالىٰ ،من شواغل الدنيا واعمالها، ومسلما النفس الى المولىٰ بتفويض امرها الى عزيز جنابه والاعتماد على كرمه والوقوف ببابه، وملازمة عبادته في بيته سبحانه وتعالىٰ والتقرب اليه ليقرب من رحمته، والتحصن بحصنه عزوجل،فلايصل اليه عدوه بكيده وقهره، لقوة سلطان اللّٰہوقهره وعزيز تأييده ونصره، فهومن اشرف الاعمال واحبها الى اللّٰہتعالىٰ اذاكان عن اخلاص للّٰہسبحانه ،لانه منتظر للصلاة،وهوكالمصلي،وهي حالة القرب.

فاذاانضم اليه الصوم عند مشترطيها ازداد المؤمن قربا من اللّٰہبمايفيض على الصائمين من طهارة القلوب،وصفاء النفوس.

وافضله في العشرالاواخر من رمضان ليتعرض لليلة القدرالتي هي خير من الف شهر (الفقه الاسلامي وادلتهٔ ج٣ ص١٢٣، الفصل الثاني الاعتكاف، الناشر :دار الفكر -سوريَّة -دمشق)

نفل اعتکاف کے فضائل واحکام

اعتکاف کی ایک قسم نفل اعتکاف کہلاتی ہے، جس پر عمل کرنا انتہائی سہل اور آسان ہے۔
لہٰذا پہلے نفل اعتکاف کے فضائل واحکام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نفل اعتکاف کے فضائل

نفلی اعتکاف کے لئے کسی مخصوص وقت اور مہینے کی قید نہیں، بلکہ جب بھی اللہ کا قرب اور رضا وثواب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں جائے، اور جتنی دیر بھی ٹھہرے، اس سے نفلی اعتکاف کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صبح کو مسجد کی طرف چلا، اور شام کو چلا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر صبح اور شام (جب بھی وہ مسجد کی طرف جاتا ہے) جنت سے مہمان نوازی کا انتظام فرماتے ہیں (بخاری)

یہ فضیلت جس طرح مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جانے پر ہے، اسی طرح نفلی اعتکاف کرنے کے لئے جانے پر بھی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٦٢، كتاب الاذان، باب فضل من غدا إلى المسجد ومن راح.

[2] قوله أعد أى هيأ قوله نزله للكشميهنى نزلا بالتنكير والنزل بضم النون والزاى المكان الذى يهيأ للنزول فيه وبسكون الزاى ما يهيأ للقادم من الضيافة ونحوها فعلى هذا من فى قوله من الجنة للتبعيض على الأول وللتبيين على الثانى ورواه مسلم وابن خزيمة وأحمد بلفظ نزلا فى الجنة وهو محتمل للمعنيين قوله كلما غدا أو راح أى بكل غدوة وروحة وظاهر الحديث حصول الفضل لمن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:مَنْ أَتَی الْمَسْجِدَ لِشَیْءٍ فَھُوَ حَظُّہُ (ابوداؤد) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أتى المسجد مطلقا لكن المقصود منه اختصاصه بمن يأتيه للعبادة والصلاة رأسها والله أعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ص ١٤٨، قوله باب فضل من غدا للمسجد ومن راح)

(السابع :عنه) أى :عن أبى هريرة رضى الله عنه (عن النبىّ قال :من غدا) هو فى الأصل السير أول النهار (إلى المسجد) طلباً لأداء صلاة فيه أو اعتكاف أو قراء ة أو درس علم طلباً لمرضاة الله (أو راح) هو فى الأصل السير آخر النهار (أعد) بتشديد الدال :أى :هيأ (الله) ثواب عمله من محض فضله (فى الجنة نزلاً) بضمتين (كلما) منصوب عن الظرفية وما متصلة بكل فى الرسم حينئذٍ (غدا أو راح(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ١٢٣، ج٢ص ٣٥٩، باب فى بيان كثرة طرق الخير)

(وعن أبى هريرة رضى الله عنه أن النبى قال :من غدا) من الغدوّ :وهو السير قبل الزوال (إلى المسجد أو) للتنويع (راح) من الرواح السير بعد الزوال أى سار بعد الزوال إليه :أى ليؤدى فيه عبادة من صلاة أو اعتكاف أو قراءة قرآن أو إقراء علم أو نحو ذلك (أعد) بتشديد الدال المهملة :أى هيأ (الله له فى الجنة نزلاً) بضمتين :وهو ما يهيأ للضيف من كرامة عند قدومه، والتنوين فيه للتعظيم كما يومىء إليه إسناد الفعل إلى اسم الذات الجامع لمعانى الأسماء والنعوت الحسنى (كلما غدا أو راح) ظرف لأعد .قال الشيخ أكمل الدين فى شرح المشارق :عادة الناس تقديم طعام لمن دخل بيتهم، والمسجد بيت الله تعالى فمن دخله أى وقت كان من ليل أو نهار أعطاه الله تعالى أجره من الجنة لأنه أكرم الأكرمين ولا يضيع أجر المحسنين (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ١٠٥٣، ج٦ص ٥٣٩، ٥٤٠، باب فضل المشى إلى المساجد)

؎ رقم الحديث ٤٧٢،كتاب الصلاة، باب فى فضل القعود فى المسجد؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ٤٩٩٠.

(قلت :إسناده حسن، ورمز له بذلك السيوطى). إسناده :حدثنا هشام بن عمار :ثنا صدقة بن خالد :نا عثمان بن أبى العاتكة الأزدى عن عمير بن هانىء العَنْسِى عن أبى هريرة. قلت :وهذا إسناد حسن إن شاء الله تعالى، رجاله كلهم ثقات رجال البخارى؛ لكنه إنما أخرج لعثمان بن أبى العاتكة فى "الأدب المفرد"، وهو مختلف فيه؛ قال ابن معين والنسائى : "ليس بالقوى ."وقال أبو مُسْهِر وإسحاق ويعقوب بن سفيان: "ضعيف الحديث ."وقال ابن عدى: "مع ضعفه يكتب حديثه ." وساق له من طريق هشام عن صدقة عنه عن على بن يزيد عن القاسم عن أبى أمامة ثلاثين حديثاً، عامتها ليست مستقيمة. قلت :على بن يزيد :هو ابن أبى زياد الألهانى؛ قال الساجى: "اتفق أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد میں کسی چیز کے لئے آیا، تو اس کا وہی حصہ ہے (ابوداؤد، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جس ارادے کے ساتھ آئے گا، اُسی کے مطابق جزاء پائے گا، کیونکہ جزاء کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

لہٰذا جو شخص اعتکاف کی شکل میں ثواب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں آئے گا، تو اس کو ثواب حاصل ہوگا، اوراسی وجہ سے جو شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا ہے، تو جب تک وہ نماز کا منتظر ہوتا ہے، اُس کو نماز کا ثواب ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العلم على ضعفه ."فالحمل في هذه الأحاديث عليه، فلا يقدح بها على عثمان بن أبي العاتكة . ولذلك قال أبو حاتم عن دُحَيْمٍ ":لا بأس به، كان قاصَّ الجند، ولم ينكر حديثه عن غير علي بن يزيد،والأمر من علي بن يزيد ."وقال أحمد ":لا بأس به، بليَّته من علي بن يزيد ."وقال ابن أبي حاتم عن أبيه ":لا بأس به، بأسه من كثرة روايته عن علي بن يزيد، فأما روايته عن غير علي؛ فهو مقارب، يكتب حديثه ."وقال المصنف ":صالح ."وقال خليفة " :ثقة؛ كثير الحديث ."وقال ابن سعد ":كان ثقة في الحديث ."وقال العجلي: "لا بأس به ."وذكره ابن حبان في "الثقات ."ويتلخص عندي مما سبق :أن الرجل ثقة في نفسه غير متهم في روايته؛ لكن في حفظه ضعف يسير إن شاء الله تعالى؛ فهو حسن الحديث حين لا يظهر خطؤه؛وفي غير روايته عن علي بن يزيد الألهاني .ولذلك لم يضعفه الحافظ في روايته عن غيره؛ فقال في "التقريب ":"ضعفوه في روايته عن علي بن يزيد الألهاني ."والحديث رمز السيوطي في "الجامع "لحسنه، وعزاه للمصنف وحده .وقال الشارح المناوي ":ورواه عنه :ابن ماجه أيضا !"قلت :وأظن أنه وهم؛ فإني لم أجده عند ابن ماجه !ولم يعزه إليه المنذري في "مختصره "(رقم ۴۴۳) ! ولا النابلسي في "ذخائره " (رقم ۸۵۴۷)ولا صاحب "المشكاة "(رقم ۷۲۵)! ثم إن الحديث يشهد له أحاديث كثيرة في إخلاص النيةَ في العبادة:منها الحديث المتفق عليه ":إنما الأعمال بالنيات، وإنما لكل امرء ما نوى ." ...الحديث (صحيح ابی داوٗد للالبانی، باب فضل القعود فی المسجد)

[1] (وعنه): أي عن أبي هريرة (قال :قال رسول الله عن :(من أتى المسجد لشيء) ، أي :لقصد حصول شيء أخروي أو دنيوي (فهو) ، أي :ذلك الشيء (حظه) : ونصيبه كقوله -عليه السلام :-(إنما لكل امرء ما نوى) ، ففيه تنبيه على تصحيح النية في إتيان المسجد، لئلا يكون مختلطا بغرض دنيوي كالتمشية والمصاحبة مع الأصحاب، بل ينوي الاعتكاف، والعزلة، والانفراد، والعبادة، وزيارة بيت الله، واستفادة علم، وإفادته ونحوها (مرقاة المفاتيح ،ج۲ص ۶۱۴، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ فِيْ بَيْتِهٖ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، فَهُوَ زَائِرُ اللّٰهِ، وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ أَنْ يُكْرِمَ الزَّائِرَ(المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے گھر میں وضو کیا، اور اچھی طرح وضو کیا، پھر وہ مسجد میں آیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کا زائر ومہمان ہے، اور میزبان کے ذمہ یہ حق ہے کہ وہ زائر ومہمان کا اکرام کرے (طبرانی)

وضو کر کے مسجد میں آنے والا اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے، جو اعتکاف کی نیت سے مسجد میں آئے، اور باوضو اعتکاف کرنا کیونکہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے، جس کا دیگر احادیث میں بھی ذکر آیا ہے، اس لئے مسجد میں باوضو آنے کا ذکر کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن رباح سے روایت ہے کہ:

أَنَّ كَعْبًا، قَالَ: إِنِّيْ لَأَجِدُ فِي التَّوْرَاةِ يَقُوْلُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: إِنَّ بُيُوْتِيْ فِي الْأَرْضِ الْمَسَاجِدُ، وَإِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَهُوَ زَائِرُ اللّٰهِ، وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ أَنْ يُكْرِمَ زَائِرَهُ، ثُمَّ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَوَجَدْتُ فِيْهِ فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(من أتى المسجد) أى قصده (لشىء) أى لفعل شىء فيه (فهو حظه) أى نصيبه من إتيانه لا يحصل له غيره فمن أتاه لصلاة حصل له أجرها أو لزيارة بيت الله حصلا له ومن أتاه لهما مع تعلم علم أو إرشاد جاهل حصل له ما أتاه لأجله أو أتاه لنحو تفرج أو إنشاد ضالة فهو حظه وهو من قوله عليه السلام وإنما لكل امرء ما نوى (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٨٢٨٣)

[1] رقم الحديث ٦١٣٩، ج٦ص٢٥٣، واللفظ لهٗ، اخبارِ اصبهان، رقم الحديث ١٥٠٤، معجم الشيوخ لابن جميع الصيداوى، رقم الحديث ٢٩٠.

قال المنذرى: رواه الطبرانى فى الكبير بإسنادين أحدهما جيد وروى البيهقى نحوه موقوفا على أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم بإسناد صحيح (الترغيب والترهيب، ج١ص١٣٥، الترغيب فى المشى إلى المساجد سيما فى الظلم وما جاء فى فضلها)

تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ إلى آخر الآية (الزهد لأبی داود) [1]

ترجمہ: حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے (جوکہ پہلے اہلِ کتاب تھے، اور بعد میں مسلمان ہوئے، اور صحابیت کے شرف سے مستفید ہوئے) فرمایا کہ میں نے توراۃ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد پایا ہے کہ زمین میں میرے گھر، مساجد ہیں، اور مسلمان جب وضو کرتا ہے، اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر وہ مسجد میں آتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کا زائر ومہمان ہوتا ہے، اور میزبان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے زائر ومہمان کا اکرام کرے، پھر میں نے قرآن مجید کو پڑھا، تو اس میں یہ پایا کہ ''فِیْ بُیُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ'' کہ گھروں (یعنی مساجد) کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ ان کو (اللہ کے نام وعبادت سے) بلند کیا جائے، اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے، آخر آیت تک (الزہد لابی داؤد)

اس قسم کا مضمون اور سندوں سے اور بعض دیگر صحابۂ کرام سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۶۵، ج ۱ ص ۳۷۸، الناشر: دار المشكاة للنشر والتوزيع، حلوان.

[2] حدثنا العباس بن حمدان الأصبهانی، ثنا عبد الله بن أبی يعقوب الكرمانی، ثنا عبد الله بن يزيد المقرء، ثنا المسعودی، عن أبی إسحاق، عن عمرو بن ميمون، عن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن بيوت الله فی الأرض المساجد، وإن حقا على الله أن يكرم من زاره فيها(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۳۲۴)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير وفيه عبدالله بن يعقوب الكرمانی وهو ضعيف ، قلت ويأتی حديث سلمان فی المشی إلى المساجد(مجمع الزوائد، ج۲ ص ۲۲، باب لزوم المساجد)

أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أبی إسحاق عن عمرو بن ميمون الأودی قال أخبرنا رسول الله صلى الله عليه و سلم أن المساجد بيوت الله فی الأرض وأنه لحق على الله أن يكرم من زاره فيها(مصنف عبدالرزاق "جامع معمر بن راشد" رقم الحديث ۲۰۵۸۴)

أخبرنا يونس بن أبی إسحاق ، وعبد الرحمن المسعودی ، عن أبی إسحاق ، عن عمرو بن ميمون قال :كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقولون :إن بيوت الله فی الأرض المساجد ، وإن حقا على الله أن يكرم من زاره فيها(الزهد والرقائق، لابن المبارك، رقم الحديث ۱۱۶۱)

حدثنا أبو أسامة ، عن مسعر ، عن الوليد بن العيزار ، عن عمرو بن ميمون ، عن عمر ، قال : المساجد بيوت الله فی الأرض ، وحق على المزور أن يكرم زائره(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۳۵۷۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ مساجد میں عبادت یعنی نماز واعتکاف کے لئے آنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی اجر وثواب اور مختلف انعامات واکرامات کے ذریعہ سے ضیافت فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، وَصَلَاتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ، بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهٗ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، فَلَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهٗ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، يَقُوْلُوْنَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، اپنے گھر کی نماز پر، اور اپنے بازار (یعنی دوکان وغیرہ) کی نماز پر بیس سے زیادہ (یعنی پچیس) درجہ کی فضیلت رکھتا ہے، اور بے شک تم میں سے کوئی جب وضو کرتا ہے، اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر مسجد میں آتا ہے، جس کا ارادہ صرف نماز پڑھنے کا ہوتا ہے، تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، تو اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس کی ایک خطاء کو معاف کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوجائے، پھر جب مسجد میں داخل ہوجاتا ہے، تو وہ نماز

---

[1] رقم الحدیث ۶۴۹ "۲۷۲"، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة، واللفظ لهٗ؛ بخاری، رقم الحديث ۲۱۱۹، باب ما ذكر فی الأسواق.

میں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ نماز کی وجہ سے (وہاں) رُکا رہے، اور اس کے لئے فرشتے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ اس پر رحم فرما، اس کی مغفرت فرما، اس کی توبہ قبول فرما، جب تک کہ وہ مسجد میں ایذاء نہ پہنچائے، جب تک کہ وہ وضو نہ توڑ دے (اس وقت تک وہ نماز کے ثواب اور فرشتوں کی اس دعا کا مستحق رہتا ہے)

(مسلم؛ بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَ فِيْ مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَتَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰى يَنْصَرِفَ أَوْ يُحْدِثَ قُلْتُ مَا يُحْدِثُ قَالَ يَفْسُوْ أَوْ يَضْرِطُ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ برابر نماز میں رہتا ہے، جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا رہے، اور فرشتے یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اور اے اللہ اس پر رحم فرما، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر نہ چلا جائے، یا وضو نہ توڑ دے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ وضو کس طرح توڑے گا، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بغیر آواز کے ریح خارج کر دے، یا آواز کے ساتھ ریح خارج کر دے (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِيْ صَلَاةٍ مَا كَانَ فِيْ مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، تَقُوْلُ الْمَلَائِكَةُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰى يَنْصَرِفَ أَوْ يُحْدِثَ " فَقُلْتُ: مَا يُحْدِثُ ؟ فَقَالَ :

---

[1] رقم الحديث ۶۴۹ "۲۷۴" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة، واللفظ لهٗ، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۳۹۸.

كَذَا قُلْتُ لِأَبِي سَعِيدٍ فَقَالَ " يَفْسُوُ أَوُ يَضْرِطُ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٩٠٧)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ نماز میں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے، فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما، یہ (نماز کے ثواب اور فرشتوں کی دعا کا) سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک کہ وہ لوٹ کر نہ چلا جائے، یا وضو نہ توڑ دے، میں نے عرض کیا کہ وضو کس طرح توڑے گا؟ تو راوی نے کہا کہ میں نے بھی ابوسعید سے یہی سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بغیر آواز یا آواز کے ساتھ ریح خارج کردے (مسند احمد)

جو شخص نماز کے انتظار میں ہوتا ہے، وہ کیونکہ تقرب وعبادت کی نیت سے مسجد میں ہوتا ہے، اور اعتکاف کی حقیقت بھی یہی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں باوضو بیٹھ کر نماز کے انتظار کرنے کی صورت میں نفل اعتکاف کرنے والا عظیم اجروثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

نماز کی جگہ بیٹھے رہنے سے مراد مسجد کی حدود ہیں، یعنی جب تک وہ مسجد میں رہے، خواہ اس جگہ سے ہٹ جائے، جہاں اس نے نماز پڑھی، تو تب بھی یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔[2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] وقال مسدد :حدثنا عبد الواحد بن زياد ، ثنا يونس بن عبيد ، قال :قلت للحسن ، أو قيل له :أرأيت قوله : إن العبد لا يزال في صلاة ما دام في مصلاه قال :قلت :مقعده الذي يصلي فيه ؟ قال : بل المسجد كله (المطالب العالية للحافظ ابن حجر العسقلاني، رقم الرواية ٣٦٩)

وقال مسدد :ثنا عبدالواحد بن زياد، ثنا يونس بن عبيد قال :قلت للحسن -أو قيل له :-أرأيت قوله " :إن العبد لا يزال في صلاة ما دام في مصلاه؟ قال :قلت :مقعده الذي يصلي فيه؟ قال :بل المسجد كله ."هذا إسناد صحيح، رجاله رجال الصحيح (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،لأحمد بن أبي بكر بن إسماعيل البوصيري، تحت رقم الرواية ١٠١٣، باب لزوم المساجد والجلوس فيها)

وأما قوله في مصلاه الذي صلى فيه فإنه أراد الصلاة المعروفة وموضعها الذي تفعل فيه هو المصلى وهو المسجد مسجد الجماعة لأن فيه يحصل في الأغلب انتظار الصلاة (التمهيد لمافي المؤطا من المعاني والاسانيد، ج١٩ ص٣٩، تابع لحرف النون ،حديث ثامن واربعون لابي الزنا)

اور احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ باوضو ہونے کی حالت میں نماز کا انتظار کرنے کی صورت میں نماز کا اجروثواب اور فرشتوں کی یہ دعا حاصل ہوتی ہے، لیکن اگر وہ ریح خارج کر کے وضو توڑ دے، تو پھر اگرچہ اسے مسجد میں ٹھہرنا وبیٹھنا تو جائز ہوتا ہے، اور اس کو اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، لیکن وہ فرشتوں کی مذکورہ دعا اور خاص نماز کے ثواب کا مستحق نہیں ہوتا۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد میں باوضو نماز کا انتظار کر رہا ہو، اور اس کا وضو ٹوٹ جائے، تو اسے فرشتوں کی مذکورہ دعا اور نماز کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دوبارہ وضو کر لینا چاہئے۔ [1]

---

[1] بعض حضرات نے مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر مسجد میں حدث لاحق کرنے کو خطاء وگناہ قرار دیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے گناہ تو قرار نہیں دیا، لیکن مسجد میں اس سے اجتناب کو اولیٰ قرار دیا ہے، وہ الگ بات ہے کہ خروجِ ریح یا وضو ٹوٹنے کے بعد فرشتوں کی مذکورہ دعا اور نماز کے ثواب کا مستحق نہیں رہتا، اور یہی قول دلیل کے لحاظ سے راجح معلوم ہوا، کیونکہ مذکورہ احادیث میں اخراجِ ریح سے منع نہیں کیا گیا، البتہ فرشتوں کی دعا اور نماز کے ثواب سے محرومیت کا ذکر کیا گیا ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسجد میں اخراجِ ریح یا بے وضو ہونے کی صورت میں وہ ثواب کا مستحق نہ ہو، اور اس سے بڑھ کر گناہ کا مستحق ہو، بالخصوص جبکہ اخراجِ ریح بعض اوقات غیر اختیاری بھی ہوتا ہے، اور اس کو روکنا صحت کے لئے مضر ہوتا ہے، نیز معتکف کو سونا منع نہیں، اور سوتے وقت استرخاءِ مفاصل اخراجِ ریح کا سبب ہے، **كما قال الفقهاء في مسئلة نقض الوضوء بالنوم۔**

اور بعض روایات میں جو ''**ما لم يؤذ**'' کے ساتھ ''**ما لم يحدث**'' کا ذکر ہے، اس کو بعض حضرات نے ایک دوسرے کی تفسیر قرار دیا ہے، اور یہاں تک فرمایا ہے کہ احداث اور اس کی بھی خاص صورت اخراجِ ریح سے فرشتوں کو ایذا پہنچتی ہے، لیکن ہمیں ایذاء سے عمومی مفہوم کا مراد ہونا راجح معلوم ہوتا ہے، خواہ ایذاء زبان سے ہو یا ہاتھ سے، کیونکہ احداث اپنے عمومی مفہوم کے ساتھ ایذاء کو مستلزم نہیں، اور ایذاء، احداث کے ساتھ خاص بھی نہیں، کیونکہ اولاً تو نقضِ وضوء جس میں نوم اور اخراجِ ریح بھی شامل ہے، بعض اوقات اختیار میں نہیں ہوتا، اور دوسرے اخراجِ ریح بھی بدبو کو مستلزم نہیں۔

والمعنى :لا تزال الملائكة داعين له ما دام في مصلاه أو منتظرا للصلاة (ما لم يؤذ فيه) : أي :أحدا من المسلمين بلسانه أو يده ;فإنه حدث معنوي، ومن ثمة أتبعه بالحدث الظاهري فقال :(ما لم يحدث فيه) أي :حدثا حقيقيا، وهو بسكون الحاء وتخفيف الدال المكسورة، أي :ما لم يبطل وضوءه، لما روى أن أبا هريرة لما روى هذا الحديث قال له رجل من حضرموت :وما الحدث يا أبا هريرة ;قال :فساء أو ضراط .نقله ابن الملك، وهو في بعض طرق الحديث عند الترمذي، ولعل سبب الاستفسار إطلاق الحدث على غير ذلك عندهم، أو ظنوا أن الإحداث بمعنى الابتداع،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا جَلَسَ فِیْ مُصَلَّاہُ بَعْدَ الصَّلاۃِ، صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلائِکَۃُ، وَصَلاتُھُمْ عَلَیْہِ : اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ، وَإِنْ جَلَسَ یَنْتَظِرُ الصَّلاۃَ، صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلائِکَۃُ وَصَلاتُھُمْ عَلَیْہِ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۱۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب نماز سے (خواہ فرض نماز سے یا سنت نماز سے یا نفل نماز سے) فارغ ہوکر اپنی نماز کی جگہ بیٹھتا ہے، تو اس کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں، اور فرشتوں کی دعا اس کے لئے یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما، اور اگر بندہ (ویسے ہی نماز سے پہلے) بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے، تو اس کے لئے بھی فرشتے دعا کرتے ہیں، اور فرشتوں کی دعا اس کے لئے ان الفاظ میں ہی ہوتی ہے کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والا فرشتوں کی دعا کا مستحق ہوتا ہے، اور نماز کا انتظار کرنے والا درحقیقت ثواب اور تقرب کی نیت کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے یہ فضیلت نماز کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتشدید الدال خطأ کذا فی النھایۃ .وقال العسقلانی :ما لم یؤذ بحدث، کذا للأکثر بالفعل المجزوم علی البدلیۃ، ویجوز الرفع علی الاستئناف، وللکشمیھنی :بحدث فیہ بلفظ الجار والمجرور متعلقا بـ یؤذ، والمراد بالحدث الناقض للوضوء ، ویحتمل أن یکون أعم من ذلک اھـ. وقال ابن المھلب :معناہ أن الحدث فی المسجد خطیئۃ یحرم بھا المحدث استغفار الملائکۃ ودعاء ھم المرجو برکتہ، وقیل :إخراج الریح من الدبر لا یحرم، لکن الأولی اجتنابہ ;لأن الملائکۃ تتأذی بما یتأذی منہ بنو آدم، کما یأتی فی الحدیث .ویؤخذ منہ أن الحدث الأصغر، وإن منع دعاء الملائکۃ، لا یمنع جواز الجلوس فی المسجد (مرقاۃ المفاتیح، ج۲ ص۵۹۵، باب المساجد ومواضع الصلاۃ)

[1] قال شعیب الارنؤوط:حسن لغیرہ(حاشیۃ مسند احمد)

انتظار کرنے کی شکل میں نفل اعتکاف کرنے والوں کے لئے بھی ثابت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يُكَفِّرُ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَزِيْدُ بِهٖ فِي الْحَسَنَاتِ ؟ قَالُوْا :بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ : إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلٰى هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا فَيُصَلِّيْ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِي الْمَجْلِسِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ الْأُخْرٰى، إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ(مسنداحمد، رقم الحديث ۱۰۹۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتادوں کہ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف اور نیکیوں کو زیادہ فرماتے ہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ضرور بتایئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو میں اعضاء کو اچھی طرح دھونا، جب کہ یہ (سردی وغیرہ کی وجہ سے) ناگوار بھی گزر رہا ہو، اور مساجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تم میں سے جو آدمی بھی اپنے گھر سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے، پھر مسلمانوں کے ساتھ (مسجد میں) نماز پڑھتا ہے، پھر وہیں (مسجد میں) بیٹھ کر دوسری (فرض یا نفل) نماز کا انتظار کرتا ہے، تو فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما(مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے گناہ معاف ہوتے اور نیکیاں حاصل ہوتی ہیں، اور فرشتوں کی دعا بھی حاصل ہوتی ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا سند حسن في المتابعات(حاشية مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوْ اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ، وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ(مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتادوں، جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو معاف اور درجات کو بلند فرماتے ہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ضرور بتایئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو میں اعضاء کو اچھی طرح دھونا، جب کہ یہ (سردی وغیرہ کی وجہ سے) ناگوار بھی گزر رہا ہو، اور مساجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ اعمال سرحد ہیں (مسلم)

سرحد ہونے سے مراد یہ ہے کہ یہ اعمال نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتے ہیں، اور وساوس کے اثرات قبول کرنے سے منع کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں شیطان کا گروہ مغلوب ہوجاتا ہے، جس طرح سے کہ سرحد کی وجہ سے دشمنوں کے حملوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کی شکل میں اعتکاف کرنے والا نفس وشیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۲۵۱ "۴۱" كتاب الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره.

[2] (فذلكم الرباط) بكسر الراء يقال :رابطت أى لازمت الثغر وهو أيضا اسم لما يربط به وسمى مكان المرابطة رباطا قال القاضى :إن هذه الأعمال هى المرابطة الحقيقية لأنها تسد طرق الشيطان على النفس وتقهر الهوى وتمنعها من قبول الوساوس فيغلب بها حزب الله جنود الشيطان، وذلك هو الجهاد الأكبر(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ١ ص ٣٤٤، كتاب الطهارة)

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : مُنْتَظِرُ الصَّلَاةِ مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ، كَفَارِسٍ اشْتَدَّ بِهٖ فَرَسُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَلٰى كَشْحِهٖ ، تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَلَائِكَةُ اللّٰهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ أَوْ يَقُوْمُ، وَهُوَ فِي الرِّبَاطِ الْأَكْبَرِ

(مسند احمد، رقم الحديث ٨٦٢٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، ایسا ہے جیسا کہ وہ گھوڑ سوار کہ جس کا گھوڑا اللہ کے راستے میں اپنے پہلو کے بل تیار کھڑا ہو، اس شخص کے لئے اللہ کے فرشتے دعا کرتے ہیں، جب تک کہ یہ وضو نہ توڑے، یا وہاں سے اٹھ کر نہ چلا جائے، اور وہ بڑی سرحد (یعنی بڑی حفاظت) میں ہوتا ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ مسجد میں ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کی شکل میں انتظار کر کے نفلی اعتکاف کرنے والا اللہ کے راستے میں پہلو کے بل تیار کھڑے ہوئے گھوڑ سوار کی طرح ہے، جس کے لئے فرشتے دعا گو ہوتے ہیں، اور اس کو یہ فضیلت اس وقت تک حاصل رہتی ہے، جب تک کہ وہ مسجد میں باوضو موجود رہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ إِلَى الْمَسْجِدِ، كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَالْقَاعِدُ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ كَالْقَانِتِ ، وَيُكْتَبُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهٖ (مسنداحمد) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٧٤٥٩ ،واللفظ لهٗ، صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ١٤٩٢ .
قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح(حاشية مسند احمد)
قال الأعظمى فى تعليق ابنِ خزيمة :إسناده صحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے، تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، اس پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے والا (نماز میں) قیام کرنے والے کی طرح ہے، جس کو نماز پڑھنے والوں میں لکھا (اور شمار کیا) جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ کر چلا جائے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے والا معتکف نماز میں قیام کی طرح کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے، تا آنکہ وہ لوٹ کر نہ چلا جائے۔

حضرت سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :مَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ فَهُوَ فِي الصَّلَاةِ(سنن نسائی) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں ہوتا ہے، اور نماز کا انتظار کرتا ہے، تو وہ نماز میں ہوتا ہے (سنن نسائی)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نماز کے لئے مسجد میں انتظار کرنے والا معتکف برابر نماز کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال المنذری:رواه أحمد وأبو يعلى والطبرانی فی الكبير والأوسط وبعض طرقه صحيح وابن خزيمة فی صحيحه ورواه ابن حبان فی صحيحه مفرقا فی موضعين.القنوت يطلق بإزاء معان منها السكوت والدعاء والطاعة والتواضع وإدامة الحج وإدامة الغزو والقيام فی الصلاة وهو المراد فی هذا الحديث والله أعلم(الترغيب والترهيب،ج ا ص ۱۲۹ ،الترغيب فی المشی إلى المساجد سيما فی الظلم وما جاء فی فضلها)

[1] رقم الحديث ۷۳۴،كتاب المساجد،الترغيب فی الجلوس فی المسجد وانتظار الصلاة، واللفظ لهٔ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۸۱۲.

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد قوی (حاشية مسند احمد)

صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، فَعَقَّبَ مَنْ عَقَّبَ ، وَرَجَعَ مَنْ رَجَعَ، فَجَاءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَادَ يَحْسِرُ ثِيَابُهُ عَنْ رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: أَبْشِرُوْا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ، هٰذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِّنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ، يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ، يَقُوْلُ: هٰؤُلَاءِ عِبَادِيْ قَضَوْا فَرِيْضَةً، وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَ أُخْرٰى (مسند احمد، رقم الحديث ٦٧٥٠) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر بعض لوگ عبادت میں مشغول ہو گئے، اور بعض لوگ (مسجد سے) لوٹ کر چلے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) تشریف لائے، اور (تیزی سے آنے کی وجہ سے) قریب تھا کہ آپ کے کپڑے آپ کے گھٹنوں سے ہٹ جائیں، پھر فرمایا کہ اے مسلمانو کی جماعت! تم خوشخبری سنو، آپ کے رب تبارک وتعالیٰ نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھول دیا ہے، اور تمہاری وجہ سے فخر کے ساتھ فرشتوں سے فرمارہے ہیں کہ یہ میرے (محبوب ومخصوص) بندے ہیں، جنہوں نے ایک (مغرب کی نماز کا) فرض ادا کرلیا ہے، اور دوسرے (عشاء کی نماز کے) فرض کے منتظر ہیں (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلاَةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلّٰى، ثُمَّ قَالَ :قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا، أَمَا إِنَّكُمْ فِيْ صَلاَةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا (بخاری) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٥٧٢، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العشاء إلى نصف الليل.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) عشاء کی نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرمادیا، پھر نماز پڑھائی، پھر (جماعت میں شامل لوگوں سے مخاطب ہوکر) فرمایا کہ (دوسرے) لوگ نماز پڑھ کر سو گئے ہیں، اور تم اس وقت تک نماز میں رہے، جب تک کہ تم نماز کا انتظار کرتے رہے (بخاری)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا لَيْلَةً، حَتّٰى ذَهَبَ نِصْفُ اللَّيْلِ، أَوْ بَلَغَ ذٰلِكَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا، وَأَنْتُمْ تَنْتَظِرُوْنَ هٰذِهِ الصَّلَاةَ، أَمَا إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۹۴۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات لشکر کو تیار فرمایا، یہاں تک کہ آدھی رات چلی گئی، یا آدھی رات ہوگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر فرمایا کہ (کچھ) لوگ نماز پڑھ کر لیٹ گئے ہیں، اور تم اس نماز کا انتظار کرتے رہے، یہ بات غور سے سن لو کہ جب تک کہ تم اس نماز کا انتظار کرتے رہے، برابر نماز میں رہے (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات (عشاء کے وقت) کوئی مشغولی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوى على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٥٧٠، كتاب مواقيت الصلاة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب.

پیش آ گئی، اس وجہ سے آپ کو (عشاء) کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر ہو گئی، یہاں تک کہ ہم مسجد میں سو گئے، پھر جاگے، پھر سو گئے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت زمین والوں میں تمہارے سوا کوئی (اس) نماز کا انتظار نہیں کر رہا ہے (بخاری)

ان احادیث سے مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی کہ وہ نماز کا ثواب رکھتا اور اللہ تعالیٰ کے فخر کا باعث ہے، خواہ یہ انتظار مسجد میں پہنچ کر نماز شروع ہونے سے پہلے کیا جائے، یا ایک نماز سے فارغ ہو کر وہیں بیٹھ کر اگلی نماز کے انتظار کی صورت میں کیا جائے، اور خواہ کوئی نماز کے انتظار کے دوران سو جائے۔ [1]

اور مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنا چونکہ تقرب اور ثواب کو حاصل کرنے کی نیت ہے، اس لئے اس پر شرعی اعتکاف کی حقیقت صادق آتی ہے، خواہ اس کو کوئی بھی نام دیا جائے، اس لئے یہ فضیلتیں نفلی اعتکاف کرنے والے پر بھی صادق آتی ہیں۔ [2]

اور احادیث میں کیونکہ اس کے لئے کسی مدت کو مقرر نہیں کیا گیا، اس لئے یہ عمل جتنے وقت کے لئے بھی کیا جائے، خواہ تھوڑی بہت دیر کے لئے ہی ہو، تو اس کو یہ گونا گوں فضیلتیں حاصل ہوں گی، اسی سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ نفلی اعتکاف کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں، اور نہ ہی اس کے لئے روزہ ضروری ہے، اور نہ ہی باوضو ہونا ضروری ہے، البتہ کامل اور نماز کے ثواب اور فرشتوں کی دعا کی فضیلت حاصل کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ باوضو ہو۔

---

[1] مگر افسوس ہے کہ آج کے دور میں بہت سے لوگوں کو نماز سے پہلے مسجد میں پہنچ کر نماز کا انتظار گوارا نہیں، اولاً تو بہت تاخیر سے اس وقت پہنچتے ہیں، جب نماز کھڑی ہو چکی ہوتی ہے، اور اگر مقررہ وقت سے چند سیکنڈ بھی زیادہ ہو جائیں تو اس کو برداشت نہیں کرتے، اور نماز سے فارغ ہو کر بھی بہت جلدی مسجد سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ تاخیر سے پیچھے آ کر نماز میں شامل ہوتے ہیں، اور سلام پھرتے ہی پیچھے ہی سے جلدی سے نکل کر چلے جاتے ہیں۔

[2] ویصح الاعتکاف ساعة واحدة، فینبغی لکل جالس فی المسجد لانتظار الصلاة أو لشغل آخر من آخرة أو دنیا أن ینوی الاعتکاف (مرقاة المفاتیح، ج۴ ص ۱۴۴۶، باب الاعتکاف، الفصل الاول)

کئی احادیث میں بعض مخصوص اوقات میں مساجد میں نفلی اعتکاف کی عظیم فضیلت آئی ہے، چنانچہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفلی اعتکاف کی خاص فضیلت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت مسجد میں نفلی اعتکاف فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو اپنی نماز والی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہوجاتا (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهٖ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ (سنن أبی داود) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو سورج کے اچھی طرح طلوع ہونے تک اسی مجلس میں چارزانو بیٹھے رہتے تھے (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک مسجد میں نفلی اعتکاف کرنا مستحب ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں اعتکاف کے لئے نماز والی مخصوص حالت پر بیٹھنا ضروری نہیں، بلکہ چارزانو اور دوسری حالت پر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۶۷۰"۲۸۷"کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ،باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، وفضل المساجد، واللفظ لہٗ، ترمذی، رقم الحدیث ۵۸۵.

[2] رقم الحدیث ۴۸۵۰، کتاب الادب، باب فی الرجل یجلس متربعا.

[3] (وعن جابر بن سمرة) بفتح المهملة وضم الميم (رضى الله عنهما قال :كان النبى إذا صلى الفجر تربع) أى جلس متربعاً فى مصلاه :أى محل صلاته يذكر الله تعالى واستمر جالساً (حتى تطلع الشمس حسناء) أى بيضاء ففيه دليل جواز القعود متربعاً (حديث صحيح رواه أبو داود)(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، تحت رقم الحديث ۲۸۲۱،باب جواز أى إباحة الاستلقاء)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ أَقْعُدَ أَذْكُرُ اللّٰهَ وَأُكَبِّرُهُ وَأَحْمَدُهُ وَأُسَبِّحُهُ وَأُهَلِّلُهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ رَقَبَتَيْنِ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ، وَمِنْ بَعْدِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۹۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (فجر کی نماز کے بعد) بیٹھ کر اللہ کا ذکر کروں، اور اللہ کی بڑائی، اور حمد اور تسبیح اور تہلیل پڑھوں، یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں دو یا زیادہ غلام حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آزاد کروں (جن کو آزاد کرنے کا اجر زیادہ ہے) اور عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک بھی اسی طرح ذکرُاللہ میں مشغول رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ، حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ، مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً مِّنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ وَلَأَنْ أَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ أَرْبَعَةً

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

قال المنذرى: رواه أحمد بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج ۱ ص ۱۷۸)

وقال الهيثمى: رواه كله أحمد والطبرانى بنحو الرواية الثانية وأسانيده حسنة (مجمع الزوائد، ج ۱۰ ص ۱۰۴)

(سنن أبی داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فجر کی نماز سے لے کر سورج طلوع ہونے تک اس قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے، اس بات سے کہ میں حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار افراد آزاد کروں، اور میں عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک اس قوم کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ کا ذکر کرے، یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میں چار افراد آزاد کروں (ابوداؤد)

اللہ کا ذکر خواہ تسبیح وتہلیل کی شکل میں ہو، یا تلاوت وسماعتِ قرآن کی شکل میں، یا علم میں مشغولی کی شکل میں، سب ذکر میں داخل ہے۔

اور اسی وجہ سے جو شخص دین کی بات یا قرآن مجید کی تلاوت سُنے، وہ بھی اس میں داخل ہے۔

اور ساتھ بیٹھنے سے مراد اس عمل کو کرنے والوں کی معیت وصحبت اختیار کرنا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی کسی دوسرے دینی کام مثلاً جنازے میں شرکت کے لئے چلا جائے، تو وہ اس سے خارج نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ٣٦٦٧، کتاب العلم، باب فی القصص، المکتبة العصریة، بیروت.

[2] (وعن أنس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :لأن أقعد ")أی :لقعودی واللام للابتداء ، وجعله ابن حجر للقسم("مع قوم يذكرون الله ")وهو يعم الدعاء والتلاوة ومذاكرة العلم وذكر الصالحين("من صلاة الغداة ")أی :الصبح("حتى تطلع الشمس، أحب ") أی: أفضل("إلى ") ، أی :عندی("من أن أعتق أربعة من ولد إسماعيل ")بفتح الواو واللام وبضم الأول وسكون الثانی، خصص بنی إسماعيل لشرفهم وإنافتهم على غيرهم من العرب، والعرب أفضل الأمم، ولقربهم منه عليه السلام ومزيد اهتمامه بهم("ولأن أقعد مع قوم يذكرون الله من صلاة العصر إلى أن تغرب الشمس أحب إلى من أن أعتق أربعة ")قال ابن الملک :إطلاق الأرقا والعتق عليهم على الفرض والتقدير، يعنی فلا يصلح كونه دليلا للشافعی على أنه يجوز ضرب الرق على العرب ;إذ لو امتنع رقهم لم يقل عليه السلام إن هذا أحب إليه من عتقهم، وأغرب ابن حجر وقال :فيه أوضح دليل للشافعی مع أنه غير واضح فضلا عن أن يكون أوضح، قال الطيبی: وتخصيص الأربعة لا يعلم إلا منه عليه السلام ويجب علينا التسليم، ويحتمل أن يكون ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد سورج طلوع اور غروب ہونے تک ذکر میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لانقسام العمل الموعود عليه أربعة، وقيل فى بيانه، ولعل ذكر أربعة لأن المفضل مجموع أربعة أشياء :ذكر الله، والقعود له، والاجتماع عليه، والاستمرار به إلى الطلوع أو الغروب، وقال ابن الملك :الأربعة هى القعود أى لذكر الله، وكونه مع قوم يذكرون الله، وكون ذلك من الغدوة أو العصر واستمراره إلى الطلوع أو الغروب اهـ.والظاهر أن المراد بالقعود معهم استمراره معهم فلا ينافى قيامه تعظيما لبعضهم حيا أو لجنازتهم ميتا، وقال ابن حجر فى قوله :أربعة أولا معرفة وفى الثانى نكرة ;لتفيد أن الأربعة هنا غير الأربعة ثمة بناء على أن الأشهر أن إعادة النكرة بعينها تقتضى المغايرة بخلاف المعرفة اهـ، وهو غريب منه مبنى ومعنى مع أنهما جملتان مستقلتان(رواه أبو داود)قال ميرك :وسكت عليه أبو داود، ورواه أبو يعلى أيضا، وقال فى الموضعين " :أربعة من ولد إسماعيل دية كل رجل منهم اثنا عشر ألفا، فاندفع ترديد ابن حجر لعدم اطلاعه حيث قال :ولم يقل هنا من ولد إسماعيل فيحتمل أنه مراد، وحذف من الثانى لدلالة الأول عليه، ويحتمل أنه غير مراد، والفرق أن أوائل النهار أحق بأن تستغرق بالذكر ;لأن النشاط فيها أكثر ويؤيده أنه صح فيه أن إحياءه بالذكر كأجر حجة وعمرة، ولم يرد نظير ذلك فيما بعد العصر اهـ، وقد يقال آخر النهار أولى بأن يستغرق بالذكر تداركا لما فاته أو وقع منه تقصير، ولم يلزم من تخصيص الشىء بالذكر نفى ما عداه كما هو مقرر (مرقاة المفاتيح، ج٢، ص ٧٦٩، تحت رقم الحديث ٩٧٠، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة)

(ولأن أقعد مع قوم يذكرون الله) ظاهره وإن لم يكن ذاكرا لأن الاستماع قائم مقام الذكر وهم القوم لا يشقى جليسهم (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٢٠٣)

قوله :(لأن أقعد) بفتح الهمزة أى لقعودى، واللام للابتداء ، وقيل :للقسم .(مع قوم يذكرون الله) لم يقل ذاكراً معهم لإفادة أن ذلك لا يتوقف على ما إذا ذكر معهم، بل الاستماع يقوم مقام الذكر، فما بالك بما إذا ذكر معهم؛ لأنهم القوم لا يشقى جليسهم، والذكر يعم الدعاء ، وتلاوة القرآن، والصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -، ويلحق به ما فى معناه، كدرس العلوم الشرعية (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، تحت رقم الحديث ٩٧٧، باب الذكر بعد الصلاة)

لادلالة فيه على قراء ة كل ذلك والدعاء بعدها مجتمعين، وأن يفعل ذلك كله فى المسجد، فان صيغة الجمع لاتستدعى الاجتماع والاصطحاب أصلا، نص على ذلك الاصوليون فمعنىٰ كلامه أن المسلمين ينبغى لهم قراء ة الأوراد المأثورة بعد المكتوبات بأن يأتى كل احد بها على حدة، ويدعو كل أحد بعدها لنفسه وللمسلمين (اعلاءُ السنن جلد ٣، صفحه ٢٠٦ و٢٠٧، باب الانحراف بعد السلام وكيفيته وسنية الدعاء والذكر بعدالصلاة)

يستحب لكل واحد من المصلين أن يدعو لنفسه ولمن حضره من إخوانه المسلمين من إمام ومأموم وليحذروا جميعا من الجهر بالذكر والدعاء وبسط الأيدى عنده أعنى عند الفراغ من الصلاة إن كان فى جماعة فإن ذلك من البدع لما تقدم ذكره(المدخل لابن الحاج، ج٢ص ٢٨١، التنفل فى المساجد بتوابع الفرائض)

مشغول رہ کر اعتکاف کرنے کی عظیم فضیلت ہے۔

اور اگر سورج طلوع ہونے تک ذکر میں مشغول رہ کر بعد میں دو رکعتیں پڑھ لی جائیں، یعنی اس وقت کے نفلی اعتکاف کا اختتام دو رکعتوں پر کیا جائے، تو اس کا اور بھی زیادہ اجر وثواب ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللّٰهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پھر بیٹھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں، تو اس کو ایک حج اور عمرہ کا اجر حاصل ہوگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پورا، پورا، پورا (اجر) حاصل ہوگا (ترمذی)

خواتین کو اپنے گھروں کی مساجد (یعنی گھر کی نماز پڑھی جانے والی مخصوص جگہوں) میں نماز پڑھنے اور وہاں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے اور فجر اور عصر کی نماز کے بعد ذکر وتسبیح کرنے اور فجر کے بعد سورج طلوع ہونے پر دو رکعت پڑھنے پر مذکورہ فضائل حاصل ہوں گے، اور جو شخص مسجد میں آنے سے معذور ہو، اور گھر میں نماز پڑھے، اس کو بھی بوجہ معذوری ومجبوری کے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گھر میں رہتے ہوئے اس عمل کے اختیار کرنے پر مذکورہ

---

[1] رقم الحدیث ۵۸۶، ابواب السفر، باب ذکر ما یستحب من الجلوس فی المسجد بعد صلاۃ الصبح حتی تطلع الشمس.

قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب، وسألت محمد بن إسماعیل: عن أبی ظلال؟ فقال: ھو مقارب الحدیث، قال محمد: واسمہ ھلال.

قال الالبانی: حسن (صحیح وضعیف سنن الترمذی، تحت رقم الحدیث ۵۸۶)

فضائل حاصل ہوں گے۔ [1]

ایک حدیث میں اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایک دن کے اعتکاف پر یہ فضیلت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کو آڑ بنادیں گے، جن کی مسافت آسمان وزمین (یا مشرق اور مغرب) کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہوگی۔ [2]

---

[1] ولو قعدت المرأة فی بطن بيتها أو من لا يقدر علی شهودها فی المسجد لكان كذلک إن شاء الله ذكر الفريابی(التمهيد لمافی المؤطا من المعانی والاسانيد، ج۱۹ ص ۳۹، تابع لحرف النون ، حديث ثامن واربعون لابی الزناد)

ولو قعدت المرأة فی مصلی بيتها تنتظر وقت الصلاة الأخری فتقوم إليها لم يبعد أن تدخل فی معنی الحديث لأنها حبست نفسها عن التصرف رغبة فی الصلاة وخوفا من أن تكون فی شغل يفوتها معه الصلاة(الاستذكار لابن عبدالبر، ج۲ص ۲۹۹،باب انتظار الصلاة والمشی اليها)

ثم الاعتكاف لا يصح إلا فی مسجد الجماعة لقول حذيفة رضی الله عنه لا اعتكاف الا فی مسجد جماعة وعن أبی حنيفة رحمه الله أنه لا يصح إلا فی مسجد يصلی فيه الصلوات الخمس لأنه عبادة إنتظار الصلاة فيختص بمكان تؤدی فيه أما المرأة فتعتكف فی مسجد بيتها لأنه هو الموضع لصلاتها فيتحقق انتظارها فيه(الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج ۱ ص ۱۲۹ ،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] حدثنا محمد بن العباس الأخرم، ثنا أحمد بن خالد الخلال، نا الحسن بن بشر قال :وجدت فی كتاب أبی، حدثنا عبد العزيز بن أبی رواد، عن عطاء ،عن ابن عباس، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال :من مشی فی حاجة أخيه كان خيرا له من اعتكاف عشر سنين، ومن اعتكف يوما ابتغاء وجه الله جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق، كل خندق أبعد مما بين الخافقين.

لم يرو هذا الحديث عن عبد العزيز بن أبی رواد إلا بشر بن سلم البجلی، تفرد به :ابنه (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۷۳۲۶)

أخبرنا أبو الحسين بن بشران، أخبرنا دعلج بن أحمد، حدثنا الحسين بن إدريس الهروی، حدثنا أحمد بن خالد الخلال البغدادی، حدثنا الحسن بن بشر، قال :وجاء بكتاب أبيه ولم يسمعه منه، قال :حدثنا عبد العزيز بن أبی رواد، عن عطاء ، عن ابن عباس، أنه كان معتكفا فی مسجد رسول الله صلی الله عليه وسلم، فأتاه رجل فسلم عليه، ثم جلس فقال له ابن عباس :يا فلان أراک كئيبا حزينا، قال :نعم يا ابن عم رسول الله صلی الله عليه وسلم لفلان علی حق، لا وحرمة صاحب هذا القبر ما أقدر عليه، قال ابن عباس :أفلا أكلمه فيک، قال :إن أحببت، قال :فانتقل ابن عباس ثم خرج من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث کی سند کو بعض حضرات نے جید قرار دیا ہے، لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی بشر بن سلم ہیں، جن پر بعض محدثین نے جرح فرمائی ہے۔ [1]

حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ يَعْلَى بْنَ أُمَيَّةَ كَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، وَكَانَ يَقْعُدُ فِي الْمَسْجِدِ سَاعَةً يَنْوِي بِهِ الْإِعْتِكَافَ (معرفة الصحابة،لأبي نعيم) [2]

ترجمہ: حضرت یعلیٰ بن امیہ جو کہ صحابی تھے، وہ مسجد میں کچھ دیر کے لئے ٹھہر جاتے تھے، جس میں اعتکاف کی نیت کرتے تھے (معرفۃ الصحابہ)

حضرت ابنِ جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَطَاءٌ: هُوَ اعْتِكَافٌ مَا مَكَثَ فِيهِ، وَإِنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المسجد، فقال له الرجل :أنسيت ما كنت فيه قال :لا ولكني سمعت صاحب هذا القبر صلى الله عليه وسلم والعهد به قريب فدمعت عيناه، وهو يقول " :من مشى في حاجة أخيه وبلغ فيها كان خيرا من اعتكاف عشر سنين، ومن اعتكف يوما ابتغاء وجه الله تعالى جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق أبعد ما بين الخافقين "(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٣٦٧٩، باب في الاعتكاف)

[1] قال الهيثمي:رواه الطبراني في الاوسط وإسناده جيد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٣٧١٦، ج٨ص ١٩٢، باب فضل قضاء الحوائج)

بشر بن سلم الهمداني البجلي :روى عن عبد العزيز بن أبي رواد عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما مرفوعاً " :من مشى في حاجة أخيه كان خيراً له من اعتكاف عشر سنين "رواه ابنه الحسن بن بشر عن كتاب أبيه بشر قال الطبراني في الأوسط لم يروه عن عبد العزيز إلا بشر بن سلم البجلي تفرد به ابنه وقال أبو حاتم :منكر الحديث .قلت :وذكره أبو جعفر الطوسي في رجال الشيعة وكناه أبا الحسن(لسان الميزان، ج ١ ص ٢١٥، تحت ترجمة بشر بن سلم الهمذاني)

وقال الالباني: وجملة القول :أن الحديث ضعيف؛ لضعف في بعض رواته، وجهالة في غيرهم، واضطرابهم في متنه، والنكارة التي فيه .وقد ضعفه الحافظ العراقي في "تخريج الإحياء٢/١٨٥ " وخالفه تلميذه الهيثمي، فقال ٨/١٩٢ "رواه الطبراني في "الأوسط"، وإسناده جيد !"وكأنه لم يستحضر حال بشر بن سلم، وإلا؛ لما جاز له أن يجود إسناده والله أعلم (سلسلة الأحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ٥٣٤٥)

[2] رقم الحديث ٦٦٣٧، ج٥ص ٢٨٠١، باب الياء،من اسمه يعلىٰ.

احْتِسَابَ الْخَيْرِ فَهُوَ مُعْتَكِفٌ وَإِلَّا فَلَا (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنی دیر بھی مسجد میں ٹھہرے، وہ اعتکاف ہے، اور اگر مسجد میں ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بیٹھے، تو وہ معتکف ہے، ورنہ نہیں (عبدالرزاق)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نفل اعتکاف ایک ساعت اور ایک لمحہ کے لئے بھی ہوجاتا ہے، بشرطیکہ اعتکاف کرنے یعنی اللہ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کی نیت ہو۔

مذکورہ احادیث وروایات سے نفل اعتکاف کے مختلف فضائل اور فوائد معلوم ہوئے۔

نفل اعتکاف کے احکام

نفل اعتکاف کے فضائل وفوائد ذکر کئے جانے کے بعد نفل اعتکاف کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اعتکاف مستقل عبادت ہے، اس لئے جب بھی، اور جتنی دیر کے لئے بھی باوضو یا بے وضو، روزہ کی حالت میں یا بغیر روزہ کے نفل اعتکاف کیا جائے، تو وہ درست ہوجاتا ہے، البتہ باوضو اعتکاف کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٨٠٠٧، كتاب الاعتكاف، باب الجوار والاعتكاف.

[2] حنفیہ کے نزدیک نفلی اعتکاف ایک لمحہ کے لئے بھی منعقد ہوجاتا ہے، خواہ نماز کے انتظار کی نیت سے مسجد میں بیٹھے، یا کسی اور شغل کے لئے جبکہ تقرب کی نیت کرے، بلکہ مسجد میں گزرتے ہوئے بھی اگر اعتکاف اور حصولِ ثواب کی نیت کرلی جائے، تب بھی نفلی اعتکاف متحقق ہوجاتا ہے۔

نہ تو اس کے لئے روزہ شرط ہے اور نہ ہی باوضو ہونا اور نماز کا انتظار کرنا؛ وہ الگ بات ہے کہ روزہ رکھ کر اور باوضو ہوکر نماز کا انتظار کرنے کی صورت میں بھی اعتکاف متحقق ہوجاتا ہے، اور اس کی فضیلت زیادہ ہے، لیکن نفسِ اعتکاف کا وجود ان چیزوں پر موقوف نہیں، جیسا کہ وقوفِ عرفہ کا معاملہ ہے، کیونکہ اعتکاف اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت ومجاورت اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی ملازمت کی بناء پر اظہارِ عبودیت کی صورت میں عبادت ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... اعتکاف کیونکہ ایسی عبادت ہے، جو نیت کے ساتھ ہی معتبر ہوتی ہے، اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادتِ مقصودہ ہے، جو روزہ وغیرہ کی شرط کے بغیر بھی ادا ہو جاتی ہے۔
اگر اعتکاف کو عبادتِ مقصودہ قرار نہ دیا جائے، تو پھر ایک لمحہ کے لئے اور چلنے کی حالت میں اور نماز کے انتظار کے علاوہ کسی اور شغل کے لئے مسجد میں جانے یا بیٹھنے کی صورت میں متحقق نہیں ہونا چاہئے۔

وأقله نفلا :مدة يسيرة ولو كان ماشيا على المفتي به (نورالايضاح، ج ١، ص ١٤٥، باب الاعتكاف)

ويصح الاعتكاف ساعة واحدة، فينبغي لكل جالس في المسجد لانتظار الصلاة أو لشغل آخر من آخرة أو دنيا أن ينوى الاعتكاف (مرقاة المفاتيح، ج٤ص ١٤٤٦، باب الاعتكاف، الفصل الاول)

والاعتكاف له أصل أيضا في الفروض وهو الوقوف بعرفة (بدائع الصنائع، ج٥، ص٨٣، كتاب النذر، بيان ركن النذر وشرائطه)

الاعتكاف تقرب إلى الله تعالى بمجاورة بيته والإعراض عن الدنيا والإقبال على خدمته لطلب الرحمة وطمع المغفرة حتى قال عطاء الخراساني مثل المعتكف مثل الذى ألقى نفسه بين يدى الله تعالى يقول :لا أبرح حتى يغفر لى؛ ولأنه عبادة لما فيه من إظهار العبودية لله تعالى بملازمة الأماكن المنسوبة إليه (بدائع الصنائع، ج٢، ص١٠٨، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف)

الاعتكاف عبادة مقصودة بنفسه؛ لأنه لبث وقرار في المسجد، وانتظار للصلاة في مكان الصلاة (المحيط البرهاني، ج٢، ص٤٠٧، كتاب الصوم، الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

ولا يرد الاعتكاف حيث لم يوجب في الشرع من جنسه، وهو معتبر لأنه لبث في مسجد جماعة عبادة، وهو من جنس الوقوف بعرفات(البناية شرح الهداية، ج٩، ص٨٧، ص٨٨، كتاب أدب القاضي، فصل في القضاء بالمواريث، قال مالي في المساكين صدقة)

ولا يرد الاعتكاف حيث لم يوجب في الشرع من جنسه شيء ، وهو معتبر؛ لأنه لبث في مسجد جماعة عبادة وهو من جنس الوقوف بعرفات(العناية شرح الهداية، ج٧، ص ٣٥٢، كتاب ادب القاضي، مسائل شتى من كتاب القضاء، فصل في القضاء بالمواريث)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو اپنے گھر کے لئے رکوع سجود وغیرہ سے الگ مستقل عبادت کے طور پر ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (سورة البقرة، آيت ١٢٥)

اس کے علاوہ بہت سے فقہائے کرام کسی بھی قسم کے اعتکاف کے لئے مطلقاً روزہ کو شرط قرار نہیں دیتے، اور اُن کی دلیل بھی یہی ہے کہ اعتکاف روزہ سے الگ مستقل عبادت ہے۔

جہاں تک اعتکافِ منذور کے لئے روزہ کے شرط ہونے نہ ہونے کا معاملہ ہے، تو یہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے، اور اس میں فقہائے کرام کی آراء دونوں قسم کی پائی جاتی ہیں، جس پر بحث آگے واجب اعتکاف کے ذیل میں آتی ہے۔

لئے اس عبادت کے درست ہونے کے لئے مسلمان ہونا اور عاقل ہونا ضروری ہے، تاکہ عبات کی نیت متحقق ہوسکے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... اعتکاف کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، بلکہ سمجھدار، نابالغ بچے اور بچی کا اعتکاف کرنا بھی درست ہے، جس طرح سے کہ اس کا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست ہے، اور اسی طرح اعتکاف کے لئے مرد اور آزاد ہونا بھی ضروری نہیں، بلکہ عورت کا اپنے شوہر اور غلام کا اپنے مالک کی اجازت سے اعتکاف کرنا درست ہے۔ [2]

---

[1] ومنها الإسلام والعقل (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص ۳۲۲،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

وأما شرائط صحته فنوعان :نوع يرجع إلى المعتكف، ونوع يرجع إلى المعتكف فيه.

أما ما يرجع إلى المعتكف فمنها :الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس، وإنها شرط الجواز فى نوعى الاعتكاف الواجب والتطوع جميعا؛ لأن الكافر ليس من أهل العبادة.

وكذا المجنون؛ لأن العبادة لا تؤدى إلا بالنية وهو ليس من أهل النية (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۲ص۱۰۸،كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[2] وأما البلوغ فليس بشرط حتى يصح اعتكاف الصبى العاقل كالصوم وكذا الذكورة والحرية فيصح من المرأة والعبد بإذن الزوج والمولى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص ۳۲۲، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ويصح الاعتكاف من الصبى العاقل كغيره من العبادات(فتح القدير ج۲،ص۴۰۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف فيصح من الصبى العاقل؛ لأنه من أهل العبادة، كما يصح منه صوم التطوع.

ولا تشترط الذكورة والحرية فيصح من المرأة والعبد بإذن المولى والزوج، إن كان لها زوج؛ لأنهما من أهل العبادة، وإنما المانع حق الزوج والمولى، فإذا وجد الإذن فقد زال المانع ولو نذر المملوك اعتكافا فللمولى أن يمنعه عنه، فإذا أعتق قضاه، وكذلك المرأة إذا نذرت فلزوجها أن يمنعها فإذا بانت قضت؛ لأن للزوج ملك المنفعة فيها، وللولى ملك الذات والمنفعة فى المملوك، وفى الاعتكاف تأخير حقهما فى استيفاء المنفعة فكان لهما المنع ما داما فى ملك الزوج والمولى فإذا بانت المرأة وأعتق المملوك؛ لزمهما قضاؤه، ولأن النذر منهما قد صح لوجوده من الأهل لكنهما منعا لحق المولى والزوج، فإذا سقط حقهما بالعتق والبينونة فقد زال المانع فيلزمهما القضاء وأما المكاتب فليس للولى أن يمنعه من الاعتكاف الواجب والتطوع؛ لأن المولى لا يملك منافع مكاتبه؛ فكان كالحر فى حق منافعه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4...... اعتکاف کے لئے دل میں نیت کا ہونا ضروری ہے، زبان سے مخصوص الفاظ کہنا ضروری نہیں۔ [1]

اور اعتکاف کی نیت کے لئے جس طرح دل میں یہ نیت کرنا معتبر ہے کہ وہ اعتکاف کرتا ہے، اسی طرح مسجد میں عبادت وتقرُّب اور ثواب حاصل کرنے کی دل میں نیت کرنا بھی کافی ہے، کیونکہ شرعی اعتکاف کی حقیقت تقرُّب وعبادت یا حصولِ ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 5...... اعتکاف درست ہونے کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے، مسجد کے علاوہ کسی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا أذن الرجل لزوجته بالاعتكاف؛ لم يكن له أن يرجع عنه؛ لأنه لما أذن لها بالاعتكاف فقد ملكها منافع الاستمتاع بها فی زمان الاعتكاف، وهی من أهل الملک، فلا يملک الرجوع عن ذلک والنهی عنه بخلاف المملوک إذا أذن له مولاه بالاعتكاف أنه يملک الرجوع عنه؛ لأن هناک ما ملكه المولی منافعه؛ لأنه ليس من أهل الملک وإنما أعاره منافعه، وللمعير أن يرجع فی العارية متى شاء ، إلا أنه يكره له الرجوع؛ لأنه خلف فی الوعد وغرور فيكره له ذلک(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۲ص۱۰۸، ۱۰۹، کتاب الاعتکاف،فصل شرائط صحة الاعتکاف)

[1] وشرعا اللبث فی المسجد مع نيته فالركن هو اللبث والكون فی المسجد والنية شرطان للصحة (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲،ص۳۲۲،کتاب الصوم،باب الاعتکاف)

ومنها :النية لأن العبادة لا تصح بدون النية(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۲ص۱۰۹، کتاب الاعتکاف،فصل شرائط صحة الاعتکاف)

(وأما شروطه) فمنها النية حتى لو اعتكف بلا نية لا يجوز بالإجماع كذا فی معراج الدراية(الفتاویٰ الهندية، ج۱، ص۲۱۱، کتاب الصوم، الباب السابع)

وأما النية فلأنه عبادة فلا بد من النية (الاختيار لتعليل المختار، ج۱، ص۱۳۷، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

النية ركن للاعتكاف عند المالكية والشافعية والحنابلة، وشرط له عند الحنفية، وذلک لأن الاعتكاف عبادة مقصودة، فالنية واجبة فيه، فلا يصح اعتكاف بدون نية .سواء كان الاعتكاف مسنونا أم واجبا، كما يجب التمييز بين نية الفرض والنفل فی الاعتكاف، ليتميز الفرض من السنة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۲۱۰، وص۲۱۱، النية فی الاعتكاف)

[2] الاعتكاف، وهو فی اللغة :اللبث مطلقا ...... وفی الشرع :الاعتكاف الإقامة فی المسجد واللبث فيه على وجه التقرب إلى الله تعالى (عمدة القاری، ج۱۱، ص۱۴۰، کتاب الاعتکاف، الناشر :دار إحياء التراث العربی -بيروت)

اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں۔ [1]

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کا اعتکاف درست ہونے کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ گھر کی نماز پڑھے جانے والی مخصوص جگہ میں بھی عورت کو اعتکاف کرنا درست ہے، جس کی تفصیل اور متعلقہ مسائل آگے مسنون اعتکاف کے ذیل میں آتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 6...... نفلی اعتکاف ہر شرعی مسجد میں ہوسکتا ہے خواہ وہاں پنج وقتی نماز باجماعت کا انتظام ہو یا نہ ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر 7...... اعتکاف کیونکہ مسجد میں ہوتا ہے، اور مسجد میں حیض اور نفاس والی عورت اور جنبی (یعنی جس پر غسل واجب ہو) کا داخلہ منع ہے۔ [3]

---

[1] وأما الذی یرجع إلی المعتکف فیه :فالمسجد وإنه شرط فی نوعی الاعتکاف :الواجب والتطوع؛ لقوله تعالی (ولا تباشروهن وأنتم عاکفون فی المساجد)وصفهم بکونهم عاکفین فی المساجد مع أنهم لم یباشروا الجماع فی المساجد؛ لینهوا عن الجماع فیها فدل أن مکان الاعتکاف هو المسجد ویستوی فیه الاعتکاف الواجب والتطوع؛ لأن النص مطلق(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۲ ص ۱۱۲،۱۱۳، کتاب الاعتکاف،فصل شرائط صحة الاعتکاف)

وشرعا اللبث فی المسجد مع نیته فالرکن هو اللبث والکون فی المسجد والنیة شرطان للصحة(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲،ص ۳۲۲، کتاب الصوم،باب الاعتکاف)

[2] أما فی النفل فیجوز فی غیر مسجد الجماعة ذکره فی النهایة(البحر الرائق، ج۲، ص ۳۲۳، باب الاعتکاف، اقل الاعتکاف)

[3] البتہ بعض فقہاء کے نزدیک جنبی کو مسجد سے گزرنا جائز ہے، اسی طرح جو شخص مسجد میں معتکف ہو، اور اس کو جنابت لاحق ہوجائے، تو اسے بوقتِ ضرورت تیمّم یا وضو کرکے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے، جس کی تفصیل آگے مسنون اعتکاف کے مسائل کے ذیل میں آتی ہے۔

فی شرح السنة :لا یجوز للجنب ولا للحائض المکث فی المسجد، وبه قال الشافعی ومالک وأصحاب أبی حنیفة، وجوز الشافعی المرور فیه، وبه قال مالک، وجوز أحمد والمزنی المکث فیه أیضا، وأولوا (عابری سبیل)بالمسافرین تصیبهم الجنابة فیتیممون ویصلون(مرقاة المفاتیح، ج۲ ص ۴۳۹، کتاب الطهارة، باب مخالطة الجنب وما یباح له)

(قلت) من الذین ذهبوا إلی التیمم الثوری واسحق قال وکذا قول أبی حنیفة فی الجنب المسافر یمر علی مسجد فیه عین ماء فإنه یتیمم ویدخل المسجد فیستقی ثم یخرج الماء من المسجد وفی نوادر ابن أبی زید من نام فی المسجد ثم احتلم ینبغی أن یتیمم لخروجه وقال الشافعی له العبور فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے حیض ونفاس اور جنابت کی حالت میں اعتکاف جائز نہیں۔ [1]

البتہ اگر عورت اپنے گھر کی مسجد (یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ) میں حیض ونفاس کی حالت میں کچھ وقت بیٹھ کر ذکر وعبادت کرے، تو اس میں حرج نہیں، اور امید ہے کہ اس کو نفلی اعتکاف کا ثواب حاصل ہو جائے گا، کیونکہ گھر کی مسجد میں حیض ونفاس کی حالت میں داخل ہونا اور حیض ونفاس کی حالت میں ذکر وتسبیح منع نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المسجد من غير لبث كانت له حاجة أو لا ومثله عن الحسن وابن المسيب وعمرو بن دينار وأحمد وعن الشافعي له المكث فيه إذا توضأ وقال داود والمزني يجوز له المكث فيه مطلقا واعتبره بالمشرك وتعلقوا بقوله -صلى الله عليه وسلم - (المؤمن لا ينجس) وروى سعيد بن منصور في سننه بسند جيد عن عطاء "رأيت رجالا من الصحابة يجلسون في المسجد وعليهم الجنابة إذا توضؤوا للصلاة "وحديث وفد ثقيف وإنزالهم في المسجد وأهل الصفة وغيرهم كانوا يبيتون في المسجد وكان أحمد بن حنبل يقول يجلس الجنب فيه ويمر فيه إذا توضأ ذكره ابن المنذر واحتج من أباح العبور بقوله تعالى (ولا جنبا إلا عابري سبيل) قال الشافعي قال بعض العلماء القرآن معناه لا تقربوا مواضع الصلاة وأجاب من منع بأن المراد بالآية نفس الصلاة وحملها على مكانها مجازا وحملها على عمومها أي لا تقربوا الصلاة ولا مكانها على هذه الحال إلا أن تكونوا مسافرين فتيمموا وأقربوا ذلك وصلوا وقد نقل الرازي عن ابن عمر وابن عباس أن المراد بعابري السبيل المسافر يعدم الماء يتيمم ويصلي والتيمم لا يرفع الجنابة فأبيح لهم الصلاة تخفيفا .وفي طهارة الماء المستعمل لأنه خرج ورأسه يقطر .وفي رواية أخرى ينطف وهي بمعناها (عمدة القاري، ج٣، ص٢٢٥، و٢٢٦، كتاب الغسل، باب إذا ذكر في المسجد أنه جنب يخرج كما هو ولا يتيمم)

[1] أما ما يرجع إلى المعتكف فمنها :الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحيض والنفاس، وإنها شرط الجواز في نوعي الاعتكاف الواجب والتطوع جميعا؛ لأن الكافر ليس من أهل العبادة. وكذا المجنون؛ لأن العبادة لا تؤدى إلا بالنية وهو ليس من أهل النية.
والجنب والحائض والنفساء ممنوعون عن المسجد وهذه العبادة لا تؤدى إلا في المسجد (بدائع الصنائع، ج٢ص١٠٨، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[2] حدثنا عفان ، قال :حدثنا أبو عوانة ، قال :حدثنا سعيد بن أبي بردة ، قال :رأيت أبا وائل جالسا في مسجد البيت ، ثم دعا بطست فبال فيها(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ١٨٥٨، كتاب الطهارة،باب في الرجل يبول في بيته الذي هو فيه)
ويكره أن تكون قبلة المسجد إلى متوضأ أو مخرج أو حمام لأن فيه ترك تعظيم المسجد وأما مسجد البيت وهو الموضع الذي عينه صاحب البيت للصلاة فلا بأس بذلك لأنه ليس بمسجد حقيقة فلا يكون له حكم المسجد(بدائع الصنائع ،ج٥ص١٢٦، كتاب الاستحسان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 8......نفلی اعتکاف کے لئے کوئی وقت اور مدت مقرر نہیں، اس لئے نفلی اعتکاف رمضان اور غیر رمضان میں اور رات اور دن میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے،اور اسی طرح تھوڑے اور زیادہ وقت کے لئے بھی جتنا چاہیں کیا جاسکتا ہے،اسی لئے نفلی اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا بھی ضروری نہیں، کیونکہ نفلی عبادت کا دارومدار سہولت اور آسانی پر ہوتا ہے، جیسا کہ نفل نماز میں قیام فرض نہیں ہوتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(و) كـره كراهة التحريم (الوطىء) أى الجماع (والحدث) أى ما يخرج من السبيلين عمدا من البول والغائط والمنى والمذى، كذا قاله الشارح .والأظهر أن يقال :ما يجعله متنجسا، ليشمل القىء والدم ونحوهما، وليخرج الريح والنوم وأمثالهما .(فوقه) لأن علو المسجد له حكمه .ولهذا صح الاقتداء منه بمن فى المسجد، ولم يبطل الاعتكاف بالصعود إليه .وفى معنى السطح، فوق جدار المسجد .(لا) يكرهان (فوق بيت فيه مسجد) أى موضع أعد للصلاة، لأنه لا يأخذ حكم المسجد .ولهذا لا يصح الاعتكاف فيه إلا للنساء .والتقييد بالفوق للمشاكلة، وإلا فهما لا يكرهان فى البيت الذى فيه مسجد، فكيف فوقه .بل الظاهر أنهما لا يكرهان فى مسجد البيت أيضا، فإنه ليس بمسجد حتى جاز بيعه .فلم يكن له حرمة المسجد كما فى الكافى .وفى الخلاصة: يندب لكل مسلم أن يتخذ مسجدا فى بيته يصلى فيه النوافل والسنن، لكن ليس له حكم المسجد(شرح النقاية ، ج ا ص ۳۶۶،۳۶۷)

ويستحب للحائض إذا دخل وقت الصلاة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد بيتها تسبح وتهلل قدر ما يمكنها أداء الصلاة لو كانت طاهرة .كذا فى السراجية(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۳۸، كتاب الطهارة، الباب السادس، الفصل الرابع)

[1] البتہ مسنون اعتکاف جن شرائط وخصوصیات کے ساتھ ثابت ہے، جیسا کہ روزہ رکھ کر اس کے مسنون ہونے کے لئے ان چیزوں کی رعایت ضروری ہوگی، جس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں استثناء کی بحث میں ذکر کر دی گئی ہے۔

والاعتكاف ضربان واجب ونفل فالنفل يجوز بغير صوم وهو أن يدخل المسجد بنية الاعتكاف من غير أن يوجبه على نفسه فيكون معتكفا بقدر ما أقام فإذا خرج انتهى اعتكافه(الجوهرة النيرة، ج ا، ص ۱۴۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأقله نفلا :مدة يسيرة ولو كان ماشيا على المفتى به (نورالايضاح، ج ا، ص ۱۴۵، باب الاعتكاف)

ويصح الاعتكاف ساعة واحدة، فينبغى لكل جالس فى المسجد لانتظار الصلاة أو لشغل آخر من آخرة أو دنيا أن ينوى الاعتكاف، فإذا خرج ثم دخل يجدد النية اهـ وهو قول الإمام محمد من أصحابنا فى اعتكاف النفل، فينبغى إذا دخل المسجد أن يقول :نويت الاعتكاف ما دمت فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور نفلی اعتکاف جس طرح بہت کم وقت کے لئے کیا جاسکتا ہے، اسی طرح طویل اور لمبے وقت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے، مثلاً پندرہ بیس دن یا مہینے، دو مہینے کے لئے۔

بعض احادیث میں ایک اور دو مہینے کے اعتکاف کا بھی ذکر آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المسجد (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۴۶، باب الاعتكاف، الفصل الاول)

(وأقله نفلا ساعة)من ليل أو نهار عند محمد وهو ظاهر الرواية عن الإمام لبناء النفل على المسامحة وبه يفتى (الدرالمختار، ج۲، ص۴۴۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(هو) لغة اللبث والدوام على الشيء وشرعا (لبث رجل في مسجد جماعة أو امرأة في بيتها بنيته) أي الاعتكاف (وهو واجب في المنذور وسنة مؤكدة في العشرة الأخيرة من رمضان ومستحب فيما سواه) أي العشر الأخير (والصوم شرط الصحة الأول) يعني الواجب (لا للثالث) يعني المستحب (فأقله) أي أقل الاعتكاف المستحب على عدم اشتراط الصوم، وهو ظاهر الرواية عن الإمام ومختارهما (ساعة) وليس لها حد معين حتى لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح؛ لأن مبنى النفل على المساهلة(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱، ص ۲۱۲، و۲۱۳، أقل الاعتكاف، باب الاعتكاف، الناشر :دار إحياء الكتب العربية)

واختلفت روايات في النفل، وروى الحسن عن أبي حنيفة الصوم شرط لصحته، وفي ظاهر الرواية ليس بشرط، وهو قول أبي يوسف ومحمد(المحيط البرهاني، ج۲ص ۴۰۵، كتاب الصوم،الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

ثم الصوم شرط لصحة الواجب منه رواية واحدة ولصحة التطوع فيما روى الحسن عن أبي حنيفة لما ذكرنا من الأدلة من غير فصل وأقله على هذه الرواية يوم يدخل في المسجد قبل طلوع الفجر ويخرج بعد غروب الشمس فإن قطعه قبل ذلك قضاه ولو أفسده يقضيه وفي ظاهر الرواية عن أبي حنيفة وهو قولهما إن الصوم ليس بشرط فيه وليس لأقله تقدير على الظاهر حتى لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح لأن مبنى النفل على المساهلة ولهذا يصلي النفل قاعدا وراكبا مع القدرة على القيام والنزول (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۴۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] عن رجل، عن عائشة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف هو وخديجة شهرا، فوافق ذلك رمضان(مسند أبي داود الطيالسي، رقم الحديث ۱۶۴۳)

قال البوصيري:رواه أبو داود الطيالسي والحارث بسند حسن .وسيأتي بتمامه في علامات النبوة (اتحاف الخيرة المهرة، تحت رقم الحديث ۲۳۶۲، باب ماجاء في الاعتكاف)

قيل :يا رسول الله من أحب الناس إلى الله ؟ قال : أنفعهم للناس ، وإن أحب الأعمال إلى الله سرور تدخله على مؤمن :تكشف عنه كربا ، أو تقضي عنه دينا ، أو تطرد عنه جوعا ، ولأن أمشي مع أخي المسلم في حاجة أحب إلي من أن أعتكف شهرين في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 9...... کوئی شخص عبادت کی نیت سے مسجد میں داخل ہوا، یا کسی اور کام سے مسجد میں گیا اور داخل ہوتے وقت یا داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کی نیت کرلی، تو نفلی اعتکاف کا ثواب حاصل ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 10...... نفلی اعتکاف اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک آدمی مسجد میں رہے اور مسجد سے باہر نکلنے سے نفلی اعتکاف مکمل ہوجاتا ہے، ٹوٹتا یا فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسجد ، ومن كف غضبه ستر الله عورته ، ومن كظم غيظه ، ولو شاء أن يمضيه أمضاه ، ملأ الله قلبه رضى ، ومن مشى مع أخيه المسلم فى حاجة حتى يثبتها له ثبت الله قدميه يوم تزل الأقدام ، وإن سوء الخلق ليفسد العمل كما يفسد الخل العسل (قضاء الحوائج لابنِ ابى الدنيا، رقم الحديث ٣٦)

قال الالبانى:أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير ٢/٢٠٩/٣ "وابن عساكر فى "التاريخ (٢/١/١٨)"عن عبد الرحمن بن قيس الضبى أنبأنا سكين ابن أبى سراج أنبأنا عمرو بن دينار عن ابن عمر " :أن رجلا جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :يا رسول الله أى الناس أحب إلى الله وأى الأعمال أحب إلى الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :فذكره .وليس فيه الجملة التى بين المعكوفتين وليس عند ابن عساكر قوله " :ولأن أمشى " ...الخ. قلت :وهذا إسناد ضعيف جدا سكين هذا اتهمه ابن حبان، فقال " :يروى الموضوعات ."وقال البخارى " :منكر الحديث ."وعبد الرحمن بن قيس الضبى مثله أو شر منه، قال الحافظ فى "التقريب ":" متروك، كذبه أبو زرعة وغيره ." لكن قد جاء بإسناد خير من هذا، فرواه ابن أبى الدنيا فى "قضاء الحوائج "(ص ٨٠رقم ٣٦)وأبو إسحاق المزكى فى "الفوائد المنتخبة(١/١٤٧/٢) "ببعضه - وابن عساكر (١/١٤٤/١١)من طرق عن بكر بن خنيس عن عبد الله بن دينار عن بعض أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم (كذا قال ابن أبى الدنيا، وقال الآخران :عن عبد الله بن عمر -قال :قيل يا رسول الله من أحب الناس إلى الله " ...وفيه الزيادة . قلت :وهذا إسناد حسن، فإن بكر بن خنيس صدوق له أغلاط كما قال الحافظ . وعبد الله بن دينار ثقة من رجال الشيخين . فثبت الحديث .والحمد لله تعالى (السلسلة الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٩٠٦)

[1] وليس لأقله تقدير على الظاهر حتى لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح هكذا فى التبيين (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع)

[2] (و) أقل مدة اعتكاف النفل (ساعة عند محمد) فى الأصل وليس الصوم شرطا للنفل على ظاهر الرواية حتى لو دخل المسجد بنية الاعتكاف وهو معتكف عنده فلو شرع فى نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه على الظاهر؛ لأنه غير مقدر فلم يكن قطعه إبطالا (مجمع الانهر، ج ۱، ۲۵۶، باب الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 11...... نفلی اعتکاف کرنے والے نے جتنی دیر یا جتنے دن کے اعتکاف کی نیت کی ہو، اسے پورا کرنا بہتر ہے، لیکن ضروری نہیں، اگر کسی وجہ سے اس سے پہلے مسجد سے باہر نکل جائے، تو جتنی دیر اعتکاف میں رہا، اتنی دیر کا ثواب مل گیا اور باقی کی قضاء واجب نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... اگر کسی شخص نے چند دن کے نفلی اعتکاف کی نیت کی تھی لیکن مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی ایسا کام کرلیا جس سے مسنون اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، تو بھی نفلی اعتکاف نہیں ٹوٹتا، اور نہ ہی اس کی قضا کی ضرورت ہوتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 13...... جو شخص مسجد میں نفلی اعتکاف میں بیٹھا، تو اسے کسی غرض سے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، خواہ وہ غرض ضروری درجہ کی نہ ہو، اور اگر نفلی اعتکاف والا شخص بار بار مسجد سے باہر آئے، اور پھر مسجد میں جائے، اور مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف وعبادت اور ثواب حاصل کرنے کی نیت کرتا رہے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اس کو ہر مرتبہ داخل ہونے سے لے کر نکلنے تک نفلی اعتکاف کا ثواب حاصل ہوتا رہے گا۔ [3]

---

[1] (فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه) لأنه لا يشترط له الصوم (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله ثم قطعه) الأولى تركه ولكن سماه قطعا نظرا إلى رواية الحسن بتقديره بيوم (قوله لأنه لا يشترط له الصوم) الأولى التعليل بأنه غير مقدر بمدة (ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۴، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو اعتكف الرجل من غير أن يوجب على نفسه ثم خرج من المسجد لا شيء عليه كذا في الظهيرية(الفتاویٰ الهندية، ج۱، ص۲۱۴، كتاب الصوم، الباب السابع)

[2] (قوله :وإن خرج من المسجد . . .إلخ) شامل لمسجد البيت فی حق المرأة حتی لو خرجت منه إلى نفس بيتها فسد، وهذا فی النذر أما النفل فينتهي بالخروج(حاشية الشرنبلالی علی درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج۱، ص۲۱۴، أقل الاعتكاف، باب الاعتكاف، الناشر: دار إحياء الكتب العربية)

ولو شرع فيه ثم قطعه لا يلزمه القضاء فی رواية الأصل لأنه غير مقدر فلم يكن القطع إبطالا (الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج۲، ص۲۹۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[3] هذا كله فی الاعتكاف الواجب أما فی النفل فلا بأس بأن يخرج بعذر وغيره فی ظاهر الرواية، وفی التحفة لا بأس فيه بأن يعود المريض ويشهد الجنازة كذا فی شرح النقاية للشيخ أبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 14...... نفلی اعتکاف یوں تو ہر زمانہ میں کیا جاسکتا ہے لیکن رمضان میں نفلی اعتکاف کا زیادہ ثواب ہے۔

جن لوگوں کو رمضان المبارک کے پورے عشرہ میں سنت اعتکاف کرنے کا موقع نہ ملے ان کو چاہئے کہ وہ اعتکاف سے بالکل محروم نہ رہیں بلکہ نفلی اعتکاف کی سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جتنے دن نفلی اعتکاف کرسکتے ہوں اتنے دن کرلیں، اگر زیادہ نہ ہوسکے تو ایک ہی (چھٹی وغیرہ کے) دن کا اعتکاف کرلیں، یہ بھی نہ ہوسکے تو چند گھنٹے کا اعتکاف کرلیں۔

اور کم از کم مسجد میں جاتے ہوئے تو یہ نیت کرہی لیا کریں کہ جتنی دیر مسجد میں رہیں گے اتنی دیر اعتکاف اور ثواب حاصل کرنے کی حالت میں رہیں گے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المکارم (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۳، کتاب الصوم، الباب السابع)

وليس لها حد معين حتى لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح؛ لأن مبنى النفل على المساهلة (درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱، ص ۲۱۳، أقل الاعتكاف، باب الاعتكاف، الناشر: دار إحياء الكتب العربية)

وإذا نوى الاعتكاف المسنون، ثم خرج من المسجد، فهل يحتاج إلى تجديد نيته إذا رجع؟

ذهب الحنفية فى الظاهر من المذهب، والشافعية والحنابلة إلى أنه إذا خرج من الاعتكاف المسنون فقد انقطع اعتكافه، وإذا رجع فلا بد من تجديد نية اعتكاف مندوب آخر، لأن الخروج من المسجد منه للاعتكاف المندوب، لا مبطل له.

وذهب المالكية، وهو مقابل الظاهر عند الحنفية إلى أن المندوب يلزمه إذا نواه قليلا كان أو كثيرا بدخوله معتكفه، لأن النفل يلزم كماله بالشروع فيه، فإن لم يدخل معتكفه فلا يلزمه ما نواه.

فإذا دخل ثم قطع لزمه القضاء وإن اشترط عدم القضاء .

والظاهر من مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة أنه لا يلزمه الإتمام ولا قضاء عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۱۰، وج ۲۱۱، النية فى الاعتكاف)

[1] وما ثبت بشرف الوقت، وهو زيادة فضيلة حصلت لهذا الاعتكاف بسبب شرف الوقت(كشف الأسرار شرح أصول البزدوى، ج ۱، ص ۱۴۵، باب الامر، القضاء هل يجب بنص مقصود أم بالسبب الذى يوجب الأداء)

(عمرة فى رمضان تعدل حجة) أى تقابلها وتماثلها فى الثواب لأن الثواب يفضل بفضيلة الوقت ذكره المظهر .قال الطيبى :وهذا من باب المبالغة وإلحاق الناقص بالكامل ترغيبا وبعثا عليه وإلا كيف يعدل ثواب العمرة ثواب الحج اهـ .فعلم أنها لا تقوم مقامها فى إسقاط الفرض للإجماع على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

غرضیکہ نفلی اعتکاف ایسا آسان عمل ہے کہ اس کو انجام دینے میں نہ زیادہ وقت لگتا ہے اور نہ محنت کرنی پڑتی ہے اور مفت میں نفلی اعتکاف کا ثواب مل جاتا ہے۔

صرف توجہ اور نیت کی بات ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ عادت بنالی جائے کہ جب بھی کسی وجہ سے مسجد میں داخل ہوا کریں تو اعتکاف اور حصولِ ثواب کی نیت کرلیا کریں۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... عورت اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنے والی جگہ میں نفلی اعتکاف کر رہی ہو، تو اس کے لئے نفلی اعتکاف کے وہی احکام ہیں، جو مَردوں کے لئے مسجد میں نفل اعتکاف کے احکام ہیں۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

نفلی اعتکاف کے فضائل واحکام کا بیان بحمد اللہ تعالیٰ مکمل ہوا۔

اب مسنون اعتکاف کا بیان شروع کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن الاعتمار لا يجزء عن فرض الحج وفيه أن الشيء يشبه الشيء ويجعل عدله إذا أشبهه في بعض المعاني لا كلها وأن ثواب العمل يزداد بزيادة شرف الوقت كما يزيد بحضور القلب وخلوص النية فإن أفضل أوقات العمرة رمضان قال الراغب: والعمرة الزيادة التي فيها عمارة الوقت وجعل في الشرع للقصد المخصوص(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۶۱۳)

ويجوز الاعتكاف في جميع الأوقات والأفضل أن يعتكف في العشر الاخير من شهر رمضان لحديث أبي بن كعب وعائشة رضي الله عنهما ويجوز أن يعتكف ما شاء من ساعة ويوم وشهر كما يجوز أن يتصدق بما شاء من قليل وكثير وإن نذر اعتكافا مطلقا أجزأه ما يقع عليه الاسم قال الشافعي رحمه الله تعالى وأحب أن يعتكف يوما وإنما استحب ذلك ليخرج من الخلاف فإن أبا حنيفة لا يجيز أقل من يوم (المجموع شرح المهذب، ج۶، ص۴۸۸، ۴۸۹، كتاب الاعتكاف)

[1] هو في اللغة الإقامة على الشيء، وحبس النفس عليه، ومنه قوله -تعالى -(وأنتم عاكفون في المساجد)وقوله -عز وجل -(أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين)وقوله -سبحانه " -يعكفون على أصنام لهم "بضم الكاف وكسرها، وفي الشرع :المكث في المسجد من شخص مخصوص بصفة مخصوصة، قال الطيبي :مذهب الشافعي أن الصوم ليس بشرط، ويصح الاعتكاف ساعة واحدة، فينبغي لكل جالس في المسجد لانتظار الصلاة أو لشغل آخر من آخرة أو دنيا أن ينوي الاعتكاف، فإذا خرج ثم دخل يجدد النية اهـ وهو قول الإمام محمد من أصحابنا في اعتكاف النفل، فينبغي إذا دخل المسجد أن يقول :نويت الاعتكاف ما دمت في المسجد (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۴۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

مسنون اعتکاف کے فضائل واحکام

اعتکاف کی ایک قسم مسنون اعتکاف کہلاتی ہے، جس کا وقت رمضان کا آخری عشرہ ہے۔ [1]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ویسے بھی آخری عشرہ میں عبادت کی کثرت منقول ہے، کیونکہ یہ عشرہ انتہائی نورانی اور مقبول وقت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيَا لَيْلَهٗ وَ اَيْقَظَ اَهْلَهٗ (بخاری) [2]

ترجمہ: جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لئے) جگاتے تھے (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْقِظُ أَهْلَهٗ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (ترمذی) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے اہلِ خانہ کو

---

[1] قال القدوری: الاعتکاف مستحب، وقال صاحب الهداية :الصحيح أنه سنة مؤكدة، قال ابن الهمام :والحق خلاف كل من الإطلاقين، وهو أن يقال الاعتكاف ينقسم إلى واجب وهو المنذور تنجيزا، أو تعليقا، وإلى سنة مؤكدة، أى وهو اعتكاف العشر الأواخر من رمضان، وإلى مستحب وهو ما سواهما (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۴۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] رقم الحديث ۲۰۲۴، كتاب صلاة التراويح، باب العمل فى العشر الأواخر من رمضان.

[3] رقم الحديث ۷۹۵،ابواب الصوم، باب ماجاء فى ليلة القدر، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، رقم الحديث ۷۶۲.

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

قال شعيب الارنؤوط:اسناده حسن رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

(عبادت کے لئے) جگاتے تھے (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ شَمَّرَ الْمِئْزَرَ وَاعْتَزَلَ النِّسَاءَ (سنن البيهقى) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں تہبند کس لیا کرتے تھے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار فرماتے تھے (بیہقی)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ أَيْقَظَ أَهْلَهُ، وَرَفَعَ الْمِئْزَرَ قِيْلَ لِأَبِيْ بَكْرٍ: مَا رَفْعُ الْمِئْزَرِ ؟ قَالَ : اِعْتَزَلَ النِّسَاءَ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۰۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ رمضان کا آخری عشرہ داخل ہونے پر اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے، اور اپنا تہبند مضبوط کر لیتے تھے، ابوبکر راوی سے معلوم کیا گیا کہ تہبند مضبوط کرنا کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بیویوں سے علیحدگی اختیار کرتے تھے (مسند احمد)

تہبند مضبوط کر لینے کا ایک مطلب تو وہی ہے جو مذکورہ حدیث میں بیان کیا گیا کہ رات کو بیویوں سے الگ رہتے تھے، کیونکہ رات عبادت میں گزر جاتی تھی اور اعتکاف بھی ہوتا تھا، ابتداء میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، اس لئے اس وقت پورے مہینے بیویوں سے علیحدگی رہی، اور بعد میں جب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا، اس وقت اس عشرہ میں میاں بیوی والے خاص تعلقات سے علیحدگی رہتی تھی۔

---

[1] رقم الحديث ۸۵۶۲، كتاب الصيام، باب العمل فى العشر الأواخر من رمضان؛ فضائل الاوقات للبيهقى، رقم الحديث ۷۶، باب الاجتهاد فى العشر الأواخر من رمضان.

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

محدثین نے تہبند کس لینے کا ایک مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ خوب محنت اور کوشش سے عبادت کرتے تھے۔

اور یہ لفظ ایسا ہی ہے جیسے اُردو کی بول وچال میں محنت کا کام بتانے کے لئے بولا جاتا ہے کہ:

"کمر کس لو" [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِى الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِىْ غَيْرِهٖ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اتنی محنت نہیں کیا کرتے تھے (مسلم)

آخری عشرہ چونکہ خصوصیت کے ساتھ عبادت کا زمانہ ہے، اور لیلۃ القدر بھی اسی عشرہ میں ہوتی ہے، اس لئے اس پورے عشرہ کو عبادت میں مصروف ومشغول کرنے کے لئے اعتکاف بھی سنت ہے، کیونکہ معتکف عبادت میں ہوتا ہے، اور جب پورے عشرہ کا اعتکاف کرے گا، تو وہ پورا عشرہ عبادت میں مشغول رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ

---

[1] واعتزل النساء، وهو يؤيد أن المراد بالشد المبالغة فى الجد، قال النووى :قيل: معنى شد المئزر الاجتهاد فى العبادات زيادة على عادته -صلى الله عليه وسلم -فى غيره، ومعناه التشمير فى العبادة، يقال :شددت فى هذا الأمر مئزرى أى تشمرت له وتفرغت، وقيل : هو كناية عن اعتزال النساء وترك النكاح، ودواعيه وأسبابه، وهو كناية عن التشمير للعبادة والاعتزال من النساء معا (مرقاة المفاتيح ،ج۴ص ۱۴۴۱، كتاب الصوم، باب ليلة القدر)

[2] رقم الحديث ۱۱۷۵ "۸" كتاب الاعتكاف، باب الاجتهاد فى العشر الأواخر من شهر رمضان.

رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ اِعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ بَعْدُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں (بخاری؛ مسلم)

حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ (ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی اللہ تعالیٰ نے روح قبض فرمالی (ترمذی؛ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے

---

[1] رقم الحديث ۲۰۲۶، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف فى العشر الأواخر والاعتكاف فى المساجد كلها، واللفظ لهٗ؛ مسلم، رقم الحديث ۱۱۷۲ "۵" باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۶۲، باب الاعتكاف.

[2] رقم الحديث ۷۹۰، ابواب الصوم، باب ما جاء فى الاعتكاف؛ واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۶۲؛ مسند احمد، رقم الحديث ۷۷۸۴؛ واللفظ لهٗ؛ سنن كبرىٰ نسائى، رقم الحديث ۳۳۲۱؛ ابن حبان، رقم الحديث ۳۶۶۵، ذكر مداومة المصطفى صلى الله عليه وسلم على الاعتكاف فى العشر الأواخر من رمضان.

قال الترمذى: وفى الباب عن أبى بن كعب، وأبى ليلى، وأبى سعيد، وأنس، وابن عمر :.حديث أبى هريرة، وعائشة حديث حسن صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط: إسناداه صحيحان على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[3] رقم الحديث ۲۰۲۵، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف فى العشر الأواخر، والاعتكاف فى المساجد كلها، مسلم، رقم الحديث ۱۱۷۲ "۳"

تھے (بخاری؛مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری، دائمی معمول رمضانُ المبارک کے تیسرے یعنی آخری عشرے میں اعتکاف فرمانے کا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعۡتَكَفَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَشۡرَ الۡأُوَلِ مِنۡ رَمَضَانَ وَاعۡتَكَفۡنَا مَعَهٗ، فَأَتَاهُ جِبۡرِيۡلُ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِىۡ تَطۡلُبُ أَمَامَكَ، فَاعۡتَكَفَ الۡعَشۡرَ الۡأَوۡسَطَ، فَاعۡتَكَفۡنَا مَعَهٗ فَأَتَاهُ جِبۡرِيۡلُ فَقَالَ: إِنَّ الَّذِىۡ تَطۡلُبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خَطِيۡبًا صَبِيۡحَةَ عِشۡرِيۡنَ مِنۡ رَمَضَانَ فَقَالَ: مَنۡ كَانَ اِعۡتَكَفَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، فَلۡيَرۡجِعۡ، فَإِنِّىۡ أُرِيۡتُ لَيۡلَةَ الۡقَدۡرِ، وَإِنِّىۡ نُسِّيۡتُهَا، وَإِنَّهَا فِى الۡعَشۡرِ الۡأَوَاخِرِ، فِىۡ وِتۡرٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، پھر آپ کے پاس جبریل تشریف لائے، اور فرمایا کہ وہ چیز جو آپ طلب کر رہے ہیں (یعنی لیلۃُ القدر) وہ آپ کے آگے (یعنی اگلے دِنوں میں) ہے، پھر آپ نے درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، پھر آپ کے پاس جبریل تشریف لائے، اور فرمایا کہ وہ چیز جو آپ طلب کر رہے ہیں (یعنی لیلۃُ القدر) وہ آپ کے آگے (یعنی اگلے دِنوں میں) ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں رمضان کی صبح کو کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی لیلۃُ القدر کی تلاش میں اب تک پہلے اور دوسرے عشرہ کا) اعتکاف کیا تو وہ (اپنی

[1] رقم الحدیث ۸۱۳، کتاب الاذان، باب السجود علی الأنف، والسجود علی الطین.

اعتکاف والی جگہ میں) لوٹ جائے، کیونکہ میں نے لیلۃُ القدر کو دیکھا ہے، اور مجھے اُس کو بھلادیا گیا ہے، اور وہ آخری عشرہ کی طاق رات میں ہوتی ہے (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأُوَلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلٰى سُدَّتِهَا حَصِيْرٌ -قَالَ -فَأَخَذَ الْحَصِيْرَ بِيَدِهٖ فَنَحَّاهَا فِيْ نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهٗ فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ اِنِّيْ اِعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيْتُ فَقِيْلَ لِيْ إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ. فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهٗ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرے کا اعتکاف فرمایا پھر ترکی خیمہ میں درمیان کے عشرے کا اعتکاف فرمایا، اس خیمہ کے دروازے پر ایک چٹائی لگی ہوئی تھی، آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹائی، اور خیمہ کے ایک کونے میں کر دی۔

پھر اپنا سر (مبارک باہر) نکالا اور لوگوں سے کلام فرمایا، تو لوگ آپ کے قریب آ گئے، تب آپ نے فرمایا کہ میں نے لیلۃُ القدر کو تلاش کرنے کے لئے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر (اسی مقصد سے) دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ پیغام آیا کہ لیلۃُ القدر آخری عشرے میں ہے۔ لہٰذا تم لوگوں میں سے جو شخص میرے ساتھ (یعنی آخری عشرہ کا) اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرے کا اعتکاف کرلے، پھر لوگوں نے آپ کے

[1] رقم الحدیث ۱۱۶۷ ''۲۱۵'' کتاب الصیام، باب فضل لیلۃ القدر.

ساتھ اعتکاف کیا (مسلم)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ أَوَّلَ سَنَةٍ الْعَشْرَ الْأُوَلَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ، وَقَالَ :إِنِّيْ رَأَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِيْهَا فَأُنْسِيْتُهَا، فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِيْهِنَّ حَتّٰى تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۹۴، ج۲۳ ص ۴۱۲) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سال رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر درمیانی عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا اور پھر فرمایا کہ میں نے اس آخری عشرہ (کی مخصوص رات) میں لیلۃ القدر کو دیکھا تھا، پھر مجھ سے وہ بھلادی گئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ وفات تک آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے رہے (طبرانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں یہ وضاحت بھی پائی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے عشرے کا اعتکاف بیس رمضان کا دن گزر کر اکیسویں رات سے شروع فرمایا۔ ؎۲

؎۱ قال الهيثمي:رواه الطبراني في الكبير ، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ج۳ ص ۱۷۳)

؎۲ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجاور في رمضان العشر التي في وسط الشهر، فإذا كان حين يمسي من عشرين ليلة تمضي، ويستقبل إحدى وعشرين رجع إلى مسكنه، ورجع من كان يجاور معه، وأنه أقام في شهر جاور فيه الليلة التي كان يرجع فيها، فخطب الناس، فأمرهم ما شاء الله، ثم قال :كنت أجاور هذه العشر، ثم قد بدا لي أن أجاور هذه العشر الأواخر، فمن كان اعتكف معي فليثبت في معتكفه(بخاري، رقم الحديث ۲۰۱۸)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعتكف في العشر الأوسط من رمضان، فاعتكف عاما، حتى إذا كان ليلة إحدى وعشرين، وهي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز رات اگلے دن کے تابع ہوتی ہے، اس حیثیت سے رمضان کا بیسواں دن گزرنے کے بعد آنے والی رات آخری عشرے ہی کی رات کہلاتی ہے۔

جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ آخری عشرے کے مسنون اعتکاف کا وقت رمضان کی اکیسویں رات سے (یعنی بیس رمضان کا سورج غروب ہونے پر) شروع ہوجاتا ہے، اوراکیسویں رات مسنون اعتکاف میں شامل ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الليلة التى يخرج من صبيحتها من اعتكافه، قال :من كان اعتكف معى، فليعتكف العشر الأواخر، وقد أريت هذه الليلة ثم أنسيتها، وقد رأيتنى أسجد فى ماء وطين من صبيحتها، فالتمسوها فى العشر الأواخر، والتمسوها فى كل وتر، فمطرت السماء تلك الليلة وكان المسجد على عريش، فوكف المسجد، فبصرت عيناى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جبهته أثر الماء والطين، من صبح إحدى وعشرين(بخارى، رقم الحديث ٢٠٢٧)

[1] وقد وجه شيخنا الإمام البلقينى رواية الباب بأن معنى قوله حتى إذا كانت ليلة إحدى وعشرين أى حتى إذا كان المستقبل من الليالى ليلة إحدى وعشرين وقوله وهى الليلة التى يخرج الضمير يعود على الليلة الماضية ويؤيد هذا قوله من كان اعتكف معى فليعتكف العشر الأواخر لأنه لا يتم ذلك إلا بإدخال الليلة الأولى(فتح البارى لابن حجر، ج۴، ص۲۵۸،قوله باب التماس ليلة القدر فى السبع الاواخر)

(فإن قلت) يشكل على هذا رواية مالك من حديث أبى سعيد على ما يأتى فإن فيه كان "يعتكف فى العشر الأوسط من رمضان فاعتكف عاما حتى إذا كان ليلة إحدى وعشرين وهى الليلة التى يخرج من صبيحتها من اعتكافه "(قلت) معنى قوله "وهى الليلة التى يخرج من صبيحتها أى من الصبح الذى قبلها فيكون فى إضافة الصبح إليها تجوز ويوضحه أن فى رواية الباب الذى يليه "فإذا كان حين يمسى من عشرين ليلة تمضى وتستقبل إحدى وعشرين رجع إلى مسكنه (عمدة القارى، ج١١، ص١٣٣، كتاب الصوم، باب التماس ليلة القدر فى السبع الأواخر)

وفى هذا الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقام فى معتكفه ليلة إحدى وعشرين لما أراد اعتكاف العشر الأواخر فدل ذلك على أن كذلك سنته صلى الله عليه وسلم فيمن أراد اعتكاف أيام، أن عليه اعتكاف لياليها معها، وأنه يبتدء فى دخوله فى معتكفه قبل غروب الشمس من اليوم الذى قبلها، فلا يزال فيه حتى تمضى الأيام التى أوجب على نفسه اعتكافها وحتى تمضى لياليها فقد اختلف أهل العلم فى مثل هذا فى رجل قال :لله عز وجل على اعتكاف عشرة أيام فكان بعضهم يقول :يدخل المسجد عند غروب الشمس من اليوم الذى قبلها، فيقيم فيه معتكفا إلى انقضاء تلك العشرة الأيام، فيكون قد اعتكف عشرة أيام وعشر ليال وممن قال ذلك منهم :أبو حنيفة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں لیلۃُ القدر کی تلاش کے لئے پہلے اور دوسرے عشرے کا اعتکاف کیا تھا، پھر آپ کو جب یہ بتلایا گیا کہ لیلۃُ القدر آخری عشرے میں ہے تو آپ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا۔

اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہو چکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال مبارک تک آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے رہے، جس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اصل سنت رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرنے کی ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کَانَ یَعْتَکِفُ فِی الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَسَافَرَ سَنَةً، فَلَمْ یَعْتَکِفْ، فَلَمَّا کَانَ الْعَامُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأبو يوسف، ومحمد فيما حدثنا محمد بن على، عن محمد، عن أبى حنيفة، وأبى يوسف، وعن على، عن محمد وقال بعضهم :يدخل المسجد الذى يعتكف فيه عند طلوع الفجر من اليوم الأول من تلك العشرة الأيام فيقيم فيه حتى تنقضى تلك العشرة الأيام، فيكون قد اعتكف عشرة أيام وتسع ليال، وممن قال ذلك زفر بن الهذيل، فيما حدثنا محمد، عن يحيى، عن الحسن، عن زفر قال أحمد :وكان ما ذهب إليه أبو حنيفة، وأبو يوسف، ومحمد فى ذلك أحب إلينا، لأنه موافق لما رويناه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، مما قد ذكرناه فى هذا الباب، ولأنه قد دلنا عليه كتاب الله عز وجل فى الحكاية عن نبيه زكريا عليه السلام، إذ قال :(رب اجعل لى آية قال آيتك ألا تكلم الناس ثلاثة أيام إلا رمزا) وقال :فى موضع آخر :(ثلاث ليال سويا) فعقلنا بذلك أن زكريا سأل ربه أن يجعل له آية فجعل له آية، واحدة كما سأله، ثم ذكرها لنا فى كتابه فى موضع بالأيام، وفى موضع آخر بالليالى، وسوى بين عدد الأيام وعدد الليالى فعقلنا بذلك أنه إن كان النبى صلى الله عليه وسلم مأمورا بالأيام، فقد دخلت فيها الليالى، وإن كان مأمورا بالليالى فقد دخلت فيها الأيام، ولما استوى عدد الأيام وعدد الليالى فى ذلك وجب أن يكون من أوجب على نفسه اعتكاف أيام، كان عليه معها من الليالى مثل عددها، وإن أوجب على نفسه اعتكاف ليال، كان عليه معها من الأيام مثل عددها، فثبت بذلك ما قال أبو حنيفة، وأبو يوسف، ومحمد مما ذكرنا عنهم فى هذا المعنى تم كتاب الصيام، والاعتكاف، من كتاب أحكام القرآن العظيم، ولله الحمد والمنة وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم(أحكام القرآن الكريم للطحاوى، ج ا ص ۴۸۴،۴۸۵، كتاب الاعتكاف،مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركى، استانبول)

الْمُقْبِلُ، اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، پھر ایک سال آپ سفر میں تھے، جس کی وجہ سے اعتکاف نہیں فرما سکے، پھر جب اگلا سال آیا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (مسند احمد، ابنِ ماجہ)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ (ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، پھر ایک سال آپ نے (اس عشرہ کا) اعتکاف نہیں کیا، پھر جب اگلا سال آیا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (ترمذی)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ مُقِيْمًا اِعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ وَإِذَا سَافَرَ اِعْتَكَفَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا (سنن البیهقی، رقم الحديث ۸۵۶۵، كتاب الصيام، باب الاعتكاف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (رمضان کے مہینے میں) مقیم ہوتے تھے، تو آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، اور جب (رمضان کے مہینے میں) سفر میں ہوتے تھے، تو آئندہ سال بیس دن کا اعتکاف فرماتے تھے (بیہقی)

---

[1] رقم الحديث ۲۱۲۷۷، واللفظ لهٗ؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۷۷۰؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۶۳، باب الاعتكاف.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ۸۰۳، ابواب الصوم، باب ما جاء في الاعتكاف إذا خرج منه.

قال الترمذي :هذا حديث حسن صحيح غريب من حديث أنس بن مالك .

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل معمول تو آخری عشرے کے اعتکاف کرنے کا تھا، لیکن اگر آپ کسی رمضان کو سفر میں ہوتے، جس کی وجہ سے آپ کو رمضان المبارک میں اعتکاف کا موقع نہ ملتا، تو آپ اگلے سال کے اعتکاف کے ساتھ گزشتہ سال کے دس دِنوں کے اعتکاف کو بھی شامل فرمالیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے کسی عذر سے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا، پھر آپ نے اس کے بدلے میں شوال کے مہینے میں دس دن کا اعتکاف فرمایا۔ [1]

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ تھا کہ آپ خود رمضان کے مسنون اعتکاف کو نہیں چھوڑتے تھے، اور اگر کبھی چھوٹ جاتا تھا، تو اس کو اگلے رمضان میں یا دوسرے دِنوں میں ادا فرماتے تھے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ أَیَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا (بخاری) [3]

---

[1] عن عائشة رضى الله عنها، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يعتكف فى كل رمضان، وإذا صلى الغداة دخل مكانه الذى اعتكف فيه، قال :فاستأذنته عائشة أن تعتكف، فأذن لها، فضربت فيه قبة، فسمعت بها حفصة، فضربت قبة، وسمعت زينب بها، فضربت قبة أخرى، فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغداة أبصر أربع قباب، فقال :ما هذا؟، فأخبر خبرهن، فقال :ما حملهن على هذا؟ آلبر؟ انزعوها فلا أراها، فنزعت، فلم يعتكف فى رمضان حتى اعتكف فى آخر العشر من شوال (بخارى، رقم الحديث ٢٠٤١، باب الاعتكاف فى شوال)

[2] والظاهر أن اعتكافه، صلى الله عليه وسلم، لم يكن فى العام المقبل إلا لأنه قد عزم عليه، ولكنه لم يعتكف .ثم وفى لله، عز وجل، بما نواه من فعل الخير واعتكف فى شوال، وهو اللائق فى حقه .وقال ابن عبد البر :نكير أن يكون النبى صلى الله عليه وسلم قضى الاعتكاف من أجل أنه نوى أن يعمله، وإن لم يدخل فيه، لأنه كان أوفى الناس لربه فيما عاهده عليه .وقال شيخنا، رحمه الله :وعلى تقدير شروعه ففيه دليل على جواز خروج المعتكف المتطوع من اعتكافه (عمدة القارى، ج ١١، ص ١٤٩، باب اعتكاف النساء)

[3] رقم الحديث ٢٠٤٤، كتاب الاعتكاف،باب الاعتكاف فى العشر الأوسط من رمضان.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر جب وہ سال آیا، جس میں آپ کا وصال ہوا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِىْ قُبِضَ فِيْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا، وَكَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِىْ قُبِضَ فِيْهِ عُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ (ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٧٦٩، كتاب الصيام، باب ما جاء فى الاعتكاف)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال دس دِنوں کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر جب وہ سال آیا، جس میں آپ کا وصال ہوا، تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا، اور آپ پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن پیش کیا جاتا تھا، پھر جب آپ کے وصال والا سال آیا، تو اس میں آپ پر دو مرتبہ قرآن پیش کیا گیا (ابنِ ماجہ)

بعض احادیث میں ہے کہ رمضانُ المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریلِ امین کے ساتھ قرآن مجید سُننے سُنانے کا عمل کیا کرتے تھے۔

ممکن ہے کہ آخری سال میں آپ نے دو مرتبہ قرآن سُننے سُنانے اور بیس دن اعتکاف فرمانے کا عمل اس لئے کیا ہو کہ عمر کے آخری حصے میں نیک عمل کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔وفيه اقوال اخر. [1]

---

[1] والأظهر فى الجمع بين الحديثين أنه كانت القراء ة معارضة ومدارسة بينه وبين جبريل - عليهما الصلاة والسلام - فمرة هذا يقرأ ومرة هذا يقرأ، وهو يحتمل احتمالين: أحدهما وهو الأظهر أن جبريل كان يقرأ أولا بعضا من القرآن ثم يعيده بعينه - صلى الله عليه وسلم - احتياطا للحفظ، واعتمادا للضبط، وثانيهما أن أحدهما يقرأ عشرا مثلا والآخر كذلك، وهو المدارسة المتعارفة بين القراء، ويؤيد ما قلنا أنه ورد فى بعض الروايات فى النهاية كان يعارضه القرآن، أى يدارسه من المعارضة المقابلة ومنه عارضت الكتاب بالكتاب، أى قابلته به، والله أعلم (وكان)،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اعتکاف کا ایک اہم مقصد لیلۃُ القدر کی تلاش ہے اور لیلۃُ القدر کے رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں واقع ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أی غالبا (يعتكف كل عام عشرا) ، أی من آخر رمضان (فاعتكف عشرين) بكسر العين والراء ، وفی نسخة بفتحهما على التثنية (فی العام الذی قبض) ، أی توفی فيه، ولعل وجه التضعيف فی العام الآخر من العرض والاعتكاف إعلامه بقرب وفاته، وتنبيه لأمته أن يتأكد على كل إنسان فی أواخر حياته أن يستكثر من الأعمال الصالحة، وأن يكون على غاية من الاستعداد للقائه تعالى، والقيام بين يديه، ويحتمل أنه وقع كل ختم فی عشر (رواه البخاری) قال ميرک :ورواه أبو داود وابن ماجه، وقد جعل المؤلف هذا والذی قبله حديثا واحدا، وليس كذلک بل هما حديثان، الأول متفق عليه، والثانی من أفراد البخاری قاله الجزری (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۴۸ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

قوله فلما كان العام الذی قبض فيه اعتكف عشرين قيل السبب فی ذلک أنه صلى الله عليه وسلم علم بانقضاء أجله فأراد أن يستكثر من أعمال الخير ليبين لأمته الاجتهاد فی العمل إذا بلغوا أقصى العمل ليلقوا الله على خير أحوالهم وقيل السبب فيه أن جبريل كان يعارضه بالقرآن فی كل رمضان مرة فلما كان العام الذی قبض فيه عارضه به مرتين فلذلک اعتكف قدر ما كان يعتكف مرتين ويؤيده أن عند بن ماجه عن هناد عن أبی بكر بن عياش فی آخر حديث الباب متصلا به وكان يعرض عليه القرآن فی كل عام مرة فلما كان العام الذی قبض فيه عرضه عليه مرتين وقال بن العربی يحتمل أن يكون سبب ذلک أنه لما ترک الاعتكاف فی العشر الأخير بسبب ما وقع من أزواجه واعتكف بدله عشرا من شوال اعتكف فی العام الذی يليه عشرين ليتحقق قضاء العشر فی رمضان اهـ وأقوى من ذلک أنه إنما اعتكف فی ذلک العام عشرين لأنه كان العام الذی قبله مسافرا ويدل لذلک ما أخرجه النسائی واللفظ له وأبو داود وصححه بن حبان وغيره من حديث أبی بن كعب أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان فسافر عاما فلم يعتكف فلما كان العام المقبل اعتكف عشرين ويحتمل تعدد هذه القصة بتعدد السبب فيكون مرة بسبب ترک الاعتكاف لعذر السفر ومرة بسبب عرض القرآن مرتين وأما مطابقة الحديث للترجمة فإن الظاهر بإطلاق العشرين أنها متوالية فيتعين لذلک العشر الأوسط أو أنه حمل المطلق فی هذه الرواية على المقيد فی الروايات الأخرى(فتح الباری لابن حجر، ج۴ص ۲۸۵ ،قوله باب الاعتكاف فی العشر الأوسط من رمضان)

قوله القرآن كل عام مرة سقط لفظ القرآن لغير الكشميهنی زاد إسرائيل عند الإسماعيلی فيصبح وهو أجود بالخير من الريح المرسلة وهذه الزيادة غريبة فی حديث أبی هريرة وإنما هی محفوظة من حديث بن عباس قوله فعرض عليه مرتين فی العام الذی قبض فيه فی رواية إسرائيل عرضتين وقد تقدم ذكر الحكمة فی تكرار العرض فی السنة الأخيرة ويحتمل أيضا أن يكون السر فی ذلک أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

(بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں (بخاری)

اس لئے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنے والا لیلۃ القدر کی فضیلت کو پانے کے جتنا قریب ہوتا ہے اتنا اور کوئی نہیں ہوتا۔

کیونکہ اعتکاف کرنے والا ہمہ وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رمضان من السنة الأولى لم يقع فيه مدارسة لوقوع ابتداء النزول فى رمضان ثم فتر الوحى ثم تتابع فوقعت المدارسة فى السنة الأخيرة مرتين ليستوى عدد السنين والعرض قوله وكان يعتكف فى كل عام عشرا فاعتكف عشرين فى العام الذى قبض فيه ظاهره أنه اعتكف عشرين يوما من رمضان وهو مناسب لفعل جبريل حيث ضاعف عرض القرآن فى تلك السنة ويحتمل أن يكون السبب ما تقدم فى الاعتكاف أنه صلى الله عليه وسلم كان يعتكف عشرا فسافر عاما فلم يعتكف فاعتكف من قابل عشرين يوما وهذا إنما يتأتى فى سفر وقع فى شهر رمضان وكان رمضان من سنة تسع دخل وهو صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوك وهذا بخلاف القصة المتقدمة فى كتاب الصيام أنه شرع فى الاعتكاف فى أول العشر الأخير فلما رأى ما صنع أزواجه من ضرب الأخبية تركه ثم اعتكف عشرا فى شوال ويحتمل اتحاد القصة ويحتمل أيضا أن تكون القصة التى فى حديث الباب هى التى أوردها مسلم وأصلها عند البخارى من حديث أبى سعيد قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجاور الشعر التى فى وسط الشهر فإذا استقبل إحدى وعشرين رجع فأقام فى شهر جاور فيه تلك الليلة التى كان يرجع فيها ثم قال إنى كنت أجاور هذه العشر الوسط ثم بدا لى أن أجاور العشر الأواخر فجاور العشر الأخير الحديث فيكون المراد بالعشرين العشر الأوسط والعشر الأخير(فتح البارى، ج٩ ص٤٦،قوله باب كان جبريل يعرض القرآن على النبى صلى الله عليه وسلم)

[1] رقم الحديث ٢٠٢٠، كتاب فضل ليلة القدر، باب تحرى ليلة القدر فى الوتر من العشر الأواخر، واللفظ لهٗ؛ ترمذى، رقم الحديث ٧٩٢.

مسنون اعتکاف کے مذکورہ فضائل کچھ کم نہیں ہیں، جن کو حاصل کر لینا عظیم نعمت ہے۔ ؎۱

؎۱ ایک روایت میں عشرۂ رمضان کے اعتکاف کی فضیلت دو حج اور دو عمروں کے مثل بیان کی گئی ہے، مگر تحقیق کرنے سے یہ حدیث غیر معمولی ضعیف ثابت ہوئی۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو طاهر الفقيه، أخبرنا أبو طاهر المحمدآباذي، حدثنا أحمد بن يوسف السلمي، حدثنا سعيد بن سليمان، حدثنا هياج، حدثنا عنبسة بن عبد الرحمن بن سعيد بن العاص، عن محمد بن زاذان، عن علي بن حسين، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من اعتكف عشرا في رمضان كان كحجتين وعمرتين ." إسناده ضعيف وما قبله فيه ضعف، والله أعلم.

أخبرنا أبو بكر القاضي، وأبو سعيد بن أبي عمرو، قالا :حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا محمد بن إسحاق الصغاني، حدثنا سعيد بن سليمان، حدثنا هياج بن بسطام، حدثنا عنبسة بن عبد الرحمن بن عنبسة بن سعيد بن العاص، عن محمد بن سليم، عن علي بن حسين، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من اعتكف عشرا في رمضان حجتين وعمرتين ."يعني :كان بحجتين وعمرتين .كذا قال محمد بن سليم، والصواب محمد بن زاذان وهو متروك، قال البخاري :لا يكتب حديثه "(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٣٦٨٠، ورقم الحديث ٣٦٨١، باب في الاعتكاف)

اور دولابی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

حدثنا هلال بن العلاء ، حدثنا سعيد بن سليمان ، حدثنا هياج بن بسطام التميمي ، حدثنا عنبسة بن عبد الرحمن بن عنبسة بن سعيد بن العاص ، عن محمد بن سليمان ، عن علي بن حسين ، عن أبيه ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اعتكاف عشر في رمضان حجتان وعمرتان (الذرية الطاهرة للدولابي، رقم الحديث ١٥١، الناشر :الدار السلفية -الكويت)

اور طبرانی کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ:

حدثنا محمد بن الفضل السقطي، ثنا سعيد بن سليمان، ثنا الهياج بن بسطام، ثنا عنبسة، عن محمد بن سليمان، عن علي بن الحسين، عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :اعتكاف عشر في رمضان كحجتين وعمرتين(المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ٢٨٨٨)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ روایت محمد بن زاذان کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن اس میں عنبسہ بن عبدالرحمٰن بھی ہیں، ان کو بھی غیر معمولی ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر شوال کا چاند انتیس رمضان کا دن گزر کر شام کو نظر آ گیا اور اعتکاف صرف نو دن کا ہوا تب بھی یہ پورے عشرے کا ہی اعتکاف کہلائے گا اور اس کو دس دن کے سنت اعتکاف ہی کا درجہ اور ثواب حاصل ہوگا۔

مسنون اعتکاف اور اس کی فضیلت کے بعد، مسنون اعتکاف کے احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسنون اعتکاف کے بنیادی احکام

مسنون اعتکاف سے متعلق چند بنیادی مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مسئلہ نمبر **1**...... آخری عشرے میں جو اعتکاف سنت ہے، وہ مکمل عشرے کا ہے، یعنی بیس رمضان کا دن گزر کر سورج غروب ہونے سے لے کر شوال کی رات شروع ہونے تک۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس لئے اس روایت کا مدار عنبسہ بن عبدالرحمٰن پر ہوا۔

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير وفيه عنبسة بن عبد الرحمن القرشي وهو متروك (مجمع الزوائد ج٣ص١٧٣، تحت رقم الحديث ٥٠٢٥، باب الاعتكاف)

وقال في موضع آخر:

رواه الطبراني في الكبير وفيه عنبسة بن عبد الرحمن بن عنبسة وقد أجمعوا على ضعفه(مجمع الزوائد ج١ ص٢١٠، تحت رقم الحديث ١٠٤٥، باب لا يقال أهرقت الماء)

قال المزي في ترجمة عنبسة بن عبدالرحمن:

قال أبو بكر بن أبي خيثمة، عن يحيى بن معين :لا شيء .وقال أبو زرعة :منكر الحديث ، واهي الحديث .وقال أبو حاتم : متروك الحديث ، كان يضع الحديث . وقال البخاري : تركوه .وقال أبو داود، والنسائي ، والدارقطني : ضعيف.وقال النسائي في موضع آخر : متروك.وقال الترمذي : يضعف.وقال أبو الفتح الأزدي : كذاب .وقال ابن حبان : هو صاحب أشياء موضوعة لا يحل الاحتجاج به (تهذيب الكمال، رقم الترجمة ٤٥٣٦، ج٢٢ص٤١٨، ٤١٩، الناشر : مؤسسة الرسالة - بيروت)

اس لئے اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ بیسویں روزہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کی جگہ پہنچ جائے تاکہ اعتکاف والی جگہ میں جا کر سورج غروب ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... بعض لوگ جو آخری عشرہ کے چند دن (مثلاً دو تین دن یا اس سے زیادہ مگر دس دن سے کم) کا اعتکاف کرتے ہیں یہ نفلی اعتکاف ہے، سنت اعتکاف نہیں۔

کیونکہ سنت اعتکاف پورے عشرے کا ہوتا ہے، لہٰذا اس سے کم وقت کے اعتکاف کو نفلی اعتکاف کا حکم حاصل ہوگا نہ کہ سنت اعتکاف کا۔

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو اعتکاف بیس تاریخ کے غروب ہونے کے بعد شروع کیا جائے یا شوال کا چاند نظر آنے یعنی رمضان کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے ختم کرنے کا ارادہ ہو وہ سنت اعتکاف نہ ہوگا، بلکہ نفلی اعتکاف ہوگا۔ [2]

---

[1] قال الطيبي :دل على أن ابتداء الاعتكاف من أول النهار كما قال به الأوزاعي والثوري والليث في أحد قوليه، وعند الأئمة الأربعة أنه يدخل قبل غروب الشمس إن أراد اعتكاف شهر أو عشر (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۴۹، باب الاعتكاف، الفصل الثاني)

ومتى دخل في اعتكافه الليل والنهار فابتداؤه من الليل؛ لأن الأصل أن كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها كذا في الكافي (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۴، كتاب الصوم، الباب السابع)

سنت اعتکاف صرف رمضان کے آخری عشرے کا ہے، اس لیے اگر کسی نے رمضان کے پورے مہینے کا اعتکاف کیا، اور اس پورے عشرے کے اعتکاف میں خاص نفل کی نیت نہیں کی بلکہ مطلق اعتکاف کی نیت کی یا سنت اعتکاف کی نیت کی تو اس صورت میں آخری عشرے کے دس دن کا اعتکاف تو سنت ہوگا، اور پہلے دو عشروں کا نفل ہوگا، اور اسی اعتبار سے ان پر بالترتیب نفل وسنت اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے۔

البتہ اگر تینوں عشروں میں نفل اعتکاف کی نیت کی تو پھر پورے مہینے کا اعتکاف نفلی شمار ہوگا، اور پورے مہینے کے اعتکاف پر نفل اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے۔

وذكر الشارح أن الحق انقسامه إلى ثلاثة أقسام واجب وهو المنذور وسنة وهو في العشر الأخير من رمضان ومستحب وهو في غيره من الأزمنة وتبعه المحقق في فتح القدير (البحرالرائق، ج ۲، ص ۳۲۲، باب الاعتكاف)

[2] المقام السادس هل السنة استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف ام الاعتكاف في جزء منه الظاهر هو الأول لأن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم فعل كذلك دائماً ثم رايت في حاشية الهداية للجونفوري قال الظاهر أن السنة هو استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف لا الاعتكاف في العشر ولو في جزء منه روى به الإمام شهاب الملة والدين نور الله مرقده إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3...... فقہائے کرام نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا ہے۔

لیکن کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود پابندی کے ساتھ اعتکاف فرمایا، مگر دوسرے سب لوگوں پر اس کی تاکید نہیں فرمائی۔

اس لئے فقہائے کرام نے اس اعتکاف کو کفایہ درجہ کی سنت قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المواظبة من النبی صلى الله عليه وعلى آله وسلم كانت على سبيل الاستيعاب فيكون سنة مع وصف الاستيعاب ثم قال والقائل أن يقول أنه وأن واظب بصفة الاستيعاب فالقول سنية استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف يودى إلى الحرج لظهور أن الرجل لو اعتكفوا المساجد والنساء فی دورهن لم يكن من يقوم بأمر معاشهم وفيه من الحرج مالا يخفى فلهذه الضرورة جعلنا السنة وهو اللبث فی العشر ولو بجزء منه دون الاستيعاب ثم قال وما يقال من أن السنة هی استيعاب العشر لكن على وجه الكفاية حتى لو اقام بها البعض سقط عن الباقين ففيه نظر لأن القول بالكفاية إنما يصح إذا كان فعل البعض مودياً للمقصود من السنة أو الوجوب والمقصود من الاعتكاف لايحصل بفعل البعض فلا معنى للقول بكونه سنة على وجه الكفاية انتهى قلت الحق أن استيعاب العشر سنة كفاية فلا يحصل الحرج وما اورده من النظر ففيه إذا المقصود من الاعتكاف هو اداء حقوق المساجد وذلک يحصل بفعل البعض كما أن المقصود من صلاة الجنازة اداء حق المسلم وذلک يحصل بفعل البعض وأن كان فرداً منهم فليتدبر فقد ثبت من هذه المقامات أن الاعتكاف فی نفسه مستحب ويجب بالنذر وغيره وهو سنة موكدة كفاية فی العشر الآواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب فأن قلت ما السر فی اعتكاف النبی صلى الله عليه وعلى آله وسلم فی العشر الآواخر استيعاباً دون غيره من الازمنة قلت لأخذ فضيلة ليلة القدر فأنها فی العشر الآواخر من رمضان على القول الاصح الاشهر وفی تعيينها اختلاف كثير على أكثرمن العين قولا بسطها الحافظ إبن حجر العسقلانی فی فتح البارى شرح صحيح البخارى فعليک به والله أعلم (الانصاف فی حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص١٨ ، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی، باكستان)

[1] المقام الثانی هل هو سنة موكدة أو غير موكدة وعرفت من المرغينانی والعينی والزيلعی لتصحيح أنه سنة موكدة واستدلوا عليه بان النبی صلى الله عليه وعلى آله وسلم قد واظب عليه رواه الشيخان فان قلت المواظبة دليل الوجوب قلت هذا إذا كان مع الانكار على الترک وأما المواظبة مع عدم الانكار على من تركه فهی دليل السنية ولم يثبت انكاره صلى الله عليه وعلى آله وسلم على من تركه من الصحابة فإن قلت لو كان سنة موكدة لما تركه الصحابة مع أنه لم يعتكف الخلفاء الأربعة قلت إنما تركوا الوجه آخر وهو ما قاله الإمام مالک لم يبلغنی أن أبا بكر وعمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یعنی اگرکسی جگہ بعض لوگ اعتکاف کرلیں، تو اُس جگہ کے دوسرے لوگوں کی طرف سے یہ سنت اداہوجاتی ہے۔ [1]

اوراگرایک مسجد میں ایک سے زیادہ افرادِاعتکاف کریں، تو بھی باعثِ ثواب ہے، جیسا کہ ایک مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتکاف کیا۔

مسئلہ نمبر 4...... جب کسی بستی کی ایک مسجد میں اعتکاف کرلیا جائے، تو اس سے اس بستی کے سب لوگوں کی سنتِ کفایہ اداہوجاتی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

وعثمان وإبن المسيب ولا أحدا من سلف هذه الامة اعتكف الا أبو بكر بن عبد الرحمن واراهم تركوه لشدته لأن ليله ونهاره سواء (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص ١١ وص ١٢، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، باكستان)

[1] الاعتكاف على ثلاثة أقسام؛ الواجب :وهو اعتكاف النذر، ويجب فى النذر التلفظ باللسان ويجب قضاؤه بالإفساد.

والثانى :سنة مؤكدة على كفاية فلو أداها واحد من أهل مسجد فتأدت وإلا فأثم الكل، وهذا اعتكاف العشرة الأخيرة من رمضان، ولو لم يتم عشره بل نقصه من البين ما أتى بالسنة، ولكنه أحرز ثواب ما اعتكف.

والثانى :النافلة وهو غير هذين القسمين، وفيه اختلاف، قال الشيخ ابن همام :أن يشترط له الصوم، ثم يتأدى هذا النوع بمكث ساعة أيضاً، ولكنه يلزمه إتمام صوم ذلك اليوم إلى غروب ذكاء وتمسك الشيخ بعبارات عامة، وقال صاحب البحر :لا يشترط الصوم فى هذا النوع، وأتى بعبارة صريحة عن محمد بن حسن فالترجيح لصاحب البحر، وأما ما فى كتاب الدارقطنى من أنه لا اعتكاف إلا بالصوم فمخصوص بغير النافلة، فإن عدم اشتراط الصوم فى النافلة مؤيد بالوجوه الفقهية.قوله :(صلى الفجر ثم دخل إلخ) أى :فى معتكفه المتخذ من الحصير أو غيره، وأما دخوله المسجد كما فى الروايات فكان قبيل غروب شمس العشرين من رمضان، والمعتكف لو أراد إتمام العشر الأواخر فعليه أن يدخل متصلاً بغروب شمس العشرين فى المسجد، وإلا فلا يتم العشر فإن الليالى الماضية تلحق بالأيام التالية بعدها (العرف الشذى، ج٢، ص ٢٠٠، كتاب الصوم، باب ما جاء فى الاعتكاف)

[2] (قوله وسنة مؤكدة فى العشر الأخير) أى سنة كفاية للإجماع على عدم ملامة بعض أهل بلد إذا أتى به بعض منهم فى العشر الأخير من رمضان كذا فى البرهان (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ١، ص ٢١٢، باب الاعتكاف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر کوئی بڑا شہر ہو، جس کے مختلف محلے ہوں، اور ہر محلّہ ایک بستی کے قائم مقام ہو، تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر محلّہ کی کم از کم ایک مسجد میں اعتکاف ضرور کیا جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... جس علاقہ اور بستی میں اعتکاف کیا جائے، اس سے اُس علاقے اور بستی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (سنة مؤكدة) مطلقا وقيل فى العشر الأخير من رمضان لمواظبته -عليه الصلاة والسلام -على ذلك منذ قدم إلى المدينة حتى قبض وقضائه فى شوال حين ترك وقيل مستحب وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة بأسرهم يلحقهم الإساء وإلا فلا كالتأذين (مجمع الانهر، ج ١، ص ٢٥٥، باب الاعتكاف)

ثم اعتكاف العشر الأخير سنة مؤكدة على الكفاية، للإجماع على عدم ملامة بعض أهل بلد لم يأتوا به إذا أتى به بعض منهم (شرح النقاية، ج ٢، ص ٢٣٥، فصل فى الاعتكاف)

[1] علامہ شامی رحمہ اللہ نے اعتکافِ مسنون کے سنتِ کفایہ ہونے کی نظیر میں جماعتِ تراویح کے قیام کو پیش کیا ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت سنت ہے یا نہیں؟ جبکہ علامہ لکھنوی وغیرہ نے مسنون اعتکاف کے سنتِ کفایہ ہونے کی نظیر میں اذان کو پیش کیا ہے، اور پورے بلد کی طرف سے ایک جگہ اعتکاف کرنے کو کافی قرار دیا ہے۔

(وسنة مؤكدة فى العشر الأخير من رمضان) أى سنة كفاية كما فى البرهان وغيره لاقترانها بعدم الإنكار على من لم يفعله من الصحابة (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله أى سنة كفاية) نظيرها إقامة التراويح بالجماعة فإذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقين فلم يأثموا بالمواظبة على ترك بلا عذر، ولو كان سنة عين لأثموا بترك السنة المؤكدة إثما دون إثم ترك الواجب (ردالمحتار، ج ٢، ص ٤٤٢، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

قولهٗ (كصلاة التراويح بالجماعة) قيل ان الجماعة فيه سنة لأهل كل مسجد من البلدة، وقيل: لأهل مسجد واحد منها، وقيل: من المحلة فظاهر كلام صاحب "الدرالمختار" الأول، واستظهر الطحطاوى الثانى، ومختار بن عابدين فى "ردالمحتار" الثالث لقول المنية حتى لوترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا أهل السنة وأثموا (الاسعاف بتحشية الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص ١٦، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج ٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، باكستان)

المقام الرابع: الاعتكاف على تقدير كونه سنة كفاية كما هو الحق هل هو سنة كفاية على أهل البلدة كصلاة الجنازة ام سنة كفاية على أهل محلة كصلاة التراويح بالجماعة فظاهر عباراتهم يقتضى الأول ففى مجمع الأنهر شرح ملتقى الابحر عند ذكر الاقوال وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة باسرهم يلحقهم الاساءة والا فلا كالتاذين انتهى وقال الطحطاوى فى شرح قول الحصكفى اى سنة كفاية إذا قام بهما البعض ولو فرد اسقطت عن الباقين انتهى ومثله فى شرح النقاية لعلى القارى وغيره (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص ١٦، وص ١٧، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج ٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، باكستان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والوں کی سنت ادا ہوتی ہے، خواہ اعتکاف کرنے والا کسی دوسرے علاقہ اور دوسری بستی سے تعلق رکھتا ہو۔

مسئلہ نمبر 6...... اعتکاف کیونکہ عبادت ہے، اس لئے اعتکاف کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے، اور نیت دل کا فعل ہے، مثلاً دل میں یہ نیت ہو کہ ''میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں'' [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قولہٗ (علی أهل البلدة) حتی لو ترک أهل بلدة بأسرهم أساء و أثموا جميعا وإلا فلا (الاسعاف بتحشية الانصاف فی حكم الاعتكاف لعبد الحی اللكنوی، ص ۱۶، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج ۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی، باكستان)

قولہٗ (كصلاة الجنازة) فانها تسقط عن أهل بلدة بأداء البعض ولوتركوها يلحقهم الاساءة (الاسعاف بتحشية الانصاف فی حكم الاعتكاف لعبد الحی اللكنوی، ص ۱۶، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج ۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی، باكستان)

قولہٗ (كالتأذين) فانه ليس بواجب علی الاصح، بل هو سنة كفاية بمعنیٰ ان الواحد يكفی عن اهل البلد، لاعن البلاد كلها لعدم حصول الاظهار به (الاسعاف بتحشية الانصاف فی حكم الاعتكاف لعبد الحی اللكنوی، ص ۱۶، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوی، ج ۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشی، باكستان)

اوراذان کے سنتِ کفایہ ہونے کی بحث میں علامہ شامی نے نہر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی ایسا بڑا شہر ہو، جس کی اطراف وسیع ہوں، تو انہوں نے اس میں اذان کا حکم نہیں دیکھا؛ اور فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ اگر تمام محلّہ والے اذان کو سُن لیں تو سب کی طرف سے کافی ہے۔

واستظهر فی البحر كونه سنة علی الكفاية بالنسبة إلی كل أهل بلدة، بمعنی أنه إذا فعل فی بلدة سقطت المقاتلة عن أهلها .قال :ولو لم يكن علی الكفاية بهذا المعنی لكان سنة فی حق كل أحد وليس كذلک، إذ أذان الحی يكفينا كما سيأتی .اهـ .قال فی النهر :ولم أر حكم البلدة الواحدة إذا اتسعت أطرافها كمصر .والظاهر أن أهل كل محلة سمعوا الأذان ولو من محلة أخری يسقط عنهم لا إن لم يسمعوا اهـ (ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۸۴، كتاب الصلاة، باب الاذان)

اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بڑے اور وسیع شہر کے ہر محلّہ میں کم از کم ایک جگہ کسی مسجد میں اعتکاف کا اہتمام نہ چھوڑا جائے، اور ہر مسجد میں کرنا زیادہ افضل ہے۔

[1] (قوله :تكفيه النية بلسانه) إطلاق النية علی اللفظ مجاز .اهـ .ح :أی لأن النية عمل القلب لا اللسان، وإنما الذكر باللسان كلام، ومن ثم حكی الإجماع علی كونها بالقلب(ردالمحتار، ج ۱، ص ۸۰، كتاب الطهارة)

لأن النية عمل القلب .قال محمد بن الحسن :النية بالقلب فرض، وذكرها باللسان سنة، والجمع بينهما أفضل(الاختيار لتعليل المختار للموصلی، ج ۱، ص ۴۷، ۴۸، كتاب الصلاة، باب مايفعل قبل الصلاة)

مسئلہ نمبر 7...... مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروب سے پہلے کرلینی چاہئے، اگر کوئی وقت پر مسجد میں داخل تو ہوگیا، یا پہلے سے مسجد میں موجود تھا، مگر اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج غروب ہوگیا تو پھر نیت کرنے سے سنت اعتکاف نہیں کہلائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... مسنون اعتکاف کیونکہ رمضان کے آخری پورے عشرہ پر مشتمل ہوتا ہے، اور معتکف کو قضائے حاجت وغیرہ کی ضرورت کے لئے نکلنے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لئے مسنون اعتکاف کے لئے ابتداء میں ایک مرتبہ نیت کرلینا کافی ہے، قضائے حاجت وغیرہ سے فارغ ہوکر ہر مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت نیت کرنا ضروری نہیں، کیونکہ مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد جب تک فاسد نہ کیا جائے جاری رہتا ہے، اور قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلنے سے فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] ومنها :النية لأن العبادة لا تصح بدون النية (بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۰۹، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

(وأما شروطه) فمنها النية حتى لو اعتكف بلا نية لا يجوز بالإجماع كذا في معراج الدراية(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع)

وأما النية فلأنه عبادة فلا بد من النية (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص۱۳۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

آگے مسنون اعتکاف کی قضاء کی تحقیقی بحث میں ہم نے اس بات کا ذکر کردیا ہے کہ مسنون اعتکاف کا ہر یوم ایک شفعہ کے قائم مقام ہے، اور پورا مسنون اعتکاف ایک عشرہ پر مشتمل ہے۔

لہٰذا مسنون اعتکاف کی حالتِ شروع کے ساتھ اقترانِ نیت شرط ہوگا؛ ولا يجعل الأكثر كالكل فيه مثل الصوم۔

(بخلاف الصلاة والحج) ش :حيث يشترط اقتران النية بحال الشروع فيهما، ولا يجعل الأكثر كالكل م :(لأنهما أركان) ش :مختلفة كالركوع والسجود والوقوف والطواف م :(فيشترط قرانها) ش :أي قران النية م :(بالعقد) ش :أي بحال الشروع م :(على أدائهما) ش :لئلا تخلو بعض الأركان عن النية (البناية شرح الهداية، ج۴، ص ۱۱، كتاب الصوم، سبب فرضية شهر رمضان)

[2] لا يخرج المعتكف من معتكفه في الاعتكاف الواجب ليلا ولا ونهارا إلا لما لا بد له منه من الغائط والبول وحضور الجمعة؛ لأن الاعتكاف لما كان لبثا وإقامة؛ فالخروج يضاده ولا بقاء للشيء مع ما يضاده فكان إبطالا له وإبطال العبادة حرام؛ لقوله تعالى (ولا تبطلوا أعمالكم)إلا أنا جوزنا له الخروج لحاجة الإنسان إذ لا بد منها وتعذر قضاؤها في المسجد فدعت الضرورة إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 9...... بعض لوگ اس طرح نیت کرتے ہیں کہ پہلے مثلاً پانچ روز کا اعتکاف کرتا ہوں پھر اگر ہمت ہوئی تو پورے عشرے کا اعتکاف کرلوں گا، اس طرح نیت کرنے سے مسنون اعتکاف کا ثواب نہ ہوگا بلکہ نفل اعتکاف کا ثواب ہوگا، کیونکہ ابتداء میں پورے عشرہ کے اعتکاف کی نیت نہیں پائی گئی۔

مسئلہ نمبر 10...... اعتکاف کیونکہ ایسی عبادت ہے، جو نیت کے ساتھ ہی معتبر ہوتی ہے، اس لئے اس عبادت کے درست ہونے کے لئے مسلمان ہونا اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الخروج ولأن فی الخروج لهذه الحاجة تحقیق هذه القربة؛ لأنه لا یتمکن المرء من أداء هذه القربة إلا بالبقاء ، ولا بقاء بدون القوت عادة ولا بد لذلک من الاستفراغ علی ما علیه مجری العادة فکان الخروج لها من ضرورات الاعتکاف ووسائله وما کان من وسائل الشیء ؛ کان حکمه حکم ذلک الشیء فکان المعتکف فی حال خروجه عن المسجد لهذه الحاجة کأنه فی المسجد وقد روی عن عائشة -رضی الله عنها -أن النبی -صلی الله علیه وسلم -کان لا یخرج من معتکفه لیلا ولا نهارا إلا لحاجة الإنسان(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۲،ص ۱۱۴،کتاب الاعتکاف،فصل رکن الاعتکاف)

(ولا یبطل الاعتکاف بنیة الخروج منه کالصوم ولو خرج من نوی اعتکاف مدة) مطلقة کیوم وشهر (لقضاء الحاجة ثم رجع لم یجدد) أی لم یلزمه تجدید النیة لأنه لا بد منه فهو کالمستثنی عند النیة (وإلا) أی وإن خرج لغیر قضاء الحاجة (جدد) النیة وجوبا وإن قصر إلا لزمان لانقطاع الاعتکاف الذی کان فیه (أسنی المطالب فی شرح روض الطالب، لزکریا بن محمد بن زکریا الأنصاری الشافعی، ج ۱، ص ۴۳۶، کتاب الاعتکاف، فصل یستحب للمعتکف الصوم)

(وله) أی الاعتکاف (شرطان) أی رکنان فمراده بالشرط ما لا بد منه بل أرکانه أربعة کما ستعرفه.
الأول :(النیة) بالقلب کغیره من العبادات، وتجب نیة فرضیة فی نذره لیتمیز عن النفل وإن أطلق الاعتکاف بأن لم یقدر له مدة کفته نیته، وإن طال مکثه، لکن لو خرج من المسجد بلا عزم عود وعاد جددها سواء أخرج لتبرز أم لغیره لأن ما مضی عبادة تامة، فإن عزم علی العود کانت هذه العزیمة قائمة مقام النیة (تحفة الحبیب علی شرح الخطیب مع حاشیة البجیرمی علی الخطیب، للبجیرمی المصری الشافعی، ج۲، ص ۴۱۱، کتاب الصیام، فصل فی الاعتکاف)

[1] ومنها الإسلام والعقل (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲،ص ۳۲۲،باب الاعتکاف)
وأما شرائط صحته فنوعان :نوع یرجع إلی المعتکف، ونوع یرجع إلی المعتکف فیه.
أما ما یرجع إلی المعتکف فمنها :الإسلام والعقل والطهارة عن الجنابة والحیض والنفاس، وإنها شرط الجواز فی نوعی الاعتکاف الواجب والتطوع جمیعا؛ لأن الکافر لیس من أهل العبادة.
وکذا المجنون؛ لأن العبادة لا تؤدی إلا بالنیة وهو لیس من أهل النیة(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۲ ص۱۰۸ ،کتاب الاعتکاف،فصل شرائط صحة الاعتکاف)

لیکن بالغ ہونا شرط نہیں، اس لئے سمجھدار، نابالغ بچے اور بچی کا اعتکاف کرنا بھی درست ہے، جس طرح سے کہ نابالغ اور سمجھدار بچے اور بچی کا نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست ہے، اور اسی طرح اعتکاف کے لئے مرد اور آزاد ہونا ضروری نہیں، بلکہ عورت کا اپنے شوہر اور غلام کا اپنے مالک کی اجازت سے اعتکاف کرنا درست ہے۔

اور اسی طرح لڑکے یا لڑکی کا شادی شدہ ہونا بھی ضروری نہیں۔ [1]

اور بعض لوگوں اور خاص کر خواتین میں جو مشہور ہے کہ غیر شادی شدہ عورت یا کنواری لڑکی اعتکاف نہیں کرسکتی، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے، اعتکاف کے لئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں۔ [2]

اسی طرح بعض لوگ یا عورتیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ جس عورت کی اولاد کم عمر ہو، وہ اعتکاف نہیں کرسکتی، یہ بھی درست نہیں، اگر بال بچے والی عورت اعتکاف کرے، تو بھی درست ہے، اور

---

[1] وأما البلوغ فليس بشرط حتى يصح اعتكاف الصبى العاقل كالصوم وكذا الذكورة والحرية فيصح من المرأة والعبد بإذن الزوج والمولى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص ۳۲۲، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ويصح الاعتكاف من الصبى العاقل كغيره من العبادات(فتح القدير، ج۲ ص ۴۰۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأما البلوغ فليس بشرط لصحة الاعتكاف فيصح من الصبى العاقل؛ لأنه من أهل العبادة، كما يصح منه صوم التطوع.

ولا تشترط الذكورة والحرية فيصح من المرأة والعبد بإذن المولى والزوج، إن كان لها زوج؛ لأنهما من أهل العبادة، وإنما المانع حق الزوج والمولى، فإذا وجد الإذن فقد زال المانع ولو نذر المملوك اعتكافا فللمولى أن يمنعه عنه، فإذا أعتق قضاه، وكذلك المرأة إذا نذرت فلزوجها أن يمنعها فإذا بانت قضت؛ لأن للزوج ملك المنفعة فيها، وللولى ملك الذات والمنفعة فى المملوك، وفى الاعتكاف تأخير حقهما فى استيفاء المنفعة فكان لهما المنع ما داما فى ملك الزوج والمولى فإذا بانت المرأة وأعتق المملوك؛ لزمهما قضاؤه، ولأن النذر منهما قد صح لوجوده من الأهل لكنهما منعا لحق المولى والزوج، فإذا سقط حقهما بالعتق والبينونة فقد زال المانع فيلزمهما القضاء وأما المكاتب فليس للولى أن يمنعه من الاعتكاف الواجب والتطوع؛ لأن المولى لا يملك منافع مكاتبه؛ فكان كالحر فى حق منافعه (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۲ ص ۱۰۸، ۱۰۹، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[2] البتہ اگر کسی لڑکی یا عورت کو الگ بیٹھنے سے وحشت ہوتی ہو اور طبی طور پر ذہنی ودماغی بیماری کا اندیشہ ہو تو یہ الگ مسئلہ ہے اور ایک طبی معاملہ ہے، جو کہ کوئی شرعی حکم نہیں۔

اعتکاف کی حالت میں اس کا اپنے بچے کو دودھ پلانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر 11...... اگر عورت شادی شدہ ہو تو اعتکاف کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے، شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کے لئے اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

لیکن شوہروں کو چاہئے کہ وہ بلاوجہ عورتوں کو اعتکاف سے محروم نہ کریں بلکہ اجازت دے دیا کریں۔

پھر اگر ایک مرتبہ شوہر نے اپنی بیوی کو اعتکاف کی اجازت دے دی، اور اس نے اعتکاف شروع کر دیا، تو اس کے بعد اس اعتکاف کے دوران اس اعتکاف کے ختم ہونے تک، شوہر کو منع کرنے کا حق نہیں، اور اگر شوہر منع کرے، تو عورت کو شوہر کی تعمیل کی خاطر شروع کیے ہوئے مسنون اعتکاف کو توڑنے کی ضرورت نہیں۔ [1]

مرد وعورت معتکف کے لئے مسجد اور اُس کی حدود

مرد حضرات کا اعتکاف درست ہونے کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے، مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں۔ [2]

---

[1] ولا يأتي الزوج امرأته وهي معتكفة إذا كانت اعتكفت بإذن زوجها؛ لأن اعتكافها إذا كان بإذن زوجها؛ فإنه لا يملك الرجوع عنه لما بينا فيما تقدم فلا يجوز وطؤها لما فيه من إفساد عبادتها (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٦، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

ولا تشترط الحرية فيصح من العبد وكذا المرأة بإذن الزوج والمولى منح ولو أذن لها لم يكن له الرجوع لكونه ملكها منافع الاستمتاع بنفسها وهي من أهل الملك بخلاف المملوك لأنه ليس من أهله وقد أعاره منافعه وللمعير الرجوع لكنه يكره لخلف الوعد بحر (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ج١، ص٧٠٠، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] وأما الذي يرجع إلى المعتكف فيه :فالمسجد وإنه شرط في نوعي الاعتكاف :الواجب والتطوع؛ لقوله تعالى (ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد)وصفهم بكونهم عاكفين في المساجد مع أنهم لم يباشروا الجماع في المساجد؛ لينهوا عن الجماع فيها فدل أن مكان الاعتكاف هو المسجد ويستوي فيه الاعتكاف الواجب والتطوع؛ لأن النص مطلق(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،ج٢ص١١٢، ١١٣،كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

وشرعا اللبث في المسجد مع نيته فالركن هو اللبث والكون في المسجد والنية شرطان للصحة(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج٢،ص٣٢٢،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

قرآن مجید کے اندر مساجد میں اور بیتُ اللہ میں خصوصیت کے ساتھ اعتکاف کا ذکر آیا ہے۔
بلکہ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کو بیتُ اللہ کے اہم مقاصد میں سے ذکر فرمایا ہے۔
چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَعَهِدْنَا إِلٰى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (سورة البقرة، آیت ۱۲۵)

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع، سجدے کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا (سورہ بقرہ)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ (سورة البقرة، آیت ۱۸۷)

ترجمہ: اور تم عورتوں سے مباشرت نہ کرو، اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو (سورہ بقرہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں اعتکاف کا ذکر فرمایا ہے، اور مسجدوں کا لفظ عام ہے، جو ہر قسم کی شرعی مساجد کو شامل ہے۔
اسی وجہ سے بہت سے فقہائے کرام نے ہر قسم کی شرعی مساجد میں اعتکاف کو درست قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] والظاهر من قوله :في المساجد، أنه لا يختص الاعتكاف بمسجد، بل كل مسجد هو محل للاعتكاف، وبه قال أبو قلابة، وابن عيينة، والشافعي، وداود الطبري، وابن المنذر، وهو أحد قولي مالك، والقول الآخر :أنه لا اعتكاف إلا في مسجد يجمع فيه، وبه قال عبد الله، وعائشة، وإبراهيم، وابن جبير، وعروة وأبو جعفر.
وقال قوم :إنه لا اعتكاف إلا في أحد المساجد الثلاثة وهو مروى عن عبد الله وحذيفة.
وقال قوم :لا اعتكاف إلا في مسجد نبي، وبه قال ابن المسيب، وهو موافق لما قبله، لأنها مساجد الأنبياء عليهم الصلاة والسلام.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ بعض احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہئے کہ جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى الحارث عن على :أنـه لا اعتكاف إلا فى المسجد الحرام، وفى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وظـاهـر الآية يـدل عـلـى جواز الاعتكاف للرجال، وأما النساء فمسكوت عنهن .وقـال أبو حنيفة: تـعـتـكف فـى مسجد بيتها لا فى غيره (تفسير البحرالمحيط، ج۲ص ۲۲۱، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۱۸۷)

وظـاهـر قوله (وأنتم عاكفون فى المساجد) يبيـح الاعتـكـاف فى سائر المساجد لعموم اللفظ ومن اقتـصـر بـه عـلـى بـعـضها فعليه بإقامة الدلالة وتخصيصه بمساجد الجماعات لا دلالة عليه كما أن تـخـصيص من خصه بمساجد الأنبياء لما لم يكن عليه دليل سقط اعتباره (احكام القرآن للجصاص، ج ۱، ص ۳۰۲، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۱۹۷، باب الاعتكاف)

وقالت طائفة :الاعتـكـاف فى كل مسجد جائز، روى ذلـك عن النخعي، وأبى سلمة والشعبى، وهو قـول أبـى حـنيـفـة، والثـورى، والشافعى، وأحمد، وهو قول مالك فى (الموطأ) ، قال :لا أراه كره الاعتـكـاف فـى الـمـسـاجـد التـى لا يـجـمـع فيها، إلا كراهية أن يخرج المعتكف من مسجده الذى اعتـكـف فيـه إلـى الـجـمـعة، فإن كان مسجدًا لا يجمع فيه، ولا يجب على صاحبه إتيان الجمعة فى مسـجـد سواه، فلا أرى بأسًا بالاعتكاف فيه؛ لأن الله تعالى قال :(ولا تبـاشروهن وأنتم عاكفون فى الـمـسـاجـد)فعم المساجد كلها ولم يخص منها شيئًا، ونحوه قال الشافعى :المسجد الجامع أحب إلـى، وإن اعتـكـف فـى غيـره فـمـن الـجـمـعة إلى الجمعة (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۴، ص ۱۶۱، و۱۶۲، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف فى العشر الأواخر)

[1] عـن ابن جريج ,أخبـرنى الزهرى ,عـن الاعتـكاف وكيف سنته ,عـن سعيد بن المسيب ,وعروة بن الزبير عن عائشة أخبرتهما ,أن رسـول الله صلى الله عليه وسلم كـان يـعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ,ثـم اعتكف أزواجه من بعده , وأن السـنة فـى المعتكف أن لا يخرج إلا لحاجة الإنسان ولا يتبع جنازة ولا يعود مريضا ولا يـمـس امـرأة ولا يبـاشـرها،ولا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة وسنة من اعتكف أن يصوم (سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۳۶۴، باب الاعتكاف)

عـن مـغيـرة، عن إبراهيم، أن حذيفة قال لابن مسعود :ألا تـعجب من قوم بين دارك، ودار أبـى مـوسـى يزعمون أنهم معتكفون، قال :فـلـعـلهم أصابوا، وأخطأت أو حفظوا، ونسيت ، قال :أمـا أنـا فقد علمت أنه لا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۹۵۰۹)

عن واصل الأحدب ، عن إبراهيم ، قال :جاء حذيفة إلى عبد الله ، فقال :ألا أعجبك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس کے برعکس بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من قوم عكوف بين دارک وبين دار الأشعرى ، يعنى :المسجد ؟ قال عبد الله :فلعلهم أصابوا وأخطأت ، فقال حذيفة :أما علمت أنه لا اعتكاف إلا فى ثلاثة مساجد ؛ المسجد الحرام ، والمسجد الأقصى ، ومسجد الرسول صلى الله عليه وسلم ، وما أبالى اعتكفت فيه ، أو فى سوقكم هذه(مصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٩٧٦٢، من قَالَ :لا اعتكاف ، إلا فى مسجد يجمع فيه)

حدثنا الحسين، حدثنا سليمان، حدثنا هشيم عن جويبر عن الضحاک عن حذيفة بن اليمان، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مسجد فيه إمام ومؤذن فإن الاعتكاف فيه يصلح .قال ابن عدى وهذا وإن كان مرسلا لأن الضحاک عن حذيفة يكون مرسلا فإنه ليس بمحفوظ(الكامل فى ضعفاء الرجال، ج۴، ص۲۹۸، تحت ترجمةسليمان بن بشار أبو أيوب المروزى)

قال الالبانی:

موضوع. رواه ابن عدى(۲/ ۱۶۱)عن سليمان :حدثنا هشيم، عن جويبر، عن الضحاک، عن حذيفة بن اليمان مرفوعاً .وقال: "وهذا وإن كان مرسلاً؛ لأن الضحاک عن حذيفة يكون مرسلاً؛ فإنه ليس بمحفوظ، وسليمان بن بشار حدث عن ابن عيينة وهشيم وغيرهما بما لا يرويه عنهم غيره، ويقلب الأسانيد ويسرق." وقال ابن حبان : "يضع على الأثبات ما لا يحصى (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۴۱۱۶)

عن جابر الجعفى عن سعد بن عبيدة عن أبى عبد الرحمن السلمى عن على بن أبى طالب قال لا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۸۰۰۹، باب لا جوار إلا فى مسجد جماعة)

عن معمر عن رجل عن الحسن وعن هشام بن عروة عن أبيه قال لا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة(ايضاً، رقم الحديث۸۰۱۰)

عن معمر عن يحيى بن أبى كثير عن أبى سلمة وعن رجل عن الحسن كانا يرخصان فى الاعتكاف فى مسجد القبائل التى تقام فيها الصلاة (ايضاً، رقم الحديث ۸۰۱۱)

عن معمر عن الزهرى قال لا اعتكاف الا فى مسجد جماعة (ايضاً، رقم الحديث۸۰۱۷)

[1] عن الثورى عن منصور عن إبراهيم قال كان لا يرى بأسا بالاعتكاف فى هذه المساجد مساجد القبائل قال منصور وكان سعيد بن جبير يعتكف فى مسجد قومه (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث۸۰۱۲، باب لا جوار إلا فى مسجد جماعة)

عن الثورى عن عمرو بن عامر قال كان أبو الأحوص يعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث۸۰۱۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمارے نزدیک مرد حضرات کے حق میں راجح یہ ہے کہ نفل اعتکاف تو ہر مسجد میں بلاشبہ جائز ہے، جیسا کہ پہلے نفلی اعتکاف کے ذیل میں گزرا، جہاں تک مسنون اعتکاف کا تعلق ہے تو مسنون اعتکاف کے جامع مسجد میں جائز ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں، اور جامع مسجد میں اس اعتبار سے افضل ہے کہ معتکف کو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اگر جامع مسجد نہ ہو (جیسا کہ عام دیہات اور گاؤں میں جہاں جمعہ نہیں ہوتا یا شہر کی جامع مسجد دُور ہو، یا اس میں اعتکاف کرنے میں کوئی عذر ہو) تو پھر ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو، کیونکہ نماز باجماعت کا درجہ بہت زیادہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن الثورى عن على بن الأرقم عن شداد بن الأزمع قال اعتكف رجل فى المسجد فى خيمة له فحصبه الناس قال فأرسلنى الرجل إلى عبد الله بن مسعود فجاء عبد الله فطرد الناس وحسن ذلك (ايضاً، رقم الحديث ٨٠١٥)

عن أيوب ؛ أن أبا قلابة اعتكف فى مسجد قومه (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٩٧٥٣، من اعتكف فى مسجد قومه ومن فعله)

حدثنا هشيم ، عن خالد ؛ أن أبا قلابة فعله (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٤)

حدثنا هشيم ، عن الشيبانى ، عن سعيد بن جبير ؛ أنه اعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٥)

عن قيس بن مسلم ، عن سعيد بن جبير ؛ أنه اعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٦)

عن حجاج ، عن همام بن الحارث ؛ أنه اعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٧)

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن منصور ، عن إبراهيم ، قال :لا بأس بالاعتكاف فى مساجد القبائل (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٨)

عن معمر ، عن يحيى ، عن أبى سلمة ؛ أنه كان لا يرى بأسا أن يعتكف فى مسجد يصلى فيه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٥٩)

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن أبى الزعراء ؛ أن أبا الأحوص اعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٦٠)

حدثنا وكيع ، عن إسرائيل ، عن جابر ، عن عامر ، قال :إن شاء اعتكف فى مسجد قومه (ايضاً، رقم الحديث ٩٧٦١)

[1] ثم المسجد الجامع؛ لأنه من مجمع المسلمين لإقامة الجمعة ثم بعده المساجد الكبار؛ لأنها فى معنى الجوامع لكثرة أهلها(بدائع الصنائع، ج٢، وص١١٣، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

قال القدورى :ولا يصح الاعتكاف إلا فى مسجد الجماعات، وروى عن أبى حنيفة أنه لا يصح إلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر کسی کو ایسی مسجد بآسانی میسر نہ ہو، اور کوئی مسجد ایسی میسر ہو کہ وہاں با قاعدہ پنج وقتی نماز باجماعت نہ ہوتی ہو، تو صرف اس وجہ سے اس مسجد میں اعتکاف ترک نہیں کرنا چاہئے۔

چنانچہ جن گاؤں دیہات کی مسجدوں میں باقاعدہ پنج وقتی نماز باجماعت کا اہتمام نہیں ہوتا، وہاں بھی مسنون اعتکاف کر لینے کی اجازت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی مسجد تصلی فیه الصلوات الخمس، قیل :أراد أبـو حنیفة رحمه الله غیر المسجد الجامع، فإن هناک یجوز الاعتکاف، وإن لم یصلوا فیه الصلوات کلها بجماعة.

وفی المنتقی :عن أبی یوسف :أن الاعتکاف الواجب لا یجوز أداؤه فی غیر مسجد الجماعة، وغیر الواجب یجوز أداؤه فی غیر مسجد الجماعة، والأفضل اعتکاف الرجل فی الجامع إذا کان ثمة قوم یصلون بجماعة، وإن لم یکن، فاعتکافه بالمسجد أفضل، والأفضل فی حق المرأة الاعتکاف فی مسجد بیتها یرید به الموضع المعد للصلاة، ولو خرجت واعتکفت فی مسجد الجماعة جاز اعتکافها(المحیط البرهانی، ج۲ص۴۰۵، کتاب الصوم،الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

(قوله فی مسجد جماعة) أی هو شرط لاعتکاف الرجال، وهذا علی روایة اشتراط مسجد تقام فیه الصلوات الخمس بجماعة، وهی المختارة وروی عن أبی حنیفة أنه یصح فی مسجد یصلی فیه بعض الصلوات بجماعة کمساجد الأسواق وجه المختارة أن الاعتکاف عبادة انتظار الصلاة فلا بد من اختصاصه بمسجد یصلی فیه الصلوات الخمس وقالا یجوز فی کل مسجد کذا فی شرح المجمع وقال فی البحر صحح فی غایة البیان صحة الاعتکاف فی کل مسجد وصحح قاضی خان أنه یصح فی کل مسجد له أذان وإقامة وقیل أراد الإمام باشتراط مسجد تقام فیه الجماعة فی الصلوات الخمس غیر الجامع أما فی الجامع فیجوز، وإن لم یصل فیه الخمس کلها بجماعة، وعن أبی یوسف أن الاعتکاف الواجب لا یجوز فی غیر مسجد الجماعة والنفل یجوز ثم أفضل الاعتکاف فی المسجد الحرام ثم المسجد النبوی ثم بیت المقدس ثم الجامع ثم کل مکان أی مسجد أهله أکثر وأوفر کذا فی التبیین، والجامع قیل :إنما یکون أفضل إذا کان یصلی فیه الخمس بجماعة فإن لم یکن ففی مسجده کی لا یحتاج إلی الخروج کذا فی الفتح (حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام، ج۱، ص۲۱۲، باب الاعتکاف)

[1] قلنا الاعتکاف فی کل مسجد مشروع لقوله تعالی (ولا تباشروهن وأنتم عاکفون فی المساجد) فیتناول الجمیع ثم هو مأمور بالسعی إلیها بقوله تعالی (فاسعوا إلی ذکر الله)فیکون الخروج لها مستثنی کحاجة الإنسان ولأنا لو ألزمناه الاعتکاف فی الجامع لأجل الجمعة یکثر خروجه ومشیه المنافیان للاعتکاف لبعد منزله بخلاف مسجد حیه ولأن فیه إخلاء المساجد عن الاعتکاف وهجرانها(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج۱ ص۳۵۰، کتاب الصوم،باب الاعتکاف)

(ثم الاعتکاف لا یصح إلا فی مسجد الجماعة) ش :أراد به مسجداً تصلی فیه جماعة بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جب کسی شہر کی غیر جامع مسجد میں اعتکاف کرے، تو معتکف کو حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانے کی اجازت ہوگی، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہ تفصیل تو مرد حضرات کے حق میں تھی، جہاں تک عورتوں کے اعتکاف کا معاملہ ہے، تو بہت سے فقہاء کے نزدیک عورت کے اعتکاف کے لئے بھی مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصلوات كمساجد الأسواق م :(لقول حذيفة -رضى الله عنه :-لا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة) ش :هذا رواه الطبرانى فى "معجمه "حدثنا على بن عبد العزيز، حدثنا حجاج بن منهال، حدثنا أبو عوانة عن مغيرة عن إبراهيم النخعى أن حذيفة قال لابن مسعود :ألا تعجب من قوم بين دارك ودار أبى موسى يزعمون أنهم معتكفون، قال :فلعلهم أصابوا، وأخطأت أو حفظوا ونسيت، قال :أما أنا فقد علمت أنه لا اعتكاف إلا فى مسجد جماعة.

م :(وعن أبى حنيفة) ش - :رضى الله عنه -م :(أنه لا يصح إلا فى مسجد) ش :جماعة م :(تصلى فيه الصلوات الخمس؛ لأنه عبادة انتظار الصلاة فيختص بمكان تؤدى فيه) ش :الصلاة .هذه رواية الحسن عن أبى حنيفة -رضى الله عنه -أنه لا يجوز إلا فى مسجد له إمام ومؤذن وتصلى فيه الصلوات كلها.

وفى "الفتاوى :"يجوز الاعتكاف فى الجامع وإن لم يصلوا فيه بالجماعة، أما إذا كان يصلى فيه الصلوات الخمس بالجماعة فالاعتكاف فيه أفضل .وقال الإمام الأسبيجابى فى "شرح الطحاوى :"أفضل الاعتكاف أن يكون فى المسجد الحرام ثم فى مسجد المدينة وهو مسجد رسول الله -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -ثم فى مسجد بيت المقدس ثم فى المساجد العظام التى كثر أهلها.

وفى "المنتقى :"عن أبى يوسف -رضى الله عنه -أن الاعتكاف الواجب لا يجوز أداؤه فى غير مسجد الجماعة .وفى "البدائع :"الاعتكاف الواجب، والنفل لا يصحان إلا فى المسجد، وقال الطحاوى -رحمه الله :-يصح فى كل مسجد .وقال الأترازى :والصحيح عندى أنه يصح فى كل مسجد .قلت :هذا قول الطحاوى -رحمه الله -ونسبه إلى نفسه (البناية شرح الهداية، ج۴، ص۱۲۵، و۱۲۶، كتاب الصوم، مكان الاعتكاف)

[1] اختلفوا فى مكان اعتكاف المرأة:

فذهب الجمهور والشافعى فى المذهب الجديد إلى أنها كالرجل لا يصح اعتكافها إلا فى المسجد، وعلى هذا فلا يصح اعتكافها فى مسجد بيتها، لما ورد عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه سئل عن امرأة جعلت عليها (أى نذرت) أن تعتكف فى مسجد بيتها، فقال " :بدعة، وأبغض الأعمال إلى الله البدع .فلا اعتكاف إلا فى مسجد تقام فيه الصلاة .ولأن مسجد البيت ليس بمسجد حقيقة ولا حكما، فيجوز تبديله، ونوم الجنب فيه، وكذلك

لو جاز لفعلته أمهات المؤمنين -رضى الله عنهن -ولو مرة تبيينا للجواز.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کا اعتکاف درست ہونے کے لئے مسجد کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ گھر کی نماز پڑھے جانے والی مخصوص جگہ (Prayer Place in the House) میں بھی عورت کو اعتکاف کرنا درست ہے۔

کیونکہ ایک تو احادیث میں گھروں میں بھی مساجد بنانے کا حکم آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی المذهب القديم للشافعي :أنه يصح اعتكاف المرأة فی مسجد بيتها، لأنه مكان صلاتها.
قال النووی :قد أنكر القاضی أبو الطيب وجماعة هذا القديم .وقالوا :لا يجوز فی مسجد بيتها قولا واحدا وغلطوا من قال :فيه قولان.
وذهب الحنفية إلى جواز اعتكاف المرأة فی مسجد بيتها، لأنه هو الموضع لصلاتها، فيتحقق انتظارها فيه، ولو اعتكفت فی مسجد الجماعة جاز مع الكراهة التنزيهية، والبيت أفضل من مسجد حيها، ومسجد الحی أفضل لها من المسجد الأعظم.
وليس للمرأة أن تعتكف فی غير موضع صلاتها من بيتها.
وإن لم يكن لها فی البيت مكان متخذ للصلاة لا يجوز لها الاعتكاف فی بيتها، وليس لها أن تخرج من بيتها الذی اعتكفت فيه اعتكافا واجبا عليها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ص ۲۱۲، مادة"اعتكاف"مكان اعتكاف المرأة)

[1] عن أبيه سليمان بن سمرة، عن أبيه سمرة، أنه كتب إلى ابنه :أما بعد فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا بالمساجد أن نصنعها فی ديارنا، ونصلح صنعتها ونطهرها(سنن أبی داود، رقم الحديث ۴۵۶)
عن عائشة، قالت :أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المساجد فی الدور وأن تنظف وتطيب (ابوداوٗد، رقم الحديث ۴۵۵، بابُ اتخاذ المساجد فی الدور، واللفظ لهٗ؛ ترمذی، رقم الحديث ۵۹۴، باب ما ذكر فی تطييب المساجد؛ سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۷۵۸؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۶۳۴)
إسناده صحيح على شرط البخاری (حاشية ابنِ حبان)
حدثنا إسحاق بن حمدان البلخی، حدثنا علی بن أبی عيسى، حدثنا عبد الله بن الوليد العدنی، حدثنا سفيان الثوری عن هشام بن عروة، عن أبيه عن عائشة أن النبی صلى الله عليه وسلم أمر بتنظيف المساجد التی فی البيوت(الكامل لابن عدی، تحت ترجمة عبد الله بن الوليد بن ميمون بن عبد الله العدنی مولى عثمان بن عفان مكی، ج۵، ص۴۰۷)
سمعت عتبان بن مالك الأنصاری، ثم أحد بنی سالم، قال :كنت أصلی لقومی بنی سالم، فأتيت النبی صلى الله عليه وسلم، فقلت :إنی أنكرت بصری، وإن السيول تحول بينی وبين مسجد قومی، فلوددت أنك جئت، فصليت فی بيتی مكانا حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے مرد حضرات کو گھروں میں غیر فرض نمازیں پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أتخذه مسجدا، فقال :أفعل إن شاء الله، فغدا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر معه بعد ما اشتد النهار، فاستأذن النبى صلى الله عليه وسلم، فأذنت له، فلم يجلس حتى قال :أين تحب أن أصلى من بيتك؟، فأشار إليه من المكان الذى أحب أن يصلى فيه، فقام، فصففنا خلفه، ثم سلم وسلمنا حين سلم(بخارى، رقم الحديث ٨٤٠،باب من لم يرد السلام على الإمام واكتفى بتسليم الصلاة،ورقم الحديث ٤٢٥،باب المساجد فى البيوت وصلى البراء بن عازب :فى مسجده فى داره جماعة؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٦٤٨٢)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

عن أبى هريرة، أن رجلا من الأنصار عمى، فبعث إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن تعال فاخطط فى دارى مسجدا أتخذه مصلى، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، واجتمع إليه قومه، وبقى رجل منهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أين فلان؟ ، فغمزه بعض القوم إنه، وإنه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :أليس قد شهد بدرا؟ ، قالوا :بلى يا رسول الله، ولكنه كذا، وكذا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لعل الله اطلع على أهل بدر، فقال : اعملوا ما شئتم، فقد غفرت لكم(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤٧٩٨)

قال شعيب الارنؤوط: إسنادهُ حسن(حاشية ابنِ حبان)

مذکورہ احادیث میں دُور یا دیار کے الفاظ سے بعض حضرات نے قبائل مراد لیے ہیں، اور بعض حضرات نے بیوت مراد لیے ہیں؛ اور ہمارے نزدیک بیوت مراد ہونا راجح ہے، کیونکہ بعض روایات میں بیوت کی تصریح پائی جاتی ہے، نیز گھروں یا گھر کی مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی کئی احادیث میں ترغیب آئی ہے۔

قوله " :فى الدور "قال سفيان بن عيينة :الدور :القبائل .وذكر الخطابى أنها البيوت، وحكى- أيضا -أنه يراد بها المحال التى فيها الدور .قلت :الظاهر أن المراد بها ما قاله الخطابى؛ لورود النهى عن اتخاذ البيوت مثل المقابر(شرح سنن أبى داود للعينى،ج٢ص ٣٥٩،باب :فى المساجد تبنى فى الدور)

؎ عن ابن عمر رضى الله عنهما، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اجعلوا فى بيوتكم من صلاتكم، ولا تتخذوها قبورا(بخارى، رقم الحديث ١١٨٧؛ مسلم، رقم الحديث ٧٧٧)

عن زيد بن خالد الجهنى، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :لا تتخذوا بيوتكم قبورا، صلوا فيها(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٠٣٠)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

(وعن ابن عمر قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-(اجعلوا فى بيوتكم) ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور خواتین کو گھروں کی مساجد میں نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ [1]

اور حنفیہ کے نزدیک گھر کی مسجد سے مراد یہ ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مخصوص جگہ متعین کی جائے، اور اس کو پاک اور صاف رکھا جائے، جہاں مرد حضرات نفل نماز پڑھا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بكسر الباء وضمه (من صلاتكم) ، أى :بعض صلاتكم التى هى النوافل مؤداة فى بيوتكم، وقوله :من صلاتكم مفعول أول، وفى بيوتكم مفعول ثان، قدم على الأول للاهتمام بشأن البيوت، وإن من حقها أن يجعل لها نصيبا من الطاعات لتصير منورة ; لأنها مأواكم ومنقلبكم، وليست كقبوركم التى لا تصلح لصلاتكم، ولذا قال :(ولا تتخذوها) ، أى :بيوتكم (قبورا) : بأن تتركوا الصلاة فيها كما تتركونها فى المقابر، شبه المكان الخالى عن العبادة بالمقبرة والغافل عنها بالميت، وقيل لا تجعلوا بيوتكم مواطن النوم لا تصلون فيها، فإن النوم أخو الموت، وقيل :إن مثل ذاكر الله ومثل غير ذاكر الله كمثل الحى والميت الساكن فى البيوت، والساكن فى القبور، فالذى لا يصلى فى بيته جعله بمنزلة القبر، كما جعل نفسه بمنزلة الميت، وقيل :معناه لا تدفنوا فيها موتاكم ;لئلا يكدر عليكم معاشكم ومأواكم(مرقاة المفاتيح، ج٢ص ٦٠١، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

قوله -صلى الله عليه وسلم - اجعلوا من صلاتكم فى بيوتكم ولا تتخذوها قبورا قلت هو محمول على النافلة(عمدة القارى، ج٢٢ص ١٦٣، كتاب الادب،باب ما يجوز من الغضب والشدة لأمر الله)

عن جابر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا قضى أحدكم الصلاة فى مسجده، فليجعل لبيته نصيبا من صلاته، فإن الله جاعل فى بيته من صلاته خيرا(مسلم، رقم الحديث ٧٧٨"٢١٠")

عن عبد الله بن شقيق، قال :سألت عائشة عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، عن تطوعه؟ فقالت :كان يصلى فى بيتى قبل الظهر أربعا، ثم يخرج فيصلى بالناس، ثم يدخل فيصلى ركعتين، وكان يصلى بالناس المغرب، ثم يدخل فيصلى ركعتين، ويصلى بالناس العشاء ، ويدخل بيتى فيصلى ركعتين، وكان يصلى من الليل تسع ركعات فيهن الوتر، وكان يصلى ليلا طويلا قائما، وليلا طويلا قاعدا، وكان إذا قرأ وهو قائم ركع وسجد وهو قائم، وإذا قرأ قاعدا ركع وسجد وهو قاعد، وكان إذا طلع الفجر صلى ركعتين(مسلم، رقم الحديث ٧٣٠"١٠٥" واللفظ له، سنن ابى داؤد،رقم الحديث ١٢٥١)

[1] عن أم سلمة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال " :خير مساجد قعر بيوتهن (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٥٤٢)

قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بشواهده(حاشية مسند احمد)

کریں، اور خواتین فرض اور غیر فرض نماز پڑھا کریں، اور اسی جگہ میں خواتین اعتکاف کیا کریں۔ [1]

اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ میں

[1] ویکره أن تكون قبلة المسجد إلى متوضأ أو مخرج أو حمام لأن فيه ترك تعظيم المسجد وأما مسجد البيت وهو الموضع الذى عينه صاحب البيت للصلاة فلا بأس بذلك لأنه ليس بمسجد حقيقة فلا يكون له حكم المسجد (بدائع الصنائع ،ج۵ص۱۲۶، كتاب الاستحسان)

(قوله فوق بيت إلخ) أى فوق مسجد البيت :أى موضع أعد للسنن والنوافل، بأن يتخذ له محراب وينظف ويطيب كما أمر به -صلى الله عليه وسلم -فهذا مندوب لكل مسلم، كما فى الكرمانى وغيره قهستانى، فهو كما لو بال على سطح بيت فيه مصحف وذلك لا يكره كما فى جامع البرهانى معراج(ردالمحتار،ج ا ص۶۵۷، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاةومايكره فيها ،مطلب فى احكام المسجد)

(قوله الخروج) أى من معتكفه ولو مسجد البيت فى حق المرأة ط فلو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها لو واجبا وانتهى لو نفلا بحر(ردالمحتار،ج۲ ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

أن موضع أداء الاعتكاف فى حقها الموضع الذى تكون صلاتها فيه أفضل كما فى حق الرجال وصلاتها فى مسجد بيتها أفضل فإن النبى -صلى الله عليه وسلم -لما سئل عن أفضل صلاة المرأة فقال :فى أشد مكان من بيتها ظلمة وفى الحديث أن النبى -صلى الله عليه وسلم -لما أراد الاعتكاف أمر بقبة فضربت فى المسجد فلما دخل المسجد رأى قبابا مضروبة فقال :لمن هذه فقيل لعائشة وحفصة فغضب وقال :آلبر يردن بهن وفى رواية يردن بهذا، وأمر بقبته فنقضت فلم يعتكف فى ذلك العشر فإذا كره لهن الاعتكاف فى المسجد مع أنهن كن يخرجن إلى الجماعة فى ذلك الوقت؛ فلأن يمنعن فى زماننا أولى، وقد روى الحسن عن أبى حنيفة رحمهما الله تعالى أنها إذا اعتكفت فى مسجد الجماعة جاز ذلك، واعتكافها فى مسجد بيتها أفضل، وهذا هو الصحيح؛ لأن مسجد الجماعة يدخله كل أحد، وهى طول النهار لا تقدر أن تكون مستترة ويخاف عليها الفتنة من الفسقة فالمنع لهذا، وهو ليس لمعنى راجع إلى عين الاعتكاف فلا يمنع جواز الاعتكاف وإذا اعتكفت فى مسجد بيتها فتلك البقعة فى حقها كمسجد الجماعة فى حق الرجل لا تخرج منها إلا لحاجة الإنسان فإذا حاضت خرجت ولا يلزمها به الاستقبال إذا كان اعتكافها شهرا أو أكثر ولكنها تصل قضاء أيام الحيض لحين طهرها وقد بينا هذا فى الصوم المتتابع فى حقها .ومسجد بيتها الموضع الذى تصلى فيه الصلوات الخمس من بيتها(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۱۱۹ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

اعتکاف کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ ۱؎

۱؎ والأفضل فی حق المرأة الاعتکاف فی مسجد بیتها یرید به الموضع المعد للصلاة، ولو خرجت واعتکفت فی مسجد الجماعة جاز اعتکافها(المحیط البرهانی،ج۲ص۴۰۵،کتاب الصوم،الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

قال -رحمه الله -(والمرأة تعتکف فی مسجد بیتها) لأنه هو الموضع لصلاتها فیتحقق انتظارها فیه ولو اعتکفت فی مسجد الجماعة جاز والأول أفضل ومسجد حیها أفضل لها من المسجد الأعظم (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق،ج۱،ص۳۵۰،کتاب الصوم،باب الاعتکاف،اعتکاف المرأة)

وقد روی الحسن عن أبی حنیفة رحمهما الله تعالی أنها إذا اعتکفت فی مسجد الجماعة جاز ذلک، واعتکافها فی مسجد بیتها أفضل، وهذا هو الصحیح؛ لأن مسجد الجماعة یدخله کل أحد، وهی طول النهار لا تقدر أن تکون مستترة ویخاف علیها الفتنة من الفسقة فالمنع لهذا، وهو لیس لمعنی راجع إلی عین الاعتکاف فلا یمنع جواز الاعتکاف(المبسوط للسرخسی، ج۳ص۱۱۹، باب الاعتکاف)

ولا تعتکف المرأة إلا فی مسجد بیتها یعنی موضع صلاتها فی بیتها وقال الشافعی رحمه الله تعالی لا تعتکف إلا فی مسجد حیها وعندنا لو اعتکفت فی مسجد حیها جاز ویکره(فتاوی قاضی خان،ج۱،ص۱۱۶،کتاب الصوم)

والمرأة تعتکف فی بیتها) أی فی المَوْضِع الذی أعدته للصلاة فیه، حتی لو لم یکن فی بیتها موضع معد للصلاة أو کان، واعتکفت فی موضع غیره من بیتها، لا اعتکاف لها .ولو اعتکفت فی مسجد جماعة جاز، ولکن مسجد بیتها أفضل من مسجدِ حیها، ومسجد حیها أفضل من مسجد جماعة غیره .وقال مالک والشافعی فی القول الجدید :لا یجوز اعتکاف المرأة فی مسجد بیتها، وألحقوها بالرجال لإطلاق :لا اعتکاف إلا فی مسجدِ جماعةٍ.

ولنا أن مسجد بیتها أصون لها وأحرز لفضیلة الصلاة، قال صلی الله علیه وسلم صلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاة المرأة فی صحن دارها، وصلاتها فی صحن دارها أفضل من صلاتها فی المسجد، فإذا أعطی لبیتها حکم المسجد فی حق الصلاة، فکذا فی حق الاعتکاف بِمَکَانِ الصلاة(شرح النقایة،ج۲،ص۱۴۲)

وأما المرأة فذکر فی الأصل أنها لا تعتکف إلا فی مسجد بیتها ولا تعتکف فی مسجد جماعة وروی الحسن عن أبی حنیفة أن للمرأة أن تعتکف فی مسجد الجماعة وإن شاء ت اعتکفت فی مسجد بیتها، ومسجد بیتها أفضل لها من مسجد حیها ومسجد حیها أفضل لها من المسجد الأعظم وهذا لا یوجب اختلاف الروایات، بل یجوز اعتکافها فی مسجد الجماعة علی الروایتین جمیعا بلا خلاف بین أصحابنا والمذکور فی الأصل محمول علی نفی الفضیلة لا علی نفی الجواز توفیقا بین الروایتین وهذا عندنا.

وقال الشافعی :لا یجوز اعتکافها فی مسجد بیتها وجه قوله أن الاعتکاف قربة خصت بالمساجد بالنص، ومسجد بیتها لیس بمسجد حقیقة بل هو اسم للمکان المعد للصلاة فی حقها حتی لا یثبت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تمہید کے بعد اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... مرد کے حق میں اعتکاف کے لئے سب سے افضل جگہ (مکہ مکرمہ میں) مسجدِ حرام، پھر (مدینہ منورہ میں) مسجدِ نبوی اور پھر مسجد بیت المقدس یا مسجدِ اقصیٰ ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... خواتین کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، جس طریقہ سے ان کو اپنے گھروں میں باپردہ ہو کر نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

اور انہیں عام مسجدوں میں اعتکاف کرنا پسندیدہ نہیں ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لـه شـيء مـن أحـكـام الـمسـجـد فلا يجوز إقامة هذه القربة فيه ونحن نقول :بـل هذه قربة خصت بالمسجد لكن مسجد بيتها له حكم المسجد فى حقها فى حق الاعتكاف؛ لأن له حكم المسجد فى حقهـا فى حق الصلاة لحاجتها إلى إحراز فضيلة الجماعة فأعطى له حكم مسجد الجماعة فى حقها حتـى كـانـت صلاتها فى بيتها أفضل على ما روى عن رسول الله -صـلى الله عليه وسلم -أنه قال : صلاة المرأة فى مسجد بيتها أفضل من صلاتها فى مسجد دارها وصلاتها فى صحن دارها أفضل من صـلاتهـا فـى مسـجـد حيهـا وإذا كـان لـه حكم المسجد فى حقها فى حق الصلاة فكذلك فى حق الاعتـكـاف؛ لأن كـل واحـد مـنهما فى اختصاصه بالمسجد سواء وليس لها أن تعتكف فى بيتها فى غير مسجد وهو الموضع المعد للصلاة؛ لأنه ليس لغير ذلك الموضع من بيتها حكم المسجد، فلا يـجـوز اعتـكـافهـا فيـه. والـلـه أعـلـم(بـدائـع الصنـائع فى ترتيب الشرائع، ج٢ص١١٣، كتـاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[1] وأفـضـل الاعتكاف فى المسجد الحرام لأنه مأمن الخلق ومهبط الوحى ومنزل الرحمة ثم فى مسجد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -لأنه أفضل المساجد بعد المسجد الحرام ثم فى مسجد بيـت الـمقدس ثم فى المساجد التى كثر جماعتها فكل مسجد كثرت جماعته فهو أفضل(الجوهرة النيرة، ج ا ص ١٤٦، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ومنها مسجد الجماعة فيصح فى كل مسجد له أذان، وإقامة هو الصحيح كذا فى الخلاصة، وأفضل الاعتـكـاف مـا كـان فى المسجد الحرام ثم فى مسجد النبى -عـليه الصلاة والسلام -ثم فى بيت الـمـقـدس ثـم فـى الـجـامـع ثـم فيـمـا كان أهله أكثر، وأوفر كذا فى التبيين(الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ٢١١، كتاب الصوم، الباب السابع)

[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض مواقع پر ازواجِ مطہرات کے مسجد میں اعتکاف کو ناپسند فرمانے کا احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے، جن کے پیشِ نظر بعض مشائخِ حنفیہ نے عورت کے مسجد میں اعتکاف کی کراہت وناپسندیدگی پر استدلال فرمایا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3...... جو جگہ اللہ کی عبادت اور نماز کے لئے وقف کردی گئی ہو، اور اُس سے مخلوق کے مالکانہ حقوق ختم ہوگئے ہوں، اور وہاں نماز شروع ہوگئی ہو، وہ جگہ شرعی مسجد کہلاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عائشة رضى الله عنها، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يعتكف فى كل رمضان، وإذا صلى الغداة دخل مكانه الذى اعتكف فيه، قال :فاستأذنته عائشة أن تعتكف، فأذن لها، فضربت فيه قبة، فسمعت بها حفصة، فضربت قبة، وسمعت زينب بها، فضربت قبة أخرى، فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من الغداة أبصر أربع قباب، فقال :ما هذا؟، فأخبر خبرهن، فقال :ما حملهن على هذا؟ آلبر؟ انزعوها فلا أراها، فنزعت، فلم يعتكف فى رمضان حتى اعتكف فى آخر العشر من شوال(بخارى،رقم الحديث ٢٠٤١، باب الاعتكاف فى شوال)

حدثتنى عمرة بنت عبد الرحمن، عن عائشة رضى الله عنها :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذكر أن يعتكف العشر الأواخر من رمضان فاستأذنته عائشة، فأذن لها، وسألت حفصة عائشة أن تستأذن لها، ففعلت، فلما رأت ذلك زينب ابنة جحش أمرت ببناء ، فبنى لها قالت :وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى انصرف إلى بنائه، فبصر بالأبنية، فقال :ما هذا؟ قالوا :بناء عائشة، وحفصة، وزينب، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ألبر أردن بهذا، ما أنابمعتكف، فرجع، فلما أفطر اعتكف عشرا من شوال (بخارى،رقم الحديث ٢٠٤٥، باب من أراد أن يعتكف، ثم بدا له أن يخرج)

عن عمرة، حدثتنى عائشة، أن النبى صلى الله عليه وسلم أراد الاعتكاف، فاستأذنته عائشة لتعتكف معه، فلما رأته زينب معه، فأذنت لها، فضربت خباء ها، فسألتها حفصة تستأذن لها لتعتكف معه، فلما رأته زينب ضربت معهن، وكانت امرأة غيورا، فرأى رسول الله صلى الله عليه وسلم أخبيتهن، فقال :ما هذا؟ البر يردن بهذا؟ فترك الاعتكاف حتى أفطر من رمضان، ثم اعتكف فى عشر من شوال(صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ٢٢٢٤، جماع ابواب الاعتكاف)

وبيوتهن خير لهن "فأخبر أن بيتها خير لها، ولم يفرق بين حالها فى الاعتكاف وفى الصلاة، ولما جاز للمرأة الاعتكاف باتفاق الفقهاء وجب أن يكون ذلك فى بيتها لقوله عليه السلام" :وبيوتهن خير لهن "فلو كانت ممن يباح لها الاعتكاف فى المسجد لكان اعتكافها فى المسجد أفضل ولم يكن بيوتهن خيرا لهن لأن الاعتكاف شرطه الكون فى المساجد لمن يباح له الاعتكاف فيه .ويدل عليه أيضا قوله عليه السلام" :صلاة المرأة فى دارها أفضل من صلاتها فى مسجدها، وصلاتها فى بيتها أفضل من صلاتها فى دارها، وصلاتها فى مخدعها أفضل من صلاتها فى بيتها "، فلما كانت صلاتها فى بيتها أفضل من صلاتها فى المسجد كان اعتكافها كذلك.

ويدل على كراهة الاعتكاف فى المساجد للنساء ما حدثنا محمد بن بكر قال :حدثنا أبو داود قال: حدثنا عثمان بن أبى شيبة قال :حدثنا أبو معاوية ويعلى بن عبيد،عن يحيى بن سعيد، عن عمرة، عن عائشة قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أراد أن يعتكف صلى الفجر ثم دخل معتكفه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جوجگہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو، اوراس کو باقاعدہ وقف نہ کیا گیا ہو، خواہ اس میں باجماعت نماز ہوتی ہو، تو وہ چونکہ شرعی مسجد نہیں، اس لئے اس میں مصلّی ہونے کی حیثیت سے نماز باجماعت کا تو ثواب مل جائے گا، لیکن مرد حضرات کا مسنون اعتکاف اس میں ادانہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... جوجگہ مسجد کے لئے وقف ہو، وہ دوطرح کی ہوسکتی ہے، ایک وہ جو خاص نماز کے لئے مختص کردی گئی ہو، یہ جگہ عینِ مسجد کہلاتی ہے، اور دوسری وہ جو خاص نماز کے لئے مختص نہ کی گئی ہو، البتہ مسجد پراُس کی ضروریات اور مصالح کے لئے وقف ہو۔

اعتکاف ان میں سے صرف پہلی طرح کی جگہ پر ہوتا ہے۔

پس کسی جگہ کا مسجد ہونا اور چیز ہے اور مسجد کی ضروریات کے لئے وقف ہونا اور چیز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قالت :وإنه أراد مرة أن يعتكف فى العشر الأواخر من رمضان، قالت :فأمر ببنائه فضرب، فلما رأيت ذلک أمرت ببنائى فضرب، قالت :وأمر غيرى من أزواج النبى صلى الله عليه وسلم ببنائه فضرب، فلما صلى الفجر نظر إلى الأبنية فقال" :ما هذه آلبر تردن؟ "قالت :ثم أمر ببنائه فقوض وأمر أزواجه بأبنيتهن فقوضت، ثم أخر الاعتكاف إلى العشر الأول ;يعنى من شوال .وهذا الخبر يدل على كراهية الاعتكاف للنساء فى المسجد بقوله" :آلبر تردن؟ "يعنى أن هذا ليس من البر، ويدل على كراهية ذلک منهن أنه لم يعتكف فى ذلک الشهر ونقض بناء ه حتى نقضن أبنيتهن . ولو ساغ لهن الاعتكاف عنده لما ترک الاعتكاف بعد العزيمة ولما جوز لهن تركه وهو قربة إلى الله تعالى، وفى هذا دلالة على أنه قد كره اعتكاف النساء فى المساجد (احكام القرآن للجصاص، ج ١ ص ٢٩٦ ،باب الاعتكاف)

ثم اعتكف أزواجه أى فى بيوتهن لما سبق من عدم رضائه عليه الصلاة والسلام لفعلهن ولذا قال الفقهاء يستحب للنساء أن يعتكفن فى مكانهن من بعده أى من بعد موته إحياء لسنته وابقاء لطريقته (مرقاة المفاتيح، ج٤ص ٣٢٦ باب الاعتكاف)

[1] مايعتبر من المسجد ومالايعتبر: اتفق الفقهاء على ان المراد بالمسجد الذى يصح فيه الاعتكاف، ما كان بناء معدا للصلاة فيه (الموسوعة الفقهية ج٥، حرف الالف، اعتكاف)

(قوله :لا مصلى عيد وجنازة) فليس لهما حكم المسجد فى ذلک وإن كان لهما حكمه فى صحة الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف، ومثلهما فناء المسجد، وتمامه فى البحر(رد المحتار على الدر المختار، ج ١ ،ص ١٧١ ،كتاب الطهارة،سنن الغسل)

حريم المسجد لا يثبت له حكم المسجد فى صحة الاعتكاف فيه(المجموع شرح المهذب، ج٦ ،ص ٥٠٦، كتاب الاعتكاف)

اس لئے معتکف کو عینِ مسجد اور وقف علی المسجد کی حدود اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... مسجد کی محراب، مسجد کا ہال، برآمدہ اور صحن عام طور سے عینِ مسجد میں داخل ہوتا ہے، اس لئے ان مقامات پر معتکف کے چلے جانے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا؛ اِلَّا یہ کہ ان میں سے کوئی جگہ شروع سے عینِ مسجد سے خارج رکھی گئی ہو۔

اور مسجد کی محراب عام طور پر مسجد میں شامل ہوتی ہے، لہٰذا اس میں جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ پس لوگوں میں جو مشہور ہے کہ محراب میں جانے سے ہر حال میں اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 6...... مسجد کی چھت عینِ مسجد کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا مسجد کی چھت پر معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، بشرطیکہ چھت پر جانے کے لئے عینِ مسجد کی حدود سے باہر نہ جانا پڑتا ہو۔ [3]

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو مسجد کئی منزلہ ہو تو اس کی ہر منزل میں اعتکاف ہو سکتا ہے اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کر لینے کے بعد اس کی دوسری منزل میں بھی معتکف جا سکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کے لئے مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلنا پڑتا ہو۔ [4]

---

[1] وأما فی جواز دخول الحائض فلیس للفناء حکم المسجد فیه، وأما ما فی شرح الزاهدی من أن سطح المسجد وظلة بابه فی حکمه فلیس علی إطلاقه بل مقید فی الظلة بأنها حکمه فی حق جواز الاقتداء لا فی حرمة الدخول للجنب والحائض کما لا یخفی(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۱، ص۲۰۵، کتاب الطهارة، باب الحیض)

[2] داخل المحراب له حکم المسجد، کذا فی الغرائب (الفتاویٰ الهندیة، ج۵ ص ۳۲۱، کتاب الکراهیة، الباب الخامس)

[3] (قوله والوطء فوقه والبول والتخلی) أی وکره الوطء فوق المسجد وکذا البول والتغوط لأن سطح المسجد له حکم المسجد حتی یصح الاقتداء منه بمن تحته ولا یبطل الاعتکاف بالصعود إلیه ولا یحل للجنب الوقوف علیه (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۲، ص۳۷، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

[4] قال محمد رحمه الله :وتکره المجامعة والبول فوق المسجد؛ لأن لسطح المسجد حکم المسجد، وهذا لما عرف أن حکم المسجد ثابت فی الهواء والعرصة جمیعاً، ولهذا قلنا :من قام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 7...... معتکف کے لئے عینِ مسجد کی پوری حدود اس کی اعتکاف گاہ شمار ہوتی ہے، لہٰذا معتکف کا مسجد کے خاص حصہ میں قیام کرنا اور ٹھہرنا ضروری نہیں، اور اسی وجہ سے معتکف کو مسجد کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا جائز ہے، بشرطیکہ مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلنا پڑے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... معتکف کو اپنی نشست گاہ کے اردگرد چادریں لگانا ضروری نہیں، بلکہ جائز ہے، اور چادریں لگانے کی وجہ سے اس کے لئے یہ جگہ اعتکاف کے لئے متعین نہیں ہو جاتی، اور نہ ہی وہاں دوسرے ضرورت مند لوگوں کو نماز پڑھنے سے منع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، اور چادریں لگانے کا مقصد یکسوئی حاصل کرنا ہے، معتکف کو چاہئے کہ زیادہ جگہ نہ گھیرے جس سے دوسرے معتکف حضرات یا نمازیوں کو تکلیف ہو۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ على سطح المسجد مقتدياً بإمام في المسجد، وهو خلف الإمام يجوز، والمعتكف إذا صعد سطح المسجد لا ينتقض اعتكافه، ولا يحل للجنب والحائض والنفساء صعود سطح المسجد، فعلم أن لسطح المسجد حكم المسجد، ثم لا تجوز المجامعة والبول في المسجد، فكذا فوقه(المحيط البرهاني،ج۵ص۳۱۷،كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل الخامس)
ولا يبطل الاعتكاف بالصعود إليه ولا يحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف عليه(رد المحتار على الدر المختار، ج ۱ ص ۶۵۶، كتاب الصلاة،باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

[1] لأن المسجد مكان واحد حكما (ردالمحتار، ج۲، ص۱۱۶، باب سجود التلاوة)
المسجد من حيث إنه مكان الصلاة مكان واحد على ما عرف فبقاؤه في المسجد كبقائه في مكان الصلاة(المحيط البرهاني،ج۲ص۲۲۰،كتاب الصلاة،الفصل الخامس والثلاثون في المتفرقات)

[2] (وعن عائشة قالت :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا أراد أن يعتكف) ، أي إذا نوى من أول الليل أن يعتكف وبات في المسجد (صلى الفجر ثم دخل في معتكفه) بصيغة المفعول، أي مكان اعتكافه، قال الطيبي :دل على أن ابتداء الاعتكاف من أول النهار كما قال به الأوزاعي والثوري والليث في أحد قوليه، وعند الأئمة الأربعة أنه يدخل قبل غروب الشمس إن أراد اعتكاف شهر أو عشر، وتأولوا الحديث بأنه -صلى الله عليه وسلم -دخل المعتكف وانقطع وتخلى بنفسه، فإنه كان في المسجد يتخلى عن الناس في موضع يستتر به عن أعين الناس، كما ورد أنه اتخذ في المسجد حجرة من حصير، وليس المراد أن ابتداء الاعتكاف كان في النهار (رواه أبو داود وابن ماجه) قال الجزري :متفق عليه، رواه الأربعة أيضا مطولا، فكان ينبغي أن يذكر في الصحاح، وقال ميرك :رواه الشيخان والترمذي والنسائي أيضا، وفات هذا الاعتراض من صاحب المشكاة، أقول :بل وقع هذا الاعتراض على صاحب المشكاة حيث عزا الحديث إليهما مع أنه متفق عليه (مرقاة المفاتيح ،ج۴ص۱۴۴۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 9...... اگر کسی مسجد کا کوئی نیچے یا اوپر یا دائیں بائیں والا حصہ شروع سے عینِ مسجد سے خارج رکھا گیا، یا خاص نماز پڑھنے کے بجائے مسجد کی دوسری ضروریات ومصالح کے لئے مختص رکھا گیا، مثلاً قضائے حاجت کے لئے، وضو یا غسل کرنے کے لئے، نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے، مسجد کا سامان رکھنے کے لئے، امام، خطیب یا مؤذن کی رہائش کے لئے، بچوں کی تعلیم کے لئے، جوتے اتارنے کے لئے، مسجد کے اخراجات کے لئے مکان دوکان بنا کر کرائے کی شکل میں آمدنی حاصل کرنے کے لئے، تو یہ جگہیں عینِ مسجد سے خارج سمجھی جائیں گی، جہاں معتکف کو اعتکاف کے دوران جانا درست نہیں ہوگا۔

البتہ جن چیزوں کے لئے شریعت نے مسجد سے نکلنے کی اجازت دی ہے، مثلاً قضائے حاجت وغیرہ، اُن ضروریات کو پوری کرنے کے لئے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ [1]

یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ مذکورہ جن مقامات کو عینِ مسجد سے خارج ہونے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اس وقت ہے جبکہ شروع سے ان مقامات کو عینِ مسجد سے خارج رکھا گیا ہو، اور اگر کوئی جگہ ایک مرتبہ عینِ مسجد میں داخل کر لی جائے، تو اس کے بعد اس کو عینِ مسجد سے خارج کر کے کسی ایسے مصرف کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے مسجد کی بے احترامی لازم آئے۔ [2]

---

[1] وبما ذكرناه علم أنه لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكنى الإمام فإنه لا يضر فى كونه مسجدا لأنه من المصالح،فإن قلت :لو جعل مسجدا ثم أراد أن يبنى فوقه بيتا للإمام أو غيره هل له ذلك قلت :قال فى التتارخانية إذا بنى مسجدا وبنى غرفة وهو فى يده فله ذلك وإن كان حين بناه خلى بينه وبين الناس ثم جاء بعد ذلك يبنى لا يتركه وفى جامع الفتوى إذا قال عنيت ذلك فإنه لا يصدق .اهـ.(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۵،ص ۲۷۱، كتاب الوقف)

ولو حلف لا يدخل هذا المسجد فصعد فوقه حنث؛ لأن سطح المسجد من المسجد ألا ترى لو انتقل المعتكف إليه لا يبطل اعتكافه؟ فإن كان فوق المسجد مسكن لا يحنث؛ لأن ذلك ليس بمسجد ولو انتقل المعتكف إليه بطل اعتكافه(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۳،ص ۳۹، كتاب الأيمان،فصل فى الحلف على الدخول)

[2] وفيه إشعار بأنه لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكنى الإمام فإنه لا يضر فى كونه مسجدا لأنه من المصالح فإذا كان هذا فى الواقف فكيف بغيره، فمن بنى على جدار المسجد وجب هدمه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... اگر مسجد کے ساتھ یا اس کے نیچے یا اوپر والی منزل میں شروع سے کوئی گھر یا حجرہ بنا ہوا ہے، تو اس میں معتکف کو جانا درست نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... مسجد کی وہ دیواریں جن پر مسجد کی عمارت قائم ہے عام طور پر مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يجوز أخذ الأجرة .وفي البزازية ولا يجوز للقيم أن يجعل شيئا من المسجد مستغلا ولا مسكنا، ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجدا عند الشيخين وبه يفتي وعند محمد عاد إلى المالك، ومثله حشيش المسجد وحصيره مع الاستغناء عنهما كما في المنح (مجمع الانهر، ج ١، ص٧٤٨، كتاب الوقف، فصل إذا بنى الواقف مسجدا لا يزول ملكه)

وأما الذي اتخذ بيتا لنفسه لم يكن خالصا لله تعالى فإن قيل لو جعل تحته حانوتا وجعله وقفا على المسجد قيل لا يستحب ذلك ولكنه لو جعل في الابتداء هكذا صار مسجدا وما تحته صار وقفا عليه ويجوز المسجد والوقف الذي تحته ولو أنه بنى المسجد أولا ثم أراد أن يجعل تحته حانوتا للمسجد فهو مردود باطل وينبغي أن يرد إلى حاله إلى هنا لفظ الفقيه والسرداب بكسر السين كذا في ديوان الأدب وهو بيت تحت الأرض للتبريد .ا هـ .مغرب .ا هـ .أتقاني .(قوله وعن أبي يوسف أنه أجاز الوجهين) يعني فيما إذا كان تحته سرداب وفوقه بيت ا هـ (قوله وروى عن محمد مثله حين قدم الري) قال الكمال وهذا تعليل صحيح لأنه تعليل بالضرورة ا هـ وكتب على قوله مثله وهذه الروايات كلها خلاف ظاهر الرواية ا هـ (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج٣، ص٣٣٠، كتاب الوقف، فصل من بنى مسجدا لم يزل ملكه عنه حتى يفرزه عن ملكه)

ولو كان بجنب المسجد أرض وقف على المسجد فأرادوا أن يزيدوا شيئا في المسجد من الأرض جاز ذلك بأمر القاضي .اهـ. (البحرالرائق، ج٥، ص٢٧٦، كتاب الوقف)

[1] فإن كان فوق المسجد مسكن فدخله لا يحنث؛ لأنه ليس بمسجد كما في البدائع أيضا (البحر الرائق، ج٤، ص٣٢٧، كتاب الايمان)

(قوله ومن حلف لا يدخل هذه الدار فوقف على سطحها) من غير دخول من الباب بأن ظفر من سطح إلى سطحها (حنث لأن السطح من الدار، ألا يرى أن المعتكف لا يفسد اعتكافه بالخروج إلى سطح المسجد) فلو عد السطح خارجا فسد .وقد يقال المبنى مختلف فإن الأيمان مبنية على العرف فجاز كون بعض ما هو في حكم المسجد خارجا في العرف؛ ألا يرى أن فناء المسجد له حكم المسجد في بعض الأشياء حتى جاز اقتداء من فيه بمن في المسجد، ولا شك أنه خارج فالأقرب ما قيل الدار عبارة عما أحاطت به الدائرة، وهذا حاصل في علو الدار وسطحها (فتح القدير، ج٥، ص١٠١، كتاب الايمان، باب اليمين في الدخول والسكنى)

وللمؤذن أن يسكن في بيت هو وقف على المسجد، كذا في الغرائب (الفتاوىٰ الهندية، ج٥، ص٣٢٠، كتاب الكراهية، الباب الخامس)

لہٰذا اس دیوار میں کوئی طاقچہ ، الماری ہو یا کھڑکیاں بنی ہوئی ہوں یا لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہو تو معتکف کے اس جگہ جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، جبکہ اس سے باہر نہ جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... مسجد کا مینار اگر مسجد کی حدود کے اندر ہو اور اس پر چڑھنے کے لئے مسجد کی حدود کے باہر سے نہ گزرنا پڑتا ہو، تو معتکف کے لئے اس پر چڑھنا اور ٹھہرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 13...... اگر کسی مسجد میں وضو کی جگہ عینِ مسجد میں بنی ہوئی ہو، تو معتکف کے وہاں جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، خواہ وہ کسی بھی غرض سے جائے، اور وہاں جا کر خواہ وہ ہاتھ دھوئے، یا کلی کرے یا غسل کرے۔ [3]

مسئلہ نمبر 14...... مسجد سے نکلنا اس وقت کہا جائے گا جب دونوں پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرف میں مسجد سے نکلنا کہا جاسکے۔

لہٰذا معتکف مسجد میں رہتے ہوئے، مسجد میں سے صرف سر یا ہاتھ یا ایک پاؤں یا بیٹھ یا لیٹ کر

---

[1] ویکرہ مسح الرجل من الطین والردغۃ بأسطوانۃ المسجد أو بحائط من حیطان المسجد لأن حکمہ حکم المسجد (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲،ص۳۷، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

(و) کرہ کراھۃ التحریم (الوطیء) أی الجماع (والحدث) أی ما یخرج من السبیلین عمدا من البول والغائط والمنی والمذی، کذا قالہ الشارح .والأظھر أن یقال :ما یجعلہ متنجسا، لیشمل القیء والدم ونحوھما، ولیخرج الریح والنوم وأمثالھما .(فوقہ) لأن علو المسجد لہ حکمہ .ولھذا صح الاقتداء منہ بمن فی المسجد، ولم یبطل الاعتکاف بالصعود إلیہ .وفی معنی السطح، فوق جدار المسجد (شرح النقایۃ، ج ا، ص۳۶۶)

[2] (قال) : وصعود المعتکف علی المئذنۃ لا یفسد اعتکافہ أما إذا کان باب المئذنۃ فی المسجد فھو والصعود علی سطح المسجد سواء (المبسوط للسرخسی، ج۳، ص۱۲۶، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

[3] أو فی المسجد، إلا فی إناء ، أو فی موضع أعد لذلک (الدرالمختار مع رد المحتار، ج ا، ص۱۳۳، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوء)

وفی الخلاصۃ وغیرھا ویکرہ الوضوء والمضمضۃ فی المسجد إلا أن یکون موضع فیہ اتخذ للوضوء ولا یصلی فیہ(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲،ص۳۷، کتاب الصلاۃ،باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

صرف دونوں پاؤں باہر نکال دے، تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... مسجد کا دروازہ اور دہلیز اگر اس طرح بنا ہوا ہے کہ دروازہ بند کرنے کے بعد دہلیز کا کچھ حصہ مسجد کی عین حدود کے اندر رہتا ہے، اور کچھ حصہ مسجد سے خارج ہو جاتا ہے، تو جونسا حصہ دروازہ بند کرنے کے بعد مسجد سے خارج ہو جاتا ہے، اس حصہ میں معتکف کو جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ [2]

مسئلہ نمبر 16...... عورت کے حق میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف گاہ وہ جگہ ہے، جو گھر میں نماز وعبادت کے لئے مختص کر لی گئی ہو، اور وہاں گھر کی عورت پنج وقتہ یا اکثر و بیشتر نماز پڑھتی اور ذکر وعبادت کرتی ہو، اوراس کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کی جاتی

---

[1] وأراد بالخروج انفصال قدميه احترازا عما إذا خرج رأسه إلى داره فإنه لا يفسد اعتكافه؛ لأنه ليس بخروج ألا ترى أنه لو حلف أنه لا يخرج من الدار ففعل ذلک لا يحنث كذا فى البدائع (البحر الرائق، ج۲، ص ۳۲۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

حد الخروج من المسجد أن يخرج بجميع جسده، فإن خرج ببعضه لم يضر، لقول عائشة رضى الله عنها :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدنى إلى رأسه وأنا فى حجرتى، فأرجل رأسه وأنا حائض (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ ص ۲۲۴، حرف الالف، مادة"اعتكاف")

[2] قال " :ومن حلف لا يدخل هذه الدار فوقف على سطحها حنث "لأن السطح من الدار ألا ترى أن المعتكف لا يفسد اعتكافه بالخروج إلى سطح المسجد وقيل فى عرفنا لا يحنث وهو اختيار الفقيه أبى الليث قال "وكذا إذا دخل دهليزها "ويجب أن يكون على التفصيل الذى تقدم "وإن وقف فى طاق الباب بحيث إذا أغلق الباب كان خارجا لم يحنث "لأن الباب لإحراز الدار وما فيها فلم يكن الخارج من الدار (الهداية، ج۲، ۳۲۲، كتاب الايمان، باب اليمين فى الدخول والسكنى)

قوله (ومن حلف لا يدخل هذه الدار فوقف على سطحها أو دخل دهليزها حنث) لأن سطحها منها ألا ترى أن المعتكف لا يفسد اعتكافه بصعوده إلى سطح المسجد وكذا الدهليز من الدار لأن الدار ما اشتملت عليه الدائرة وقيل :فى عرفنا لا يحنث بالصعود إلى السطح كذا فى الهداية قوله (فإن وقف على طاق الباب بحيث إذا غلق الباب كان خارجا لم يحنث) وإن كان داخل الباب إذا غلق حنث وإن أدخل إحدى رجليه ولم يدخل الأخرى إن كانت الدار منهبطة حنث وإن كانت مستوية لا يحنث وفى الكرخى لا يحنث سواء كانت منهبطة أو مستوية وهو الصحيح وإن أدخل رأسه ولم يدخل قدميه أو تناول منها شيئا بيده لم يحنث لأن هذا ليس بدخول ألا ترى أن السارق لو فعله لم يقطع (الجوهرة النيرة، ج۲، ص۲۰۳، كتاب الايمان، كفارة اليمين)

ہو، اور وہاں نماز و عبادت کے علاوہ عام اور روزمرہ کے کام کاج کرنے سے پرہیز کیا جاتا ہو۔ حنفیہ کے نزدیک اس جگہ میں عورت سنت اور نفل دونوں قسم کا اعتکاف کرسکتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... اگر گھر کے کسی کمرے کے حصے یا کونے میں کوئی چوکی، چٹائی وغیرہ بچھا کر اُس جگہ کو نماز کے لئے مختص کردیا گیا، تو صرف وہی جگہ گھر کی مسجد کہلائے گی، اور کمرے کے باقی حصہ کو گھر کی مسجد کا حکم حاصل نہیں ہوگا۔

اور اگر گھر کے زیادہ افراد کے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے کی وجہ سے ایک نمازی سے زیادہ کی جگہ کو نماز و عبادت کے لئے مختص کیا گیا اور اس کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کی جاتی ہو، تو پھر حنفیہ کے نزدیک وہ پوری جگہ گھر کی مسجد کہلائے گی۔

اور اگر کسی کا گھر وسیع ہے، اور اس نے پورے کمرے کو نماز و عبادت کے لئے مختص کردیا ہے، اور اس میں نماز و عبادت کے علاوہ دیگر عام دنیا کے کام کاج نہیں کیے جاتے، اور اس جگہ کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام وکوشش کی جاتی ہے، تو پھر ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک یہ پورا کمرہ اعتکاف کے لئے مختص ہوجائے گا، اور اس پورے کمرہ میں عورت کو اعتکاف کے دوران اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا اور لیٹنا جائز ہوگا۔

---

[1] وللمرأة الاعتكاف فى مسجد بيتها وهو محل عينته للصلاة فيه (نورالايضاح، ج ا، ص ۱۴۵، باب الاعتكاف، اعتكاف المرأة)

والمرأة تعتكف فى مسجد بيتها إذا اعتكفت فى مسجد بيتها فتلك البقعة فى حقها كمسجد الجماعة فى حق الرجل لا تخرج منه إلا لحاجة الإنسان كذا فى شرح المبسوط للإمام السرخسى (الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع)

ومسجد بيتها الموضع الذى تصلى فيه الصلوات الخمس من بيتها (المبسوط للسرخسى، ج۳ص ۱۱۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قوله فوق بيت إلخ) أى فوق مسجد البيت :أى موضع أعد للسنن والنوافل، بأن يتخذ له محراب وينظف ويطيب كما أمر به -صلى الله عليه وسلم -فهذا مندوب لكل مسلم، كما فى الكرمانى وغيره قهستانى، فهو كما لو بال على سطح بيت فيه مصحف وذلك لا يكره كما فى جامع البرهانى معراج (ردالمحتار، ج ا ص ۶۵۷، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها ،مطلب فى احكام المسجد)

مسئلہ نمبر 18...... گھر کی مسجد یعنی گھر کی وہ جگہ جو نماز کے لئے مختص کر لی گئی ہو، تمام احکام کے اعتبار سے حقیقی مسجد کا حکم نہیں رکھتی۔

اسی لئے اس جگہ کی چھت پر عورت کو اعتکاف کے دوران جانا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 19...... اگر گھر میں کوئی جگہ پہلے سے نماز کے لئے مختص نہیں ہے، تو اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مختص کر لینی چاہئے۔ [2]

گھر کی جو جگہ نہ تو پہلے سے نماز کے لئے مختص تھی، اور نہ اعتکاف سے پہلے مختص کی گئی، تو اس جگہ میں عورت کو اعتکاف کرنا درست نہیں۔ [3]

---

[1] ویکره أن تكون قبلة المسجد إلى متوضأ أو مخرج أو حمام لأن فيه ترك تعظيم المسجد وأما مسجد البيت وهو الموضع الذى عينه صاحب البيت للصلاة فلا بأس بذلك لأنه ليس بمسجد حقيقة فلا يكون له حكم المسجد(بدائع الصنائع ،ج۵ص۱۲۶ ، كتاب الاستحسان)
(قوله لا يكره ما ذكر)أى من الوطء والبول والتغوط نهر (قوله فوق بيت إلخ) أى فوق مسجد البيت(ردالمحتار،ج ا ص۶۵۷، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاةومايكره فيها ،مطلب فى احكام المسجد)

[2] وفى "البدائع :"وليس لها أن تعتكف فى بيتها فى غير مسجد بيتها وهو الموضع المعد لصلاتها .وفى المرغينانى :لا يجوز فى بيت لا مسجد فيه.
وقال ابن بطال :قال الشافعى -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -معتكف المرأة، والعبد، والمسافر حيث شاء وا، وقال النووى :المذهب أن المرأة لا يصح اعتكافها إلا فى المسجد كالرجل.
م :(ولو لم يكن لها فى البيت مسجد تجعل موضعاً فيه فتعتكف فيه) ش :وفى "المجتبى :"لو لم يكن فى مسجد بيتها موضع تجعل فيه مسجدا فتعتكف فيه، ولو اعتكفت فى مسجد بيتها فليس لزوجها أن يأتيها ولا أن يمنعها من الاعتكاف، لكن لا ينبغى لها أن تعتكف بغير إذن زوجها(البناية شرح الهداية، ج۴ص۱۲۶ ،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[3] (قوله :والمرأة تعتكف فى مسجد بيتها) يريد به الموضع المعد للصلاة؛ لأنه أستر لها قيد به؛ لأنها لو اعتكفت فى غير موضع صلاتها من بيتها سواء كان لها موضع معد أولا لا يصح اعتكافها (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، جلد۲، ص ۳۲۴،كتاب الصوم، باب الاعتكاف، اعتكاف المرأة)
(والمرأة تعتكف) بإذن زوجها (فى مسجد بيتها) ؛ لأنه هو الموضع المعد لصلاتها فيتحقق انتظارها فيه ولا تعتكف فى غير مصلاها فى بيتها (مجمع الانهر ج ا ص۲۵۶، باب الاعتكاف)
ولا تعتكف المرأة الا فى مسجد بيتها .... واذا اعتكفت فى مسجد بيتها فتلك البقعة فى حقها كمسجد الجماعة فى حق الرجل لاتخرج منها الا لحاجة الانسان ...... ومسجد بيتها الموضع الذى تصلى فيه الصلوات الخمس من بيتها (المبسوط للسرخسى ملخصاً، ج۳ص۱۱۹ ، كتاب الصوم)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 20......عورت نے گھر کی نماز کے لئے پہلے سے مختص جگہ میں یا اعتکاف سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وليس لها أن تعتكف فى بيتها فى غير مسجد وهو الموضع المعد للصلاة؛ لأنه ليس لغير ذلك الموضع من بيتها حكم المسجد، فلا يجوز اعتكافها فيه. والله أعلم(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢ص١١٣، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

(والمرأة تعتكف فى بيتها) أى فى المَوْضِعِ الذى أعدته للصلاة فيه، حتى لو لم يكن فى بيتها موضع معد للصلاة أو كان، واعتكفت فى موضع غيره من بيتها، لا اعتكاف لها .ولو اعتكفت فى مسجد جماعة جاز(شرح النقاية، ج٢،ص ١٢٤)

قال -رحمه الله -(والمرأة تعتكف فى مسجد بيتها) لأنه هو الموضع لصلاتها فيتحقق انتظارها فيه ولو اعتكفت فى مسجد الجماعة جاز والأول أفضل ومسجد حيها أفضل لها من المسجد الأعظم وليس لها أن تعتكف فى غير موضع صلاتها من بيتها وإن لم يكن فيه مسجد لا يجوز لها الاعتكاف فيه (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج١،ص ٣٥٠، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

تبیین کی مذکورہ بالا عبارت میں عورت کو غیر موضعِ صلاۃ میں اعتکاف نہ کرنے کی تصریح ہے، لیکن ہندیہ میں تبیین سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اُس میں ''لیس'' کا لفظ نہیں ہے۔

چنانچہ ہندیہ کی عبارت اس طرح ہے کہ:

ولها أن تعتكف فى غير موضع صلاتها من بيتها إذا اعتكفت فيه كذا فى التبيين.ولو لم يكن فى بيتها مسجد تجعل موضعا منه مسجدا فتعتكف فيه كذا فى الزاهدى (الفتاوىٰ الهندية، ج١، ص ٢١١، كتاب الصوم، الباب السابع)

جس سے بعض حضرات نے عورت کے غیر موضعِ صلاۃ میں اعتکاف کرنے کا جائز ہونا سمجھ لیا ہے، اور بعض اُردو کتابوں میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

لیکن کیونکہ ہندیہ میں تبیین سے نقل کیا گیا ہے، لہٰذا تبیین کی اصل عبارت کو ترجیح حاصل ہوگی، اور ہندیہ میں لیس کا لفظ نہ ہونے کو کتابت وغیرہ کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

اور دیگر کتبِ فقہ کی عبارات سے بھی تبیین کی عبارت ہی کی تائید ہوتی ہے، اور اصولی اعتبار سے بھی یہی موقف درست ہے، کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے، اور عورت کے لئے حقیقی مسجد سے عدول کر کے مسجدِ بیت میں صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اعتکاف کو درست قرار دیا ہے، جبکہ دیگر فقہائے کرام نے مسجدُ البیت میں عورت کے اعتکاف کو اس لئے جائز قرار نہیں دیا کہ اس کو مسجد کا حکم حاصل نہیں، اور یہ بات فقہائے احناف کو بھی مسلَّم ہے کہ اس حصہ کو حقیقی مسجد کا حکم حاصل نہیں، اسی لئے اس کی خرید وفروخت جائز ہے، اور اس کے تحتانی وفوقانی حصہ کو بھی مسجد کا حکم حاصل نہیں، لیکن نماز کے لئے مختص اور تیار کرنے کی وجہ سے اس جگہ کو عورت کے لئے نماز اور اس پر قیاس کرتے ہوئے اعتکاف کے حق میں مسجد کا حکم دیا گیا ہے۔

لہٰذا جب تک یہ مقام نماز کے لئے مختص نہیں ہوگا، تو اعتکاف کو اس میں جائز قرار دیا جانا مشکل ہے۔

نماز وعبادت کے لئے مختص نہ ہونے کی صورت میں اس جگہ کا حکم اور عام جگہ کا حکم برابر ہوگا اور اعتکاف جو کہ مخصوص موضع کی عبادت ہے، اس کو اس میں معتبر قرار دیا جانا درست نہیں ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

پہلے نماز کے لئے مختص کردہ جگہ میں جب ایک مرتبہ مسنون اعتکاف شروع کردیا، تو اس اعتکاف کو مکمل کرنے سے پہلے کسی دوسری جگہ منتقل ہونا درست نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 21...... عورت کے لئے گھر کی مسجد اعتکاف کے حق میں وہی حکم رکھتی ہے، جو مَردوں کے لئے مسجد حکم رکھتی ہے، اس لئے عورت کو مسنون اعتکاف کے دوران وہاں سے ضرورت وحاجت کے بغیر نکلنا درست نہیں، اور عورت اس جگہ سے انہی ضروریات کے لئے نکل سکتی ہے، جن ضروریات کے لئے مرد حضرات کو مسجد سے نکلنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 22...... عورت کا مسنون اعتکاف درست ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض ونفاس سے پاک ہو، حیض ونفاس کی حالت میں اعتکاف کرنا درست نہیں، بلکہ اگر اعتکاف شروع کرنے کے بعد حیض ونفاس جاری ہوجائے، تو بھی اعتکاف ختم ہوجاتا ہے۔
لہٰذا عورت کو مسنون اعتکاف شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان دنوں اس کی ماہواری کی تاریخیں آنے والی تو نہیں ہیں۔

اگر تاریخیں رمضان کے آخری عشرہ میں آنے والی ہوں تو مسنون اعتکاف نہ کرے۔

مسئلہ نمبر 23...... جس مسجد میں کوئی اعتکاف کے لئے بیٹھا، پھر وہ مسجد منہدم ہونے لگی یا اس مسجد سے اسے زبردستی نکال دیا گیا، پھر وہ وہاں سے نکلتے ہی کسی جگہ ٹھہرے بغیر کسی دوسری مسجد میں داخل ہوگیا، اور وہاں اپنا باقی ماندہ اعتکاف پورا کرلیا، تو اس کا یہ اعتکاف صحیح ہوجاتا ہے۔ [3]

---

[1] ولا تخرج من بيتها إذا اعتكف فيه(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ١، ص ٣٥٠، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] أما المرأة إذا اعتكفت فى مسجد بيتها لا تخرج منه إلى منزلها إلا لحاجة الإنسان؛ لأن ذلک فى حکم المسجد لها على ما بينا(بدائع الصنائع، ج ٢، ص ١١٤، فصل ركن الاعتكاف)
(قوله الخروج) أى من معتكفه ولو مسجد البيت فى حق المرأة ط فلو خرجت منه ولو إلى بيتها بطل اعتكافها لو واجبا وانتهى لو نفلا بحر(ردالمحتار، ج ٢ ص ٤٤٥، باب الاعتكاف)

[3] وإذا انهدم المسجد الذى هو فيه، أو أخرج منه، فدخل مسجداً آخر من ساعته صح استحسانا(المحيط البرهانى، ج ٢ ص ٤٠٦، كتاب الصوم، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

یہی حکم عورت کے اعتکاف والی جگہ کا بھی ہے کہ اگر وہ گھر کی نماز پڑھنے والی مخصوص جگہ میں اعتکاف کے لئے بیٹھی، پھر مثلاً وہ جگہ منہدم ہونے لگی، اور وہ اسی وقت گھر کے دوسرے حصہ میں نماز کے لئے کسی جگہ کو مختص کر کے بیٹھ گئی، اور اپنا باقیماندہ اعتکاف وہاں پورا کرلیا، تو اس کا اعتکاف صحیح ہو جائے گا۔

معتکف کے روزہ اور کھانے پینے کے احکام

جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن مسیّب اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ،ثُمَّ اِعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ،وَأَنَّ السُّنَّةَ فِي الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَّا يَخْرُجَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَلَا يَتْبَعُ جِنَازَةً وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا وَلَا يَمَسُّ اِمْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا،وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ وَسُنَّةُ مَنِ اعْتَكَفَ أَنْ يَّصُوْمَ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا، اور معتکف کے لئے یہ سنت ہے کہ وہ صرف انسانی حاجت (قضائے حاجت وغیرہ) ہی کے لئے نکلے، اور جنازہ کے پیچھے نہ جائے، اور مریض کی عیادت نہ کرے، اور عورت کو نہ چھوئے، اور نہ اس سے مباشرت کرے، اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے، اور معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے (دار قطنی؛ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کی سند کم از کم حسن درجہ میں داخل ہے، اور یہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۳۶۴، کتاب الصیام، باب الاعتکاف، واللفظ لہٗ؛ سنن أبی داود، رقم الحدیث ۲۴۷۳.

اگرچہ موقوف ہے، مگر حکماً مرفوع ہے۔ [1]

اس روایت میں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ذکر ہے، اوراس کے بعد اعتکاف کی پابندیوں کا ذکر ہے، جو اس بات کا قرینہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف سے متعلق ہے۔

اور مسنون اعتکاف کا وقت رمضان کے مہینہ میں ہوتا ہے، اور رمضان کا مہینہ روزہ کا زمانہ ہے، اور رمضان میں روزہ فرض عمل ہے، اور اعتکاف سنت عمل ہے، جس سے معلوم ہوا کہ معتکف کو مسنون اعتکاف کے دوران روزہ بھی رکھنا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْمُعْتَكِفُ عَلَيْهِ الصَّوْمُ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: معتکِف پر روزہ ضروری ہے (ابنِ ابی شیبہ)

---

[1] عن عائشة :أنها قالت :السنةُ على المعتكف :أن لا يعود مريضاً، ولا يشهد جنازة، ولا يَمَس امـرأة، ولا يُباشِرَها، ولا يَخْرُجَ لحاجة؛ إلا لما لا بُدَّ منه .ولا اعتكاف إلا بصوم، ولا اعتكاف إلا فی مسجد جامع . (قلت :إسناده حسن صحيح) إسناده :حدثنا وَهْبُ بن بَقِيَّةَ :أخبـرنا خالد عن عبد الـرحمن -يـعنی :ابـن إسحاق -عـن الـزهـری عن عروة عن عائشة ... قـال أبو داود " :غير عبد الـرحـمن لا يقول فيه :قالت :السنة ." قال أبو داود " :جعله قول عائشة ." قلت :وهـذا إسناد حسن، ورجاله كلهم ثقات على شرط مسلم؛ على ضعف يسير فی عبد الرحمن بن إسحاق، لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن .وإعلال المصنف لحديثه -بمخالفته لغيره -يـرده أنه تابعه ابن جريج :عند الدارقطنی، والليث :عـند البيهقی، كما خرجته فی "الإرواء ويؤيد هذا :أنـه ذكره معلقاً من رواية الـزهـری عـن عـروـة عن عائشة ...وقـال عقبـه ":كـذا رواه غيـر واحـد عـن الزهری ."فـقول الدارقطنی ":يقال :إن قوله :والسـنة للمعتكف ...مـدرج فـی الحديث من كلام الزهری !"غير مـقبول؛ كيف لا وقد اتفق الليث وابن جريج مع عبد الرحمن بن إسحاق فی جعله من قول عائشة؟ ! فـاتـفـاقهم يبعد شبهة خطأ عبد الرحمن فی ذلک .وهـذا الـجـواب أولى مما أجاب به ابن القيم فی "تهذيب السنن ؛ فراجعه إن شئت .وحيـنئذ؛ فهو فی حكم المرفوع، كما هو مقرر فی علم مصطلح الحديث .والحديث رواه البيهقی من طريق المؤلف(صحيح أبی داود للألبانی، تحت رقم الحديث ٢١٣٥، باب المعتكف يعود المريض)

[2] رقم الحديث ٩٧١١، كتاب الصيام، من قال :لا اعتكاف إلا بصوم.

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی روایت دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَا: لَا جِوَارَ إِلَّا بِصِيَامٍ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اعتکاف روزہ کے بغیر نہیں ہوتا (عبدالرزاق)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَا اِعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ (مصنف ابن أبی شیبة) [3]

ترجمہ: اعتکاف روزہ کے بغیر نہیں ہوتا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَلِيٌّ: عَلَى الْمُعْتَكِفِ الصَّوْمُ، وَإِنْ لَّمْ يَفْرِضْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ (مصنف ابن أبی شیبة) [4]

---

[1] عن لیث، عن طاووس، عن ابن عباس، قال: الصوم علیه واجب (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۹۶۱۷)

عن مقسم، عن ابن عباس، قال: لا اعتکاف إلا بصوم (ایضاً، رقم الحدیث ۹۶۱۴)

عن عطاء، عن عائشة؛ بمثله (ایضاً، رقم الحدیث ۹۶۱۵)

عن ابن جریج، عن عمرو بن دینار، أن أبا فاختة، مولی جعدة بن هبیرة، أخبره، عن ابن عباس، أنه قال: یصوم المجاور، یعنی المعتکف (مصنف عبدالرزاق، رقم الروایة ۸۰۳۴)

عن الثوری، عن عمرو بن دینار، عن أبی فاختة العوفی، عن ابن عباس قال: یصوم المجاور، یعنی المعتکف (ایضاً، رقم الروایة ۸۰۳۵)

عن مقسم، عن ابن عباس قال: من اعتکف فعلیه الصوم (ایضاً، رقم الروایة ۸۰۳۶)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے کہ معتکف پر روزہ ضروری نہیں، مگر جبکہ وہ روزہ کو اپنے اوپر واجب کرلے۔

ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ عام نفل اعتکاف میں یا منذور اعتکاف میں فی نفسہٖ روزہ ضروری نہیں، جب تک خود ہی روزہ کو اپنے اوپر منت مان کر واجب نہ کرے، جس کی تفصیل واجب ومنذور اعتکاف کے ذیل میں آتی ہے۔

[2] رقم الروایة ۸۰۳۳، کتاب الاعتکاف، باب: لا اعتکاف إلا بصیام.

[3] رقم الحدیث ۹۶۱۲، کتاب الصیام، من قال: لا اعتکاف إلا بصوم.

[4] رقم الحدیث ۹۶۲۰، کتاب الصیام، باب من قال: لا اعتکاف إلا بصوم.

ترجمہ: حضرت علی نے فرمایا کہ معتکف پر روزہ ضروری ہے، اگرچہ وہ اپنے اوپر روزہ کو فرض نہ کرے (ابنِ ابی شیبہ)

کئی تابعین ومحدثین سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ [1]

اس قسم کی احادیث وروایات اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، اور بعض روایات وآثار میں جو اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہ ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے، اس سے مراد یا تو نفلی اعتکاف ہے، جس کا پہلے ذکر گزر چکا ہے، اور یا بعض حضرات کے نزدیک منذور اور واجب اعتکاف ہے، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءزبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ (ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں روٹی اور گوشت کھالیا کرتے تھے (ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءزبیدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

---

[1] عن معمر، عن الزهري قال: لا اعتكاف إلا بصوم قال معمر: وكان الزهري يوجبه عليه نواه، أو لم ينوه (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ٨٠٣٨، باب: لا اعتكاف إلا بصيام)

عن ابن جريج، عن ابن شهاب قال: سنة من اعتكف أن يصوم (ايضاً، رقم الرواية ٨٠٣٩)

عن معمر، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال: لا اعتكاف إلا بصوم (ايضاً، رقم الرواية ٨٠٤١)

عن جابر، عن عامر، قال: لا اعتكاف إلا بصوم (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٩٧٢٣، باب من قال: لا اعتكاف إلا بصوم)

عن هشام بن عروة، عن أبيه، قال: لا اعتكاف إلا بصوم (ايضاً، رقم الحديث ٩٧١٨)

عن مغيرة، عن إبراهيم، قال: لم يكن يرى اعتكاف إلا بصوم (ايضاً، رقم الحديث ٩٧١٩)

[2] رقم الحديث ٣٣٠٠، كتاب الاطعمة، باب الأكل في المسجد؛ ابنِ حبان، رقم الحديث ١٦٥٧.

قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح رجاله رجال الصحيح غير سليمان بن زياد الحضرمي وهو ثقة (حاشية ابنِ حبان)

أَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٠٢)[1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا کھانا کھایا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں فی نفسہٖ کھانا پینا گناہ نہیں، لہٰذا معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز ہے۔

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف میں معتکف کو دن کے وقت روزہ رکھنا چاہئے، اور باقی اوقات میں اس کو کھانا پینا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر 2...... مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے چونکہ حنفیہ کے نزدیک روزہ ضروری ہے، اور روزہ کے بغیر مسنون اعتکاف درست نہیں ہوتا۔

اس لئے جو عورت حیض ونفاس کی حالت میں ہو، یا اعتکاف کے دوران حیض ونفاس آ جائے، اس کا مسنون اعتکاف درست نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص مسنون اعتکاف کے دوران کسی دن بلا عذر یا عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا مسنون اعتکاف درست نہیں ہوتا، اور جن چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، مسنون اعتکاف کے دوران ان چیزوں کا ارتکاب کرنے سے روزہ فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر کوئی روزہ کی حالت میں بھول کر کھائے پیئے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اس لئے اعتکاف کے دوران روزہ کی حالت میں اگر کوئی بھول کر کھا پی لے، تو اس سے نہ تو اس کا روزہ فاسد ہوتا ہے، اور نہ اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوتا ہے۔[2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح، ابن لهيعة -وإن كان ضعيفاً -قد روى عنه هذا الحديث قتيبة ابن سعيد، وروايته عنه صالحة، ثم هو قد توبع، وباقي رجال الإسناد ثقات(حاشية مسند احمد)

[2] (قوله ولا بأكل ناسيا إلخ) والأصل أن ما كان من محظورات الاعتكاف وهو ما منع منه لأجل الاعتكاف لا لأجل الصوم لا يختلف فيه العمد والسهو والنهار والليل؛ كالجماع والخروج من المسجد وما كان من محظورات الصوم وهو ما منع منه لأجل الصوم يختلف فيه العمد والسهو والليل والنهار كالأكل والشرب بدائع (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤٠٥، باب الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 3......معتکف کو اعتکاف کے دوران کیونکہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے، اس لئے حنفیہ کے نزدیک معتکف کو کھانے پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، لیکن کیونکہ کھانا پینا انسانی حاجت میں داخل ہے، اس لئے اگر کھانے پینے کی ضرورت ہو، اور مسجد میں کھانے پینے کی اشیاء موجود نہ ہوں، اور کوئی باہر سے لاکر دینے والا بھی نہ ہو، تو پھر کھانے پینے کی ضروری اشیاء مسجد سے باہر جا کر لانا جائز ہے، اور اس صورت میں بھی صرف کھانے پینے کے لئے باہر ٹھہرنا جائز نہیں، بلکہ وہ اشیاء مسجد میں لاکر کھانی چاہئیں، البتہ اگر کوئی آتے جاتے ہوئے ہی کچھ کھا پی لے، اور کھانے پینے کے لئے مسجد سے باہر نہ ٹھہرے، تو پھر کوئی حرج نہیں۔

پس جب کسی معتکف کو گھر یا دوکان سے کھانا لاکر دینے والا کوئی میسر نہ ہو، تو اسے صرف اس وجہ سے اعتکاف ترک نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ایسی صورت میں اعتکاف کے دوران گھر یا ہوٹل سے خود کھانا لانا جائز ہے۔ [1]

---

[1] حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔

(مسألة المعتكف ليس له الخروج من معتكفه)مسألة :قال :(ولا يخرج منه إلا لحاجة الإنسان، أو صلاة الجمعة)وجملة ذلك أن المعتكف ليس له الخروج من معتكفه، إلا لما لا بد له منه، قالت عائشة، -رضى الله عنها :-السنة للمعتكف أن لا يخرج إلا لما لا بد له منه .رواه أبو داود .وقالت أيضا :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا اعتكف يدنى إلى رأسه فأرجله، وكان لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان .متفق عليه.

ولا خلاف فى أن له الخروج لما لا بد له منه .قال ابن المنذر :أجمع أهل العلم على أن للمعتكف أن يخرج من معتكفه للغائط والبول .ولأن هذا مما لا بد منه، ولا يمكن فعله فى المسجد، فلو بطل الاعتكاف بخروجه إليه، لم يصح لأحد الاعتكاف، ولأن النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يعتكف، وقد علمنا أنه كان يخرج لقضاء حاجته، والمراد بحاجة الإنسان البول والغائط، كنى بذلك عنهما؛ لأن كل إنسان يحتاج إلى فعلهما، وفى معناه الحاجة إلى المأكول والمشروب، إذا لم يكن له من يأتيه به، فله الخروج إليه إذا احتاج إليه (المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٣، كتاب الاعتكاف)

قال محمد بن رشد :كراهيته للمعتكف أن ينصرف إلى منزله لأخذ طعامه ، معناه إذا كان له من يكفيه ذلك ؛ وأما إذا لم يكن له من يكفيه ذلك ، فلا يكره له ذلك ؛ لأنه مضطر إليه ، لكنه يكره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جس صورت میں کھانا لینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، تو اس میں کھانا اپنے گھر سے لانا ضروری نہیں، بلکہ مسجد کے قریب کسی دوکان، ہوٹل وغیرہ سے خرید کر لانا بھی جائز ہے، اور اس صورت میں بھی کھانا مسجد ہی میں لاکر کھانا چاہئے۔ ؎1

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر مسجد میں اور دوسرے لوگوں کے سامنے کھانا کھانے میں کوئی رُکاوٹ یا حجاب ہو، تو ایسی صورت میں اعتکاف کے دوران گھر یا ہوٹل میں کھانا کھانے کے لئے جانا جائز ہے، بشرطیکہ کھانے سے فراغت کے بعد وہاں نہ ٹھہرے۔ ؎2

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له أن يدخل في الاعتكاف -إذا لم يكن له من يكفيه ذلك -على أحد قولي مالك في المدونة ، فاختلاف قوله فيها ، إنما يعود إلى الدخول في الاعتكاف إذا لم يكن من يكفيه الخروج عن طعامه ، فمرة أجاز ذلك له ، ومرة كرهه له ، ورأى ترك الاعتكاف خيرا له .وأما إذا دخل فيه ، فلا اختلاف في أن له أن يخرج عن طعامه -إذا لم يجد من يسوقه إليه ، لأنه مضطر إلى ذلك ، ولا يقطع اعتكافه ، لأنه قد لزمه(البيان والتحصيل لا بن رشد القرطبي المالكي، ج٢ص ٣١١، ٣١٢، كتاب الصيام والاعتكاف)

؎1 وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول بحر(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤٤٩،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولا بأس للمعتكف أن يبيع ويشتري الطعام، وما لا بد منه (الفتاویٰ الهندية، ج ١، ص٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع)

(إلا لحاجة الإنسان) التي لا يجوز فعلها في المسجد كبول، وما لا غنى له عن تحصيله كشراء مأكوله ومشروبه، لكن بشرط أن لا يجاوز محلا قريبا يمكن الشراء منه، فالمراد بحاجته ما يحمله على الخروج، فيشمل الخروج للوضوء والغسل لجنابته أو عيده أو جمعته أو تبرده لحر أصابه كما قاله في الطراز من رواية ابن وهب(الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني، ج ١، ص٣٢٣، باب في الاعتكاف، مالا يبطل الاعتكاف)

؎2 (الشرح) قال الشافعي في الأم ومختصر المزني له الخروج من المسجد إلى منزله للأكل وإن أمكنه في المسجد فقال بظاهر النص جمهور الأصحاب وقال ابن سريج لا يجوز الخروج للأكل وحكاه الماوردي عنه وعن أبي الطيب بن سلمة وحملا نص الشافعي على من أكل لقما إذا دخل بيته مختارا لقضاء الحاجة ولا يقيم للأكل وجعلاه كعيادة المريض وخالفهما جمهور الأصحاب وقالوا يجوز الخروج للأكل والإقامة في البيت من أجله على قدر حاجته وهذا هو الصحيح عند الأصحاب لما ذكره الأصحاب واتفق أصحابنا على أنه لا يجوز له الإقامة بعد فراغه من الأكل كما اتفقوا على أنه لا يجوز الإقامة بعد فراغه من قضاء حاجته لعدم الحاجة إلى ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4...... اگر کسی معتکف کو مسجد میں کھانا لانا ممکن نہ ہو، مثلاً وہاں کھانا لانے کی قانونی وانتظامی طور پر اجازت نہ ہو، جیسا کہ آج کل مسجدِ حرام میں (اور بعض کئی مساجد میں بھی) اجازت نہیں ہے، تو ایسی مجبوری کی حالت میں مسجد سے باہر (گھر یا ہوٹل میں) کھانا کھانا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واتفق أصحابنا على أنه يجوز له الأكل فى مروره لقضاء الحاجة (وأما) الخروج لشرب الماء فقال أصحابنا إن عطش فلم يجد الماء فى المسجد فله الخروج للشرب وإن وجده فى المسجد ففى جواز الخروج إلى البيت للشرب وجهان حكاهما الماوردى والشاشي وآخرون (أصحهما) لا يجوز صححه الرافعي وغيره لأن فى الأكل فى المسجد تبذلا بخلاف الشرب قال الماوردى ولأن استطعام الطعام مكروه واستسقاء الماء غير مكروه(المجموع شرح المهذب، ج٦،ص٥٠٥،كتاب الاعتكاف)

مسألة :قال الشافعي رضى الله عنه " :ولا بأس أن يسأل عن المريض إذا دخل منزله ، وإن أكل فيه فلا شيء عليه ولا يقيم بعد فراغه . "قال الماوردى :أما إن خرج من اعتكافه قاصدا لعيادة مريض بطل اعتكافه على ما سنذكره ، ولكن لو خرج للغائط والبول جاز أن يسأل عن المريض من غير لبث ، فقد روت عائشة رضى الله عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يمر بالمريض فيمر كما هو ولا يعرج عليه ، وكان يسأل عنه .

فصل :قال الشافعي فإن خرج إلى منزله للأكل خروج المعتكف جاز ولم يبطل اعتكافه ، وكذلك لو خرج لحاجة الإنسان جاز أن يقف ليأكل .وحكى عن أبى العباس بن سريج وأبى الطيب بن سلمة :أنه إن خرج للأكل بطل اعتكافه ، ولكن لو خرج للغائط والبول هل له أن يأكل فى طريقه جاز أن يأكل فى طريقه ولا يطيل ، فإن أطال بطل اعتكافه ، قالا :لأن الشافعي عطف بالأكل على عيادة المريض ، فهما فى الحكم سواء ولأنه قد يقدر على الأكل فى المسجد ، فلم يكن له إلى الخروج حاجة وهذا الذى قالاه خطأ ، لثلاثة معان :أحدها :أن فى أكله فى المسجد بذلة وحشمة وهو مأمور بالصيانة.

والثانى :أنه قد يحشم من أكله المصلون ، فربما دعاهم ذلك إلى الخروج .والثالث :أنه ربما كان فى طعامه قلة فاستحيى من إظهاره أو كان يفسد إن أخرج إلى المسجد فلذلك جاز له الخروج إلى منزله للأكل .

فصل :فأما شرب الماء هل يخرج له المعتكف فإن اشتد عطشه وعدم الماء فى مسجده أجاز له الخروج إلى منزله ، وإن كان واجدا للماء فى مسجده ، فمن أصحابنا من جعله كالأكل ، وأجاز له الخروج ، لأجله ومنهم من منعه من الخروج له مع قدرته عليه فى المسجد ، بخلاف الأكل ؛ لأن فى الأكل فى المسجد بذلة ليست فى شرب الماء ولأن استطعام الطعام مكروه ، واستسقاء الماء ليس بمكروه وقد استسقى رسول الله صلى الله عليه وسلم الماء ، ولم يستطعم الطعام ، ومتى أقام المعتكف فى منزله بعد فراغه من حاجته بطل اعتكافه(الحاوى فى فقه الشافعي للماوردى، ج٣ص٤٩٢،٤٩٣، كتاب الاعتكاف)

بھی حاجتِ ضروریہ میں داخل ہوکر جائز ہوجائے گا۔ [1]

پھر جس مجبوری کی صورت میں کھانا کھانے کے لئے گھر یا ہوٹل میں جانا جائز ہے، اس میں کھانا کھانے کی ضرورت کے بقدر ہی مسجد سے باہر ٹھہرنا چاہیئے، اور ضرورت پوری کر کے واپس آجانا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر 5...... معتکف کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے وقت کھانے کے لئے مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار ملنے کا غالب گمان ہو۔ [2]

---

[1] فقہائے کرام نے کھانا مسجد میں لاکر کھانے کا حکم اس لئے فرمایا ہے کہ مسجد میں کھانا ممکن ہے، لہٰذا کھانے کے لئے باہر ٹھہرنا حاجتِ ضروریہ میں داخل نہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کسی مسجد میں کھانا اندر لانے کی اجازت نہ ہو، تو پھر مسجد سے باہر کھانا کھانا بھی کھانا لانے کے لئے نکلنے اور بول وبراز کے لئے ٹھہرنے کی طرح حاجت میں داخل ہوجائے گا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تو ایسی صورت میں مسجد سے باہر کھانا کھانے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیئے۔

ولذا كان -عليه الصلاة والسلام -لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان، فسرها الزهري بالبول والغائط، واتفق العلماء على استثنائهما، واختلفوا في غيرهما من الحاجات كالأكل والشرب، أما إذا أمكن إدخال الأكل والشرب إلى المسجد فلا يجوز له أن يخرج من أجلهما، وأما إذا منع من إدخال الأكل والشرب في المسجد صار حكمه -حكم الأكل والشرب -حكم الحاجة، يلحق أيضاً بما ذكر الزهري ما هو في معناهما كالقيء مثلاً، احتاج إلى أن يقيء يخرج من المسجد وهكذا، نعم؟ (شرح الموطأ مالك لعبد الكريم بن عبد الله بن عبد الرحمن بن حمد الخضير، كتاب الاعتكاف)

[2] ایک قول معتکف کے لئے غروب کے بعد اکل وشرب کی چیز حاصل کرنے کے لئے نکلنے کا ہے، مگر یہ قول راجح معلوم نہیں ہوسکا، اس لئے کہ اکل وشرب کے لئے نکلنے کا مدار حاجتِ انسانی پر ہے، لہٰذا جب یہ حاجت پیش آئے، اور کوئی اس حاجت کو پورا کرنے والا میسر نہ ہو، تو اس کے لئے خروج جائز ہونا چاہیئے، اور غروب ہونے پر افطار کا وقت شروع ہوجاتا ہے، اور بھوک لگی ہوئی ہونے کی حالت میں نماز سے پہلے احادیث میں اکل وشرب کا حکم آیا ہے، جس کے لئے نماز میں ایک حد تک تاخیر کی بھی گنجائش ہے، اب اگر معتکف کو مسنون اعتکاف کے دوران غروب کے بعد اکل وشرب حاصل کرنے کے لئے خروج کا مکلّف کیا جائے تو اس سے کئی اُمور میں خلل واقع ہوتا ہے؛ اور جب کھانا لانے کے لئے کوئی میسر نہ ہو، تو اس وقت اس کے لئے مسجد سے نکلنے کو فقہائے کرام نے بول وبراز کی طرح حوائجِ ضروریہ میں داخل مانا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ بول وبراز کا مدار بھی ضرورت پر ہے، نہ کہ غروب کے بعد یا کسی مخصوص وقت پر؛ لہٰذا ضرورت کے وقت اکل وشرب کی چیز حاصل کرنے کے لئے معتکف کے مسجد سے نکلنے کے جائز ہونے کا دارومدار ضرورت پر رکھنا چاہیئے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 6...... جس صورت میں معتکف کو کھانا لانے کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے، اس صورت میں اگر گھر یا ہوٹل میں جا کر معلوم ہوا کہ کھانے میں کچھ دیر ہے تو تیار ہونے تک انتظار کرنا جائز ہے، اور کھانے کے ساتھ چائے وغیرہ کی ضرورت ہو، تو اس کو بھی کھانے کا حکم حاصل ہے۔

لیکن یہ سب کام ممکنہ حد تک جلد از جلد کرنے چاہئیں، بلاضرورت تاخیر نہ کرنی چاہئے کیونکہ یہ اجازت مجبوری کے تحت ہے اور مجبوری میں اجازت بقدرِ ضرورت ہی ہوا کرتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... اگر کھانا لانے کے لئے کسی کی ذمہ داری لگا دی گئی پھر کبھی اتفاق سے وہ کھانا نہیں لا سکا تب بھی کھانا لانے کی ضرورت کے لئے باہر جانا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 8...... کوئی شخص معتکف کا کھانا لا کر دے سکتا ہے، لیکن نخرے بہت کرتا ہے یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :وأكله وشربه ونومه ومبايعته فيه) يعني يفعل المعتكف هذه الأشياء في المسجد فإن خرج لأجلها بطل اعتكافه؛ لأنه لا ضرورة إلى الخروج حيث جازت فيه والفتاوى الظهيرية وقيل يخرج بعد الغروب وللأكل والشرب .اهـ.

وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول والغائط(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۲،ص ۳۲۶،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

(قوله لعدم الضرورة) أي إلى الخروج حيث جازت في المسجد وفي الظهيرية، وقيل يخرج بعد الغروب للأكل والشرب اهـ وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول بحر(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲،ص ۴۴۹، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

[1] ضرورت کے وقت کھانے پینے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا بول و براز کی طرح حوائجِ ضروریہ میں داخل ہے، جیسا کہ پہلے گزرا؛ اور بول و براز کے مقدمات کو فقہائے کرام نے بول و براز کی حاجت میں داخل مانا ہے۔ لہٰذا یہاں بھی مذکورہ صورت میں اس انتظار کو مقدمات میں داخل مانا جائے گا۔

(ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۵۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط في الاعتكاف الواجب)

[2] وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول والغائط(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ۲،ص ۳۲۶،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

غیر معمولی اُجرت طلب کرتا ہے، یا اُجرت تو مناسب طلب کرتا ہے، لیکن اپنے پاس اس کی اُجرت ادا کرنے کا انتظام نہیں، یا انتظام تو ہے مگر اُجرت دینے کے بعد اپنے ضروری حقوق متأثر ہوتے ہیں، اور پریشانی لاحق ہوتی ہے۔

تو ایسے حالات میں معتکف کو خود مسجد سے باہر جا کر کھانا لانا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... معتکف کو پیاس لگی ہوئی ہے اور مسجد کے اندر پینے کے لئے پانی نہیں ہے، نہ کوئی لاکر دینے والا ہے تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی جلدی ملتا ہو جا کر پانی لانا جائز ہے اور پانی لانے کے لئے برتن میسر نہ ہو تو باہر پانی پی کر آنا بھی جائز ہے، کیونکہ پانی بھی کھانے کی طرح کی ایک ضرورت ہے، لہٰذا جس طرح بھوک کے وقت کھانے کا حکم ہے، اسی طرح پیاس کے وقت پینے کا بھی حکم ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... اگر معتکف کو کھانے کے لئے صاف برتن میسر نہیں، اور جو برتن اپنے پاس موجود ہے، وہ گندہ اور خراب ہے، اور مسجد میں دھونے کا انتظام نہیں، تو ایسی صورت میں برتن دھونے کے لئے بقدرِ ضرورت مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔

اور اگر ہاتھوں وغیرہ پر غیر معمولی میل کچیل ہو، اور مسجد میں رہتے ہوئے مسجد کی تلویث کے

---

[1] ونظیر هذه المسألة التیمم فی السفر اذا حصل الماء بغبن فاحش:

(قوله؛ لأنه مبذول عادة) أی غالبا، وفیه إشارة إلی أنه لو کان فی موضع یعز فیه ویغلب علی الظن منعه وعدم بذله أنه یجوز التیمم لتحقق العجز کما قدمناه فلا ینافی ما قدمناه من التوفیق، ولذا قال فی المجتبی :الغالب عدم الضنة بالماء ؛ حتی لو کان فی موضع تجری علیه الضنة لا یجب الطلب منه (ردالمحتار، ج ا ، ص ۲۵۱، کتاب الطهارة، باب التیمم، سنن التیمم)

فإن سأله فلم یعطه أصلا أجزأه التیمم؛ لأن العجز قد تقرر، وکذا إن کان یعطیه بالثمن ولا ثمن له لما قلنا، وإن کان له ثمن ولکن لا یبیعه إلا بغبن فاحش یتیمم ولا یلزمه الشراء عند عامة العلماء (بدائع الصنائع، ج ا ، ص۴۸، کتاب الطهارة، فصل فی شرائط رکن التیمم)

[2] فلیس له الخروج إلا لعذر وهو أنواع منها الخروج لقضاء الحاجة والمراد بها البول والغائط وفی معناه الغسل من الاحتلام وذلک لا یضر قطعا ومنها الجوع فیجوز الخروج للأکل علی الأصل المنصوص ولو عطش فإن وجد الماء فی المسجد فلیس له الخروج والفرق بین الأکل والشرب أن الأکل فی الجامع یستحیا منه بخلاف الشرب فإن لم یجده له الخروج(کفایة الأخیارفی حل غایة الإختصار لتقی الدین الشافعی، ج ا ،ص ۲۰۹، کتاب الصیام، باب الاعتکاف)

بغیر ان کو دھونا ممکن نہ ہو، تو بقدرِ ضرورت باہر جانے کی گنجائش ہے، کیونکہ مسجد کو تلویث سے بچانا ضروری ہے، البتہ جب تک ضرورت نہ ہو، یا مسجد میں رہتے ہوئے کسی طرح ضرورت پوری کرنا ممکن ہو، تو باہر جانا جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... عام حالات میں دوا کا حکم کھانے کی طرح نہیں، لہٰذا صرف دوا لانے کے لئے مسجد سے باہر نہیں جانا چاہئے؛ اسی طرح بیمار ہونے کی صورت میں علاج معالجہ کے لئے معالج (وڈاکٹر) کے پاس نہیں جانا چاہئے، البتہ معالج (وڈاکٹر) مسجد میں آ کر معائنہ کرے تو جائز ہے، اسی طرح کسی دوسرے سے دوا منگوا لینا بھی جائز ہے، اور فون وغیرہ کے ذریعہ سے بھی معالج سے مشورہ کرنے اور ہدایت لینے میں کوئی حرج نہیں۔ [2]

البتہ اگر کوئی مریض ایسا ہے، کہ اُسے کھانے کے ساتھ دوا کا کھانا ضروری ہے (جیسا کہ بعض مریضوں کو کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد یا کسی دوسرے وقت روزانہ دوا کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اور بعض شوگر وغیرہ کے مریضوں کو دوا یا ٹیکہ کے بغیر کھانا موافق نہیں آتا) اور کوئی دوا لا کر دینے والا میسر نہیں، تو ایسی مجبوری کی صورت میں جب قضائے حاجت یا کھانا لانے کے لئے باہر نکلے، تو دوا حاصل کر لینے سے اُمید ہے کہ اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ [3]

---

[1] ويغسل يده في الطست، ليفرغ خارج المسجد، ولا يجوز أن يخرج لغسل يده؛ لأن له من ذلك بدا .وهل يكره تجديد الطهارة في المسجد؟ فيه روايتان :إحداهما، لا يكره؛ لأن أبا العالية قال :حدثني من كان يخدم النبي -صلى الله عليه وسلم -قال :أما ما حفظت لكم منه ، أنه كان يتوضأ في المسجد . وعن ابن عمر، أنه قال :كان يتوضأ في المسجد الحرام على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -الرجال والنساء (المغني لابن قدامة، ج٣،ص ٢٠٤، كتاب الاعتكاف،فصل لا بأس أن يأكل المعتكف في المسجد)

[2] وإذا مرض، فليس له أن يخرج(المحيط البرهاني، ج ٢،ص ٤٠٦، كتاب الصوم،الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

[3] صاحبین کے نزدیک معتکف کا خروج عن المسجد اگر نصف یوم سے زائد پر محیط ہو، تو اعتکاف فاسد ہوتا ہے، ورنہ نہیں؛ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر خروج عن المسجد حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے ہوا، اور پھر اس ضمن میں کوئی ایسی ضرورت پوری کی، جس کے لئے مستقلاً خروج جائز نہیں تھا، تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 12...... معتکف جب مسجد میں کھائے پیئے، تو اُسے چاہئے کہ وہ دستر خوان وغیرہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اگرچہ مشائخِ احناف کا عام فتویٰ صاحبین کے قول کے بجائے امام صاحب کے اس قول پر ہے، جس کی رو سے خروج ایک ساعت کے لئے ہونے سے بھی جبکہ وہ خروج حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے نہ ہو، یا حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے تو ہو، مگر ضرورت وحاجت پوری ہونے کے بعد ایک ساعت کے لئے بھی بلا ضرورت ٹھہرے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے؛ لیکن کئی مشائخ نے دفعِ حرج کی بناء پر صاحبین کے قول کو اوسع وایسر قرار دیا ہے۔
اس لئے مندرجہ بالا اور اس جیسی ضرورت کے لئے صاحبین کے قول کے پیشِ نظر اور اس کے ساتھ اس قول کو ملحوظ رکھ کر کہ جس کی رو سے مستقلاً خروج نہ ہونے کی صورت میں توسع پایا جاتا ہے، ضرورت اور دفعِ حرج کے لئے گنجائش دی جاسکتی ہے، اور اسی وجہ سے مذکورہ مسئلہ میں گنجائش دی گئی ہے، خاص کر کہ اُن مریضوں کے لئے جن کا دوا استعمال کرنا کھانے کی طرح کا معمول بن گیا ہو، جس کو ایک درجہ میں کھانے جیسی حاجت سے مشابہت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض، أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز بخلاف ما إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغة أنه ينتقض(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص ٣٢٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وعلى هذا الخلاف إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبى حنيفة قل مكثه أو كثر، وعندهما لا ينتقض ما لم يكن أكثر من نصف يوم(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢، ص ١١٥، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

ولا يخرج لعيادة مريض ولا لصلاة جنازة؛ لأنه لا ضرورة إلى الخروج؛ لأن عيادة المريض ليست من الفرائض، بل من الفضائل وصلاة الجنازة ليست بفرض عين بل فرض كفاية تسقط عنه بقيام الباقين بها؛ فلا يجوز إبطال الاعتكاف لأجلها وما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم- من الرخصة فى عيادة المريض وصلاة الجنازة؛ فقد قال أبو يوسف :ذلك محمول عندنا على الاعتكاف الذى يتطوع به من غير إيجاب فله أن يخرج متى شاء ويجوز أن تحمل الرخصة على ما إذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الإنسان أو للجمعة، ثم عاد مريضا أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢، ص ١١٤، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

(قوله ولا يخرج من المسجد إلا لحاجة الإنسان) وهى الغائط والبول لأنه معلوم وقوعها فلا بد من الخروج لأجلها ولا يمكث بعد فراغه من الطهور فإن مكث فسد اعتكافه عند أبى حنيفة وعندهما لا يفسد حتى يكون المكث أكثر من نصف يوم وفى نصف يوم روايتان وكذا إذا خرج من المسجد ساعة لغير عذر فسد اعتكافه عند أبى حنيفة لوجود المنافى وعندهما لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم لأن اليسير من الخروج عفو للضرورة إلا أن أبا حنيفة يقول ركن الاعتكاف هو المقام فى المسجد والخروج ضده فيكون مفوتا ركن العبادة فالكثير فيه والقليل سواء كالأكل فى الصوم والحدث فى الطهارة(الجوهرة النيرة، ج ١، ص ١٤٦، باب الاعتكاف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بچھالے،تاکہ مسجد ملوّث نہ ہو،اور مسجد کی صفائی ونظافت کا خیال رکھے۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... معتکف کو کھانے پینے کی ضروری اشیاء اور برتن کا مسجد میں اپنے ساتھ رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ مسجد کو گندہ ہونے سے بچایا جائے،اوراتنی جگہ نہ گھیری جائے،کہ جس سے دوسروں کو ایذاوتکلیف پہنچے،اورنمازیوں کونماز پڑھنے میں خلل واقع ہو۔

مسئلہ نمبر 14...... معتکف اگر بوقتِ مجبوری وضرورت مسجد میں کھانا تیار کرنا چاہے،یا چائے، قہوہ وغیرہ بنانا چاہے،تو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ مسجد ملوث نہ ہو،اور دوسروں کی ایذا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا مرض المعتكف فخرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل الاعتكاف إن كان اعتكافا واجبا وهذا قول أبي يوسف وقال أبو حنيفة إذا خرج ساعة من المسجد من غير عذر استقبل الاعتكاف وكذلك إذا خرج من المسجد لغير حاجة يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل اعتكافه في قول أبي يوسف (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج۲، ص۲۷۳، و۲۷۴، کتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قال) : وإذا خرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فكذلك الجواب؛ لأن ركن الاعتكاف قد فات فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى -يفسد اعتكافه، وعند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم، وقول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى -أقيس وقولهما أوسع قالا :اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة (المبسوط للسرخسي، ج۳، ص۱۱۸، کتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فصل :قال الشافعي فإن خرج إلى منزله للأكل خروج المعتكف جاز ولم يبطل اعتكافه ، وكذلك لو خرج لحاجة الإنسان جاز أن يقف ليأكل .وحكي عن أبي العباس بن سريج وأبي الطيب بن سلمة :أنه إن خرج للأكل بطل اعتكافه ، ولكن لو خرج للغائط والبول هل له أن يأكل في طريقه جاز أن يأكل في طريقه ولا يطيل ، فإن أطال بطل اعتكافه ، قالا :لأن الشافعي عطف بالأكل على عيادة المريض ، فهما في الحكم سواء(الحاوی فی فقه الشافعي للماوردی، ج۳ص۴۹۲،۴۹۳، کتاب الاعتكاف)

وإن بغته القيء ، فله أن يخرج ليتقيأ خارج المسجد، وكل ما لا بد له منه، ولا يمكن فعله في المسجد، فله الخروج إليه، ولا يفسد اعتكافه وهو عليه، ما لم يطل......إذا ثبت هذا، فإنه إذا خرج لواجب، فهو على اعتكافه، ما لم يطل؛ لأنه خروج لما لا بد له منه، أشبه الخروج لحاجة الإنسان(المغني لابن قدامة، ج۳،ص۱۹۳،کتاب الاعتكاف)

[1] فصل :ولا بأس أن يأكل المعتكف في المسجد، ويضع سفرة، يسقط عليها ما يقع منه، كي لا يلوث المسجد (المغني لابن قدامة، ج۳،ص۲۰۴، کتاب الاعتكاف،فصل لا بأس أن يأكل المعتكف في المسجد)

کا باعث نہ بنے، پھر بھی اگر اس طرح ضرورت پوری کرلے کہ خود مسجد میں بیٹھے، اور چولہا مسجد سے باہر رکھے، تو زیادہ بہتر اور مسجد کے ادب واحترام کے زیادہ موافق ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... معتکف کو اگر بدہضمی، ریاح یا کوئی دوسری بیماری یا سستی پیدا ہوتی ہو، تو اس کو دور کرنے کے لئے مسجد میں بقدرِ ضرورت چہل قدمی کرنا جائز ہے، البتہ اس کا خیال کرنا چاہئے کہ مسجد کی بے احترامی لازم نہ آئے۔ [2]

---

[1] عن عائشة، قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم "معتكفا وكان لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان، قالت فغسلت رأسه، وإن بيني وبينه لعتبة الباب "(مسند أحمد،رقم الحديث ۲۵۹۸۴)

أخبرتني عائشة :أنها كانت ترجل، تعني رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهي حائض، ورسول الله صلى الله عليه وسلم حينئذ مجاور في المسجد، يدني لها رأسه، وهي في حجرتها، فترجله وهي حائض(بخاری،رقم الحديث ۲۹۶،باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله)

[2] وفي معنى دخول البيت لحاجة الإنسان كل ما لا غنى بالإنسان عنه من منافعه ومصالحه وما لا يقضيه عنه غيره وفي معنى ترجيل رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه كل ما (كان) فيه صلاح بدنه من الغذاء وغيره مما يحتاج إليه (التمهيد لابن عبد البر، ج۸، ص۳۲۷، الحديث الخامس والثلاثون)

عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يكون معتكفا في المسجد فيناولني رأسه من خلال الحجرة فاغسل رأسه وارجله واناحائض.

وقد حوى هذاالخبر احكاما:منها:اباحة غسل الرأس وهوفي المسجد،ومنهاجواز المباشرة واللمس بغيرشهوة للمعتكف،ومنهاجواز غسل الرأس في حال الاعتكاف،وغسل الرأس انما هو لاصلاح البدن،فدل ذالک على ان للمعتكف ان يفعل مافيه صلاح بدنه،ودل ايضا على انه له ان يشتغل بما فيه صلاح ماله،كما ابيح له الاشتغال باصلاح بدنه،لان النبي صلى الله عليه وسلم قال :قتال المؤمن كفر وسبابه فسق، وحرمة ماله كحرمة دمه،ودل ايضا على ان للمعتكف ان يتزين ،لان ترجيل الرأس من الزينة (احكام القرآن للجصاص، ج ۱ ص ۳۰۳، سورة البقرة،باب مايجوز للمعكتف ان يفعله)

أبو هريرة، بينا الحبشة يلعبون عند الرسول (صلى الله عليه وسلم) بحرابهم، دخل عمر فأهوى إلى الحصى فحصبهم، فقال :(دعهم يا عمر) . وقال عبد الرزاق، عن معمر :في المسجد .هذا اللعب بالحراب هو سنة ليكون ذلک عدة للقاء العدو، وليتدرب الناس فيه، ولم يعلم عمر معنى ذلک حين حصبهم حتى قال له النبى (صلى الله عليه وسلم) :- (دعهم) . ففيه من الفقه :أن من تأول خطأ لا لوم عليه؛ لأن النبى لم يوبخ عمر على ذلک؛ إذ كان متأولا .وفيه :جواز مثل هذا اللعب فى المسجد؛ إذ كان مما يشمل الناس نفعه .وقد تقدم بيان هذا فى باب :أصحاب الحراب فى المسجد .فى كتاب الصلاة(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۵ ص ۹۵، كتاب الجهاد،باب اللهو بالحراب ونحوها)

معتکف کو پیاز، لہسن کھانے اور سگریٹ نوشی کرنے کا حکم

کچا پیاز اور لہسن کھا کر منہ میں بو موجود ہونے کی صورت میں مساجد میں داخل ہونے سے احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسَاجِدَنَا، حَتّٰى يَذْهَبَ رِيحُهَا يَعْنِي الثُّومَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ سبزی یعنی لہسن کھایا، تو وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے، یہاں تک کہ اُس کی بو ختم ہو جائے (صحیح مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ، الثُّومِ وقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ بَنُو آدَمَ (مسلم) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ سبزی یعنی لہسن اور ایک مرتبہ فرمایا کہ جس نے پیاز (Onion) اور لہسن (Garlic) اور آل پیاز و سبز پیاز (Leek) کھائی تو وہ (بدبو ختم ہونے تک) ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ فرشتوں کو ان چیزوں سے ایذاء (وتکلیف) پہنچتی ہے، جن سے انسانوں کو ایذاء (وتکلیف) پہنچتی ہے (صحیح مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

---

[1] رقم الحديث ۵۶۱ "۶۹" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها.

[2] رقم الحديث ۵۶۴ "۷۴" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهى من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا أو نحوها.

مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا، فَلْيَعْتَزِلْنَا - أَوْ قَالَ: فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ (بخاری) [1]

ترجمہ: جس نے لہسن یا پیاز کھائی، تو وہ (بدبو ختم ہونے تک) ہمارے سے یا ہماری مسجد سے الگ رہے، اوراپنے گھر میں بیٹھے (بخاری)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کچا پیاز اور لہسن کھا کر منہ صاف کیے بغیر مسجد میں آنا گناہ ہے، اور جب مسجد میں آنا گناہ ہے تو مسجد میں رہتے ہوئے بھی کچا پیاز اور لہسن کا کھانا گناہ ہے، لہٰذا معتکف کو مسجد میں کچا پیاز اور لہسن نہیں کھانا چاہئے؛ اگر کوئی معتکف شدید مجبوری یا کسی بیماری کے علاج معالجہ کے طور پر کھائے، تو اسے چاہئے کہ جلد از جلد منہ کی بو زائل کرنے کی کوشش کرے۔

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس شخص کے جسم کے کسی حصہ سے بدبو آتی ہو یا ایسا مرض ہو کہ اس سے لوگوں کو ایذا ہوتی ہو تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے، البتہ اگر تھوڑی بہت بو ہو کہ عطر وغیرہ لگا کر دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو تو جائز ہے۔

اسی سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سگریٹ نوشی کر کے مسجد میں منہ کی بدبو دور کیے بغیر آنا یا معتکف کا مسجد میں سگریٹ نوشی کرنا گناہ ہے، اگرچہ اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٨٥٥، كتاب الاذان، باب ما جاء فى الثوم النى والبصل والكراث.

[2] ويكره......وأكل نحو ثوم، ويمنع منه؛ وكذا كل مؤذ ولو بلسانه(الدرالمختار مع ردالمحتار) (قوله وأكل نحو ثوم) أى كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد .قال الإمام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت :علة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين ولا يختص بمسجده -عليه الصلاة والسلام -، بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع، خلافا لمن شذ ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ما له رائحة كريهة مأكولا أو غيره، وإنما خص الثوم هنا بالذكر وفى غيره أيضا بالبصل والكراث لكثرة أكلهم لها، وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة، وكذلك القصاب، والسماك، والمجذوم والأبرص أولى بالإلحاق .وقال سحنون لا أرى الجمعة عليهما .واحتج بالحديث وألحق بالحديث كل من آذى الناس بلسانه، وبه أفتى ابن عمر وهو أصل فى نفى كل من يتأذى به .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ معتکف کو سگریٹ، بیڑی یا حقہ نوشی کے لئے مسجد سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

تو بہت سے حضرات نے اس کو کھانے پینے اور قضائے حاجت کی طرح کی ضرورت میں شامل نہیں کیا، اور اس کی وجہ سے معتکف کو مسجد سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يبعد أن يعذر المعذور بأكل ما له ريح كريهة، لما في صحيح ابن حبان عن المغيرة بن شعبة قال انتهيت إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فوجد مني ريح الثوم فقال :من أكل الثوم، فأخذت يده فأدخلتها فوجد صدري معصوبا، فقال :إن لك عذرا وفي رواية الطبراني في الأوسط اشتكيت صدري فأكلته وفيه :فلم يعنفه -صلى الله عليه وسلم-، وقوله -صلى الله عليه وسلم- وليقعد في بيته صريح في أن أكل هذه الأشياء عذر في التخلف عن الجماعة .وأيضا هنا علتان :أذى المسلمين وأذى الملائكة؛ فبالنظر إلى الأولى يعذر في ترك الجماعة وحضور المسجد، وبالنظر إلى الثانية يعذر في ترك حضور المسجد ولو كان وحده اهـ ملخصا.

أقول :كونه يعذر بذلك ينبغي تقييده بما إذا أكل ذلك بعذر أو أكل ناسيا قرب دخول وقت الصلاة لئلا يكون مباشرا لما يقطعه عن الجماعة بصنعه(ردالمحتار، ج ا، ص ٦٦١ و ٦٦٢، كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها،فروع افضل المساجد)

[1] چنانچہ فتاویٰ دار العلوم میں ہے کہ:

معتکف کا کھانا پینا مسجد میں ہوتا ہے، لہٰذا باہر نکلنا بغرضِ حقہ نوشی جائز نہ ہوگا، باقی یہ کہ حقہ نوشی مسجد میں مکروہ ہے تو اس وجہ سے اس کو ترکِ اعتکاف کرنا چاہئے، کیونکہ سنت کی ادا کی وجہ سے ارتکابِ مکروہ درست نہیں ہے (فتاویٰ دار العلوم دیوبند مدلل ومکمل جلد ۶ صفحہ ۵۰۵)

اور کفایت المفتی میں ہے کہ:

حقہ اور سگریٹ مسجد میں بیٹھ کر پینا جائز نہیں اور معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں، اگر معتکف ان چیزوں کا عادی ہے تو اسے مدتِ اعتکاف میں ان چیزوں کو ترک کردینا چاہئے (کفایت المفتی مبوب جلد ۴ صفحہ ۲۴۵)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ایک مقام پر ہے کہ:

جب قضائے حاجت (پاخانہ پیشاب) کے لئے رات کے وقت مسجد سے باہر جائے تو وہاں یہ حاجت (بیڑی، سگریٹ) بھی پوری کرتا آئے، وضو اور مسواک وغیرہ سے منہ خوب صاف کرے، بدبودار منہ کرکے مسجد میں نہ آئے (فتاویٰ محمودیہ مبوب جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۷، باب الاعتکاف)

اور فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے شدید مجبوری کی صورت میں اس کو ضرورت وحاجت میں داخل مانتے ہوئے اس غرض کے لئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔ [1]

ہمیں دونوں طرف کے موقف اور دلائل میں غور وفکر کرنے سے راجح یہ معلوم ہوا کہ سگریٹ نوشی کوئی اچھا عمل نہیں، اس لئے اس کو عام حالات میں بھی ترک کرنا چاہئے، اور اعتکاف کی حالت میں بطورِ خاص ترک کردینا چاہئے، لیکن اگر کسی کو ترک کرنا مشکل ہو، اور وہ مسنون اعتکاف میں بیٹھ جائے، تو شدید تقاضا ہونے کی صورت میں قضائے حاجت کی ضرورت کے لئے آتے جاتے ہوئے یا اجابت کے وقت استنجاء خانہ وبیت الخلاء میں پینے کی گنجائش

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حقہ نوشی کوئی ایسی چیز نہیں جو معتکف کے حوائجِ طبعی میں شمار ہوسکے، جس کے لئے مسجد سے نکلنا مرخّص ہو، اگر مسجد کے احاطہ میں کھڑے ہوکر دھواں باہر نکالنا ممکن ہو، تو تطبیق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے (فتاویٰ حقانیہ، اکوڑہ خٹک، جلد۴ صفحہ ۲۰۴، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، طبع اول ۲۰۰۲ء)

[1] چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

معتکف کو جائز ہے کہ بعد نمازِ مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر، کلی کرکے، بوزائل کرکے مسجد میں چلا آوے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب، صفحہ ۴۵۸، اعتکاف کا بیان، دارالاشاعت، کراچی؛ طباعت: ۲۰۰۳ء)

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

اگر بغیر سگریٹ کے گزارہ نہیں، تو اس کے لئے بھی جاسکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ پیشاب، پاخانہ کے لئے جائے تو یہ کام بھی کرے، پھر منہ خوب مسواک سے صاف کرکے آجائے (فتاویٰ محمودیہ، مبوب جلد۱۰، صفحہ ۲۳۹، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

گنجائش ہے، اگر اس کے بغیر گزارہ نہیں (فتاویٰ محمودیہ، مبوب جلد۱۰، صفحہ ۲۸۳، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

اعتکاف کرنے سے پہلے ہی بیڑی چھوڑنے کی کوشش کرے، اگر اس میں کامیابی نہ ہو، تو تعداد اور مقدار کم کرے، اور کچھ پینی ہی پڑے تو جس وقت استنجاء اور طہارت کے لئے نکلے، اس وقت بیڑی کی حاجت بھی پوری کرے، خاص بیڑی پینے کے لئے نہ نکلے، مگر جب مجبور ہوجائے، اور طبیعت خراب ہونے کا خوف ہو تو اس کے لئے بھی نکل سکتا ہے کہ ایسی اضطراری حالت کے وقت یہ طبعی ضرورت میں شمار ہوگا، اور مخل ومفسد اعتکاف نہ ہوگا (فتاویٰ رحیمیہ، مبوب جلد۷ صفحہ ۲۷۸، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

ہے، اور اگر کسی کے لئے اس صورت پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، تو پھر شدید مجبوری کی صورت میں اس غرض کے لئے بقدرِ ضرورت مسجد سے باہر جانے کی گنجائش ہے، لیکن ساتھ ہی اس کی بدبو کو مسواک سے یا الائچی وغیرہ کھا کر دور کرنا چاہئے۔

معتکف کے لئے قضائے حاجت کے احکام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْ مَهْ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ، ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ، وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَأَمَرَ رَجُلًا مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ (مسلم) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے کھڑا ہو گیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام نے فرمایا کہ رُک جا، رُک جا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی مصلحت سے) فرمایا کہ اس کو مت روکو، پس صحابہ نے اس کو چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور اس کو فرمایا کہ یہ مساجد اس پیشاب اور کسی بھی گندی چیز کی گنجائش نہیں رکھتیں، یہ تو اللہ

---

[1] رقم الحدیث ۲۸۵ "۱۰۰" کتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت فى المسجد، وأن الأرض تطهر بالماء، من غير حاجة إلى حفرها.

عزوجل کے ذکر اور نماز اور قرآن کی قرائت کے لئے بنائی گئی ہیں یا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو حکم دیا تو وہ ایک ڈول پانی کا لے آیا اور اس جگہ پر بہادیا (مسلم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی حدود میں قضائے حاجت (پیشاب، پاخانہ اورگندگی، غلاظت ونجاست) کرنا جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا (السنن الکبریٰ للنسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، اور گھر میں صرف ضروری درجہ کی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے (سنن کبریٰ نسائی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ (مسلم) [2]

ترجمہ: اور آپ (اعتکاف کے دوران) گھر میں صرف انسانی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے (مسلم)

اور حضرت معمر سے مروی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

لَا يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ إِلَّا لِحَاجَةٍ لَا بُدَّ لَهُ مِنْهَا، مِنْ غَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَلَا يَتْبَعُ جِنَازَةً، وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا، وَلَا يُجِيْبُ دَعْوَةً، وَلَا يَمَسُّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرُهَا (مصنف عبد الرزاق) [3]

---

[1] رقم الحديث ٣٣٥٨، كتاب الاعتكاف، دخول المعتكف بيته للحاجة التى لا بد منها.

[2] رقـم الـحـديـث ٢٩٧ "٦" كتـاب الـحـيـض، بـاب جواز غسل الحائض رأس زوجها وترجيله وطهارة سؤرها والاتكاء فى حجرها وقراءة القرآن فيه، ترمذى، رقم الحديث ٨٠٤، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ٣٣٥٩.

[3] رقم الحديث ٨٠٥١، كتاب الاعتكاف، باب سنة الاعتكاف.

ترجمہ: معتکف اپنی ضروری حاجت ہی کے لئے نکلے گا، پاخانہ یا پیشاب جیسی ضرورت کے لئے، اور جنازہ کے پیچھے نہیں جائے گا، اور مریض کی عیادت نہیں کرے گا، اور دعوت قبول نہیں کرے گا، اور عورت کو (شہوت سے) نہیں چھوئے گا، اور نہ عورت سے مباشرت کرے گا (عبدالرزاق)

حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ، كَانَتْ إِذَا اعْتَكَفَتْ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَتْ بَيْتَهَا لِحَاجَةٍ، لَمْ تَسْأَلُ عَنِ الْمَرِيْضِ إِلَّا وَهِيَ مَارَّةٌ (صحيح ابن خزيمة) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسجد میں اعتکاف کرتیں، پھر اپنے گھر میں کسی ضرورت سے داخل ہوتیں، تو مریض سے چلتے چلتے ہی سوال کرتی تھیں (ابنِ خزیمہ)

لہٰذا معتکف کو قضائے حاجت کے لئے مسجد سے باہر جانا چاہئے، اور اس سے معتکف کے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، اور آتے جاتے کسی سے سلام وکلام کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس غرض کے لئے ٹھہرے نہیں۔ [2]

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... معتکف کو قضائے حاجت (پیشاب، پاخانہ) کے لئے مسجد سے باہر جانا بلاشبہ جائز ہے، کیونکہ قضائے حاجت مسجد میں جائز نہیں، اور یہ حاجتِ انسانی میں داخل ہے،

---

[1] رقم الحديث ۲۲۳۰، كتاب الصيام، باب إباحة دخول المعتكف البيت لحاجة الإنسان الغائط، والبول.

قال محمد مصطفىٰ الأعظمي :إسناده صحيح(حاشية ابنِ خزيمة)

[2] (ش) : قوله كان يذهب لحاجة الإنسان في البيوت دليل على جواز دخول البيوت لما لا يجوز فعله في المسجد من التغوط والطهارة والغسل من الجنابة وكذلك الخروج لشراء الطعام وغير ذلك مما تدعو الحاجة إليه يؤتى له الأسواق ومواضع بيعه ويكون ذلك في أقرب ما يمكن منه(المنتقى شرح الموطأ، ج۲، ص۸۵، كتاب الصيام، ذكر الاعتكاف)

جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعتکاف کی حالت میں باہر جانا ثابت ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... پیشاب پاخانے کی ضرورت کے لئے مسجد سے قریب ترین جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے۔

اگر مسجد کے ساتھ متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حجاب ومجبوری بھی نہیں ہے، تو وہیں اپنی ضرورت پوری کرنی چاہئے۔ [2]

مسئلہ نمبر 3...... اگر مسجد کے ساتھ متصل یا قریب میں قضائے حاجت کے لئے کوئی جگہ موجود نہیں ہے یا کسی وجہ سے وہاں قضائے حاجت کرنا مشکل ہے تو پھر دور بھی جا سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حرمین شریفین میں اور اسی طرح بعض مساجد میں جہاں کہ استنجاء کی جگہ کافی دور بنی ہوئی ہے، وہاں قضائے حاجت کے لئے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا خواہ آنے جانے میں زیادہ وقت لگ جائے۔ [3]

---

[1] وأما خروج المعتكف من المسجد فلا يجوز إلا لقضاء حاجته ، أو شراء طعام ، أو شراب مما يحتاج إليه ولم يجد من يكفيه ذلك ؛ لقول عائشة :كان رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ إذا اعتكف لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان؛ تعني به :الحدث .ويلحق به ما يكون محتاجًا إليه كشراء طعام وشراب على ما تقدم (المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقرطبي، ج١٠، ص٢٤، كتاب الصيام، ومن باب اعتكاف العشر الأواخر من رمضان)

[2] ولو كان بقرب المسجد بيت صديق له لم يلزم قضاء الحاجة فيه، وإن كان له بيتان قريب وبعيد قال بعضهم :لا يجوز أن يمضي إلى البعيد فإن مضى بطل اعتكافه كذا في السراج الوهاج (الفتاوىٰ الهندية، ج١، ص٢١٢، كتاب الصوم، الباب السابع)

(قوله ويخرج لحاجة الإنسان كالبول والغائط) والاغتسال للجنابة إذا احتلم كما في النهر فإن كان له بيتان قريب وبعيد قال بعضهم لا يجوز أن يمضي إلى البعيد فإن مضى بطل اعتكافه وقال بعضهم : يجوز ولو كان بقرب المسجد بيت صديق له لم يلزمه قضاء الحاجة فيه كذا في الجوهرة (حاشية الشرنبلالي على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج١، ص٢١٣، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، أقل الاعتكاف)

[3] (قوله إلا لحاجة الإنسان إلخ) ولا يمكث بعد فراغه من الطهور ولا يلزمه أن يأتي بيت صديقه القريب .واختلف فيما لو كان له بيتان فأتى البعيد منهما قيل فسد وقيل :لا ينبغي أن يخرج على القولين ما لو ترك بيت الخلاء للمسجد القريب وأتى بيته نهر ولا يعد الفرق بين الخلافية وهذه لأن الإنسان قد لا يألف غير بيته رحمتي أي فإذا كان لا يألف غيره بأن لا يتيسر له إلا في بيته

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 4...... اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں مسجد سے باہر ٹھہرنا جائز ہے، جیسا کہ حرمین شریفین میں اور بعض دوسرے مقامات پر مساجد کے استنجاء خانوں پر کافی رَش اور ہجوم ہوتا ہے اور نمازوں کے اوقات میں تو رَش اور ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے، ایسے مقامات پر استنجاء کے انتظار کرنے اور اس دوران کسی سے باتیں کرنے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، البتہ گناہ کی یا فضول باتیں کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد باہر ٹھہرنا جائز نہیں، الّا یہ کہ وضو کے لئے ٹھہرنا پڑے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... اگر قبض وغیرہ ہونے کی وجہ سے کسی کو قضائے حاجت کی ضرورت سے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فلا يبعد الجواز بلا خلاف (ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

مسألة :قال الشافعي رضي الله عنه " :ويخرج للغائط والبول إلى منزله وإن بعد المعتكف .قال الماوردى :أما خروجه للبول والغائط فجائز إجماعا ، لقول عائشة رضي الله عنها كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يخرج إلى البيت إلا لحاجة الإنسان كناية عن الغائط والبول ، ولأن ذلك مما به إليه حاجة وضرورة فصار ذلك مستثنى من جملة نذره .

فإذا تقرر جواز الخروج إلى منزله للغائط والبول ، فلا فرق بين أن يكون منزله قريبا أو بعيدا ، أو سواء قدر على قضاء حاجته في طريقه ، أو منزل صديقه الذى هو أقرب من منزله أولى ، وإنما كان كذلك ؛ لأن في عدوله عن منزله إلى طريقه بذلة وإلى منزل صديقه حشمة فكان أولى الأمور له قصد منزله (الحاوى فى فقه الشافعي للماوردى، ج۳، ص۴۹۲، كتاب الاعتكاف)

[1] (ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر (مجمع الانهر، ج ا، ص۲۵۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط فى الاعتكاف الواجب)

قال -رحمه الله-(ولا يخرج منه إلا لحاجة شرعية كالجمعة أو طبيعية كالبول والغائط) لما روينا من الأثر عن عائشة -رضى الله عنها -ولما روى عنها أنها قالت كان النبى -صلى الله عليه وسلم -لا يدخل البيت إلا لحاجة الإنسان إذا كان معتكفا متفق عليه تريد البول والغائط هكذا فسره الزهرى ولأن هذه الأشياء معلوم وقوعها فى زمن الاعتكاف فتكون مستثناة ضرورة لا يمكث فى بيته بعدما فرغ طهوره لأن الثابت للضرورة يتقدر بقدرها (تبيين الحقائق، ج ا، ص۳۵۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، اعتكاف المرأة)

فارغ ہونے میں کچھ دیر تک بیٹھنا پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... قضائے حاجت میں استنجاء اور طہارت وغیرہ بھی داخل ہے۔ [2]

لہٰذا اگر پیشاب وغیرہ کا قطرہ برآمد ہو جائے، تو استنجاء وطہارت کے لئے باہر جانا جائز ہے۔

اور اگر کسی کو اسہال (دست یا موشن) لاحق ہو گئے ہوں، جن کی وجہ سے بار بار قضائے حاجت کے لئے مسجد سے باہر استنجاء خانہ میں جانا پڑے، تو بھی جائز ہے۔ [3]

اگر کسی کو اعتکاف کے دوران قے آجائے، یا نکسیر پھوٹنے لگے، تو قے یا خون کو مسجد سے باہر خارج کرنے کے لئے جانا جائز ہے۔

اور اسی طرح جسم یا کپڑے پر کوئی ناپا کی لگ جائے، تو اس کو دُور کرنے کے لئے مسجد سے باہر

---

[1] وإن كان خرج لحاجة الإنسان له أن يمشي على التؤدة كذا في النهاية، وهكذا في العناية (الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص ٢١٢، كتاب الصوم، الباب السابع)

وإن كان خروجه لقضاء الحاجة لم يلزمه استئنافها، وإن طال زمن قضاء الحاجة لأنه لا بد منه، فهو كالمستثنى عند النية(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج٢ص ٢٩٤، باب الصوم)

[2] (ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر (مجمع الانهر، ج ١، ص ٢٥٦، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط في الاعتكاف الواجب)

[3] (قوله طبيعية) حال أو خبر لكان محذوفة أي سواء كانت طبيعية أو شرعية وفسر ابن الشلبي الطبيعية بما لا بد منها وما لا يقضى في المسجد (قوله وغسل) عده من الطبيعية تبعا للاختيار والنهر وغيرهما وهو موافق لما علمته من تفسيرها وعن هذا اعترض بعض الشراح تفسير الكنز لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما في الاحتياج وعدم الجواز في المسجد اهـ فافهم (ردالمحتار، ج٢، ص ٤٤٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فصل في الخروج لعذر المرض الشديد ومن مرض مرضا لا يؤمن معه تلويث المسجد كإطلاق الجوف وسلس البول خرج كما يخرج لحاجة الإنسان وإن كان مرضا يسيرا يمكن معه المقام في المسجد من غير مشقة لم يخرج فإن خرج بطل اعتكافه وإن كان مرضا حتى يحتاج فيه إلى الفراش ويشق معه المقام في المسجد ففيه قولان بناء على القولين في المريض إذا أفطر في صوم الشهرين المتتابعين (المهذب، ج ١، ص ١٩٣، كتاب الاعتكاف، فصل في الخروج لعذر المرض الشديد)

جانا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7......ضرورت کے لئے آتے جاتے وقت کسی شخص کے ٹھہرانے سے ٹھہرنا نہیں چاہئے بلکہ چلتے چلتے اسے بتا دینا چاہئے کہ میں اعتکاف میں ہوں اس لئے ٹھہر نہیں سکتا۔ البتہ پیشاب پاخانہ کے لئے جاتے یا آتے ہوئے راستے میں کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا کسی کو راستہ بتانا، یا خیرات دینا یا مزاج پرسی اور کسی بیمار کی عیادت یا مختصر بات چیت وغیرہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے لئے باقاعدہ ٹھہرنا نہ پڑے۔ [2]

---

[1] قے درحقیقت ایک فضلہ ہے، جس کے لئے معتکف کو نکلنا قضائے حاجت کے فضلہ کی طرح ہے؛ اسی طرح نجاست کا مسجد میں ڈالنا یا دھونا جائز نہیں، لہٰذا نجاست کو دُور کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانے کا حکم قضائے حاجت کی طرح ہوا۔

(و) كره كراهة التحريم (الوطىء) أى الجماع (والحدث) أى ما يخرج من السبيلين عمدا من البول والغائط والمنى والمذى، كذا قاله الشارح .والأظهر أن يقال :ما يجعله متنجسا، ليشمل القىء والدم ونحوهما، وليخرج الريح والنوم وأمثالهما(شرح النقاية، ج ا ، ص ٣٦٦)

وإن بغته القىء ، فله أن يخرج ليتقيأ خارج المسجد، وكل ما لا بد له منه، ولا يمكن فعله فى المسجد، فله الخروج إليه، ولا يفسد اعتكافه وهو عليه، ما لم يطل (المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٣ ،كتاب الاعتكاف)

وألحقوا بالخروج لما تقدم الخروج للقىء وإزالة النجاسة، فلا يفسد الاعتكاف أيضا فى قولهم جميعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥،ص ٢٢١،اعتكاف)

[2] الخروج لعيادة المرضى وصلاة الجنازة :اتفق الفقهاء على عدم جواز الخروج لعيادة المريض وصلاة الجنازة لعدم الضرورة إلى الخروج، إلا إذا اشترط الخروج لهما عند الحنفية والشافعية والحنابلة.

ومحل ذلك ما إذا خرج لقصد العيادة وصلاة الجنازة .أما إذا خرج لقضاء الحاجة ثم عرج على مريض لعيادته، أو لصلاة الجنازة، فإنه يجوز بشرط ألا يطول مكثه عند المريض، أو بعد صلاة الجنازة عند الجمهور، بأن لا يقف عند المريض إلا بقدر السلام، لقول عائشة رضى الله عنها :إن كنت أدخل البيت للحاجة، والمريض فيه فما أسأل عنه إلا وأنا مارة،

وفى سنن أبى داود مرفوعا عنها :أنه عليه الصلاة والسلام كان يمر بالمريض، وهو معتكف، فيمر كما هو ولا يعرج يسأل عنه .

فإن طال وقوفه عرفا، أو عدل عن طريقه وإن قل لم يجز، وعند أبى يوسف ومحمد لا ينتقض الاعتكاف إذا لم يكن أكثر من نصف النهار.

أما المالكية فإنهم مع الجمهور فى فساد الاعتكاف لخروج عيادة المريض وصلاة الجنازة، إلا أنهم أوجبوا الخروج لعيادة أحد الأبوين المريضين أو كليهما، وذلك لبرهما فإنه آكد من الاعتكاف المنذور، ويبطل اعتكافه به ويقضيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥ص ٢٢٢، مادة "اعتكاف")

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کے لئے نکلا ہو تو (راستے میں آتے جاتے ہوئے یا قضائے حاجت کے وقت) بیڑی، سگریٹ پینے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ اس غرض سے ٹھہرے نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... پیشاب پاخانے کے لئے جاتے آتے ہوئے تیز چلنا ضروری نہیں بلکہ حسبِ معمول اور حسبِ عادت عام رفتار کے ساتھ چلنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... مسجد کی حدود کے اندر کسی برتن وغیرہ میں قضائے حاجت کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی مریض جس کو چلنا پھرنا مشکل ہو، اور وہ یہ چاہے کہ وہ مسجد میں مسنون اعتکاف کرے، اور وہیں کسی برتن یا پوٹ وغیرہ میں قضائے حاجت کرلیا کرے، ایسا کرنا درست نہیں ہے؛ ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے دوسری عبادات کرکے اجروثواب حاصل کرے۔ [3]

---

[1] عن عروة، عن عائشة، قالت :إن كنت لآتى البيت وفيه المريض فما أسأل إلا وأنا قائمة، وإن كان النبى صلى الله عليه وسلم يدخل على رأسه فأرجله، وكان لا يأتى البيت إلا لحاجة الإنسان إذا أراد الوضوء وهو معتكف (السنن الكبرى،للنسائى ،رقم الحديث ٣٣٥٦)

عن عروة بن الزبير، وعمرة، أن عائشة، كانت إذا اعتكفت فى المسجد، فدخلت بيتها لحاجة، لم تسأل عن المريض إلا وهى مارة (صحيح ابن خزيمة،رقم الحديث ٢٢٣٠، باب إباحة دخول المعتكف البيت لحاجة الإنسان الغائط، والبول)

وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض، أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز بخلاف ما إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغة أنه ينتقض(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج٢،ص٣٢٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] وإن كان خرج لحاجة الإنسان له أن يمشى على التؤدة كذا فى النهاية، وهكذا فى العناية (الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ٢١٢، كتاب الصوم، الباب السابع)

وقوله (لأن فى القليل ضرورة) بيانه أن المعتكف إذا خرج لحاجة الإنسان لا يؤمر بأن يسرع فى المشى .وله أن يمشى على التؤدة فكان القليل عفوا والكثير ليس بعفو (العناية شرح الهداية، ج٢، ص٣٩٦، و٣٩٧، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[3] فصل :إذا أراد أن يبول فى المسجد فى طست، لم يبح له ذلك؛ لأن المساجد لم تبن لهذا، وهو مما يقبح ويفحش ويستخفى به، فوجب صيانة المسجد عنه، كما لو أراد أن يبول فى أرضه ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معتکف کے وضو ٹوٹنے اور وضو کرنے کے احکام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِلَّا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوءَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦١٠٢) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، آپ اپنے سر کو میری طرف کردیا کرتے تھے، اور آپ مسجد میں ہوتے تھے، میں آپ کے سر میں کنگھی وغیرہ کردیا کرتی تھی، اور آپ صرف ضرورت کے وقت میں ہی گھر میں داخل ہوتے تھے، جب وضو کا ارادہ کرتے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ (بخاری) [2]

ترجمہ: بعض امہات المؤمنین نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا (بخاری)

استحاضہ دراصل بیماری کی وجہ سے عورت کو آنے والا خون ہے، جس پر حیض کے احکام جاری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يغسله، وإن أراد الفصد أو الحجامة فيه، فكذلك .ذكره القاضي؛ لأنه إراقة نجاسة في المسجد، فأشبه البول فيه .وإن دعت إليه حاجة كبيرة، خرج من المسجد ففعله، وإن استغنى عنه لم يكن له الخروج إليه، كالمرض الذي يمكن احتماله،وقال ابن عقيل :يحتمل أن يجوز الفصد في المسجد في طست، بدليل أن المستحاضة يجوز لها الاعتكاف، ويكون تحتها شيء يقع فيه الدم، قالت عائشة :اعتكفت مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، وربما وضعت الطست تحتها وهي تصلي .رواه البخاري والفرق بينهما أن المستحاضة لا يمكنها التحرز من ذلك، إلا بترك الاعتكاف بخلاف الفصد(المغني لابن قدامة،ج٣،ص ٢٠٤،كتاب الاعتكاف،فصل إذا أراد المعتكف أن يبول في المسجد في طست)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٣١١،كتاب الحيض،باب اعتكاف المستحاضة.

نہیں ہوتے، بلکہ اس پر نکسیر اور کسی زخم وغیرہ سے جاری ہونے والے خون کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں نکسیر پھوٹنے یا بے وضو ہونے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر کسی کے زخم سے خون جاری ہو، یا پیشاب یا مذی یا ودی کا قطرہ خارج ہو، اس سے بھی اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

البتہ مسجد کو ملوث ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ [1]

حضرت ربیع بن صبیح سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ عَطَاءً وَأَنَا مَعَهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، بِتُّ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَقَضَيْتُ حَاجَتِيْ مِنَ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَنِمْتُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أَمَسَّ مَاءً، قَالَ: لَا بَأْسَ (أخبار مكة للفاكهى) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت عطاء سے سوال کیا، اور میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا، اُس نے کہا کہ اے ابومحمد! میں نے رات مسجدِ حرام میں گزاری، پھر میں نکلا، پھر میں نے بول وبراز کی حاجت پوری کی، پھر میں واپس آیا، پس میں بغیر پانی کو چھوئے (یعنی وضو کیے بغیر) سوگیا، حضرت عطاء نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں (اخبار مکہ)

---

[1] عن عائشة رضى الله عنها، قالت :اعتكفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة، والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها وهى تصلى(بخارى، رقم الحديث ٢٠٣٧)

ومما يستنبط منه جواز اعتكاف المستحاضة، وجواز صلاتها لأن حالها حال الطاهرات، وأنها تضع الطست لئلا يصيب ثوبها أو المسجد وأن دم الاستحاضة رقيق ليس كدم الحيض، ويلحق بالمستحاضة ما فى معناها كمن به سلس البول والمذى والودى، ومن به جرح يسيل فى جواز الاعتكاف(عمدة القارى، ج٣ص ٢٨٠، كتاب الحيض، باب اعتكاف المستحاضة)

[2] رقم الحديث ١٢٩٤، ج٢ص ١٣١، الناشر: دار خضر، بيروت.

حضرت حمید اعرجی مکی سے روایت ہے کہ:

سَـمِـعْـتُ عَـطَـاءً وَسَـأَلَـهُ رَجُـلٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَدْ سَمَّاهُ: أَكُـوْنُ فِي الْـمَسْـجِـدِ الْحَرَامِ فَأَجِدُ الرِّيْحَ فِيْ بَطْنِيْ، قَالَ : لَا بَـأْسَ أَنْ تُرْسِلَهَا

(اخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ۱۲۹۱، ج۲ص ۱۳۰،الناشر:دار خضر،بيروت)

ترجمہ: میں نے حضرت عطاء سے سنا جب اُن سے مکہ کے ایک آدمی نے سوال کیا جس کا انہوں نے نام بتایا کہ میں مسجدِ حرام میں ہوتا ہوں، پھر مجھے اپنے پیٹ میں ریح محسوس ہوتی ہے، تو حضرت عطاء نے فرمایا کہ اس کو (مسجد میں) خارج کرنے میں کوئی حرج نہیں (اخبار مکہ)

حضرت ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ:

سَـمِـعْـتُ الْـحَسَنَ الْبُصْرِيَّ، وَسُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ فَيَجِدُ الرِّيْحَ، قَالَ:لَا بَأْسَ أَنْ يُّرْسِلَهَا (اخبار مكة للفاكهي)[1]

ترجمہ: میں نے حضرت حسن بصری سے سنا، جن سے ایک آدمی نے سوال کیا، جو مسجد میں تھا، اور (پیٹ میں) ریح محسوس کررہا تھا، تو حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس کو (مسجد میں) خارج کرنے میں کوئی حرج نہیں (اخبارِ مکہ)

حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

قُـلْـتُ لِـعَـطَاءٍ، إِحْدَاثُ الرَّجُلِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ، أَوْ فِيْ مَسْجِدِهٖ فِي الْبَيْـتِ، عَـمْـدًا غَيْـرَ رَاقِدٍ، قَالَ:أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ لَّا يَفْعَلَ قَالَهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ

(اخبار مكة للفاكهي، رقم الرواية ۱۲۹۲، ج۲ص ۱۳۰،الناشر:دار خضر،بيروت)

ترجمہ: میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ آدمی کا مکہ کی مسجد میں یا گھر کی مسجد میں بغیر سوئے ہوئے جان بوجھ کر (بغیر اعتکاف کے عذر کے) وضو توڑنا کیسا ہے؟ تو

---

[1] رقم الرواية ۱۲۹۳، ج۲ص ۱۳۰،الناشر:دار خضر،بيروت.

انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ ایسا نہ کرے، یہ بات آپ نے کئی مرتبہ فرمائی (اخبارِ مکہ)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں وضوٹوٹ جانے اور ریح خارج کردینے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام نے فرمایا کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فِي الْمَسْجِدِ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں وضو کیا (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن ابراہیم سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ (مسلم) [2]

ترجمہ: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد میں وضو کرتے ہوئے پایا (مسلم)

حضرت عطیہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ تَوَضَّأَ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ مَا بَالَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو استنجے سے فراغت کے بعد مسجد میں وضو کرتے ہوئے دیکھا (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مسجد میں وضو کی اجازت مروی ہے۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ٢٣٠٨٩؛ مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٣٩٥، فی الوضوء فی المسجد.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير صحابيه (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٣٥٢، كتاب الحيض، باب الوضوء مما مست النار.

[3] رقم الحديث ٣٨٩، كتاب الطهارة، فی الوضوء فی المسجد.

[4] عن عبيد الله بن أبی يزيد ، عن ابن عباس ، قال :لا أحلها لمغتسل يغتسل فی المسجد ، وهی لشارب ومتوضیء حل وبل (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٣٨٧، فی الوضوء فی المسجد)

وقوله حل وبل مشدد اللام البل المباح بلغة حمير بكسر الباء وقيل هو أتباع وقيل لا يأتی الإتباع بواو العطف وَقيل بل شفاء من قولهم بل من مرضه كما قال فيها شفاء سقم (مشارق الأنوار علی صحاح الآثار، ج ١، ص ٨٩، مادة ب ل ل)

اس کے علاوہ کئی جلیل القدر تابعین مثلاً حضرت عطاء، حضرت طاووس، حضرت ابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی مسجد میں وضو کی اجازت مروی ہے۔ [1]

البتہ ابنِ سیرین سے مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنے کا مکروہ ہونا مروی ہے۔ [2]

---

[1] عن حجاج ، قال :سألت عطاء ؟ فقال :إنا لنتوضأ فی أعظمها حرمة ؛ مسجد الحرام (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۱، فی الوضوء فی المسجد)

عن الأوزاعی ، عن عطاء ، قال :لا بـأس بـالوضوء فی المسح ما لم یغسل الرجل فرجه (ایضاً، رقم الحدیث ۳۹۳)

عبـد الرزاق عن بن جریج قال قال إنسان لعطاء یخرج إنسان فیبول ثم یأتی زمزم فیتوضا قال لا بأس بـذلک وأن یتـخلی فلیدخل إن شاء فلیتوضا فی زمزم الدین سمح سهل قال له إنسان إنی أری ناسا یتـوضـؤون فی المسجد قال اجلس لیس بذلک بأسا قلت فتتوضأ أنت فیه قال نعم قلت تمضمض وتستـنشق قال نعم وأسبغ وضوئی فی مسجد مکة (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۶۳۷، باب الوضوء فی المسجد)

عن ابن أبی رواد ، قال :رأیـت عـطاء وطاووسا یتوضآن فی المسجد الحرام(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۴، فی الوضوء فی المسجد)

عبد الرزاق، عن الثوری، عن ابن جریج قال :رأیـت أبا بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، یتوضأ فی مسـجـد مکة، وکان طاوس یتوضأ فی المسجد الحرام (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۶۳۸، باب الوضوء فی المسجد)

عبـد الـرزاق عن بن أبی رواد قال رأیت طاووسا یتوضأ فی المسجد قال أبوبکر ورأیت أنا بن جریج یتـوضـأ فـی الـمسـجـد الـحـرام وهـو قـاعد علی طنفسة له تمضمض واستنثر (ایضاً، رقم الحدیث ۱۶۴۳)

عبـد الـرزاق عـن معمر قال أخبرنی بن طاووس أن أباه کان یتوضأ فی المسجد(ایضاً، رقم الحدیث ۱۶۴۴)

عبد الرزاق عن الثوری فی الوضوء فی المسجد قال إذالم یکن بولا فلا بأس به (ایضاً، رقم الحدیث ۱۶۴۰)

عـن حماد ، قال :سـألـت إبـراهیـم فـلـم یـر به بأسا(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰، فی الوضوء فی المسجد)

عـن صـالح بن مسلم اللیثی ، قال :رأیـت ابـن جبیـر بن مطعم فی المسجد فحص عن الحصی ، ثم توضأ وضوء ہ کله فی المسجد(ایضاً، رقم الحدیث ۳۸۸)

حدثنا معتمر بن سلیمان ، عن أبیه ، قال :کان أبو مجلز عامة ما یحدثنا عن القرآن ، فربما حضرت الصلاة فتوضأ فی المسجد ، قیل له :وضوء یتجوز فیه ؟ قال :نعم (ایضاً، رقم الحدیث ۳۹۲)

[2] عن حسین المعلم ، عن ابن سیرین ، أنه کره أن یقعد فی المسجد یتوضأ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۶، فی الوضوء فی المسجد)

اس قسم کی احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کا استعمال شدہ پانی ناپاک نہیں ہے، اگر وہ ناپاک ہوتا تو مسجد میں وضو کرنے کی اجازت نہ ہوتی، جیسا کہ مسجد میں قضائے حاجت کی اجازت نہیں ہے۔ [1]

---

[1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ماءِ مستعمَل کے بارے میں تین قسم کی روایات منسوب ہیں، ایک نجسِ غلیظ ہونے کی، دوسری نجسِ خفیف ہونے کی، تیسری طاہر غیر مطہّر ہونے کی۔

محققین مشائخ نے تیسری روایت کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے اسی پر فتوے کا حکم بیان فرمایا ہے، بغیر اس تفصیل کے کہ وہ مستعمَل پانی وضو کا ہو، یا جنبی کے غسل کا۔

وقد صحح المشايخ رواية محمد حتى قال في المجتبى وقد صحت الروايات عن الكل أنه طاهر غير طهور إلا الحسن وقال فخر الإسلام في شرح الجامع الصغير هو المختار عندنا، وهو المذكور في عامة كتب محمد عن أصحابنا فاختاره المحققون من مشايخ ما وراء النهر وفي المحيط أنه المشهور عن أبي حنيفة وفي كثير من الكتب وعليها الفتوى من غير تفصيل بين المحدث والجنب المذكور في فتاوى الولوالجي والتجنيس في مواضع أن الفتوى على رواية محمد لعموم البلوى إلا في الجنب وقد ذكر النووي أن الصحيح من مذهب الشافعي أنه طاهر غير طهور وبه قال أحمد، وهو رواية عن مالك ولم يذكر ابن المنذر عنه غيرها، وهو قول جمهور السلف والخلف اهـ . وجه رواية النجاسة قوله -صلى الله عليه وسلم -لا يبولن أحدكم في الماء الدائم ولا يغتسلن فيه من الجنابة كذا في الهداية وكثير من الكتب (البحر الرائق، ج ا ، ص ٩٩، احكام المياه، صفة الماء المستعمل)

ثم الماء المستعمل طاهر غير طهور عند محمد، وهو روايته عن أبي حنيفة، وهو اختيار أكثر المشايخ ;لأن الصحابة -رضي الله عنهم -كانوا يتبادرون إلى وضوء رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فيمسحون به وجوههم ولم يمنعهم، ولو كان نجسا لمنعهم كما منع الحجام من شرب دمه .وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه نجس نجاسة مغلظة لأنه أزال النجاسة الحكمية فصار كما إذا أزال الحقيقية، بل أولى لأن النجاسة الحكمية أغلظ حتى لا يعفى عن القليل منها، وعند أبي يوسف وهي روايته عن أبي حنيفة إن نجاسته خفيفة لمكان الاختلاف.

وقال زفر :إن كان المستعمل محدثا فهو كما قال محمد، وإن كان طاهرا فهو طهور ;لأنه لم يزل النجاسة فلم يتغير وصفه(الاختيار لتعليل المختار، ج ا ،ص ١٦ ، كتاب الطهارة)

والمختار أنه طاهر كما هو اختيار أكثر المشايخ .وظاهر الرواية عن الإمام وعليه الفتوى وإطلاق قول أبي حنيفة -رحمه الله -على أن الماء المستعمل نجس ليس بسديد؛ لأن رواية كونه نجسا عنه رواية شاذة كما بين آنفا تدبر(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ا ،ص ٣١، كتاب الطهارة)

وقال مشايخ العراق :إنه طاهر عند أصحابنا .واختار المحققون من مشايخ ما وراء النهر طهارته،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے مسجد میں فی نفسہ وضو جائز ہے، لیکن استعمال شدہ پانی سے طبیعتِ سلیمہ کراہت کرتی ہے، اس بناء پر عام حالات میں حکم یہ ہے کہ مسجد کی حدود (یعنی نماز کے لئے مختص جگہ) میں وضوکرنے سے پرہیز کیا جائے، اور اگر کوئی وضو کرے، تو مسجد میں ناک کی ریزش وغیرہ ڈال کر اس کو ملوث نہ کرے، اور نہ ہی اس کی وجہ سے مسجد کی صفیں اور دریاں وغیرہ متأثر ہوں، اور نہ ہی نماز کی جگہ کے بھیگ جانے کی وجہ سے نمازیوں کو ایذاء پہنچے۔

اور اسی وجہ سے اگر مسجد کی حدود میں کوئی جگہ وضو کے لئے مختص کردی جائے، تو اس میں فقہاء نے وضو کی اجازت دی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعليه الفتوى، وهذا لأن المعلوم من جهة الشارع أن الآلة التى تسقط الفرض وتقام بها القربة تتدنس، وأما الحكم بنجاسة العين شرعا فلا، وذلك لأن أصله مال الزكاة تدنس بإسقاط الفرض حتى جعل من الأوساخ فى لفظه -صلى الله عليه وسلم -فحرم على من شرف بقرابته الناصرة له ولم تصل مع هذا إلى النجاسة حتى لو صلى حامل دراهم الزكاة صحت، فكذا يجب فى الماء أن يتغير على وجه لا يصل إلى التنجيس، وهو يسلب الطهورية إلا أن يقوم فيه دليل يخصه غير هذا القياس(فتح القدير، ج ا ،ص ۸۵،كتاب الطهارات)

(قوله :وهو طاهر إلخ)رواه محمد عن الإمام وهذه الرواية هى المشهورة عنه، واختارها المحققون، قالوا عليها الفتوى، لا فرق فى ذلك بين الجنب والمحدث .واستثنى الجنب فى التجنيس إلا أن الإطلاق أولى وعنه التخفيف والتغليظ، ومشايخ العراق نفوا الخلاف وقالوا إنه طاهر عند الكل . وقد قال المجتبى :صحت الرواية عن الكل أنه طاهر غير طهور، فالاشتغال بتوجيه التغليظ والتخفيف مما لا جدوى له نهر، وقد أطال فى البحر فى توجيه هذه الروايات، ورجح القول بالنجاسة من جهة الدليل لقوته.

(قوله :وهو الظاهر) كذا فى الذخيرة أى ظاهر الرواية، وممن صرح بأن رواية الطهارة ظاهر الرواية وعليها الفتوى فى الكافى والمصفى كما فى شرح الشيخ إسماعيل(رد المحتار على الدر المختار، ج ا ،ص ۲۰۱ ،باب المياه)

[1] قوله (يتوضأ على المسجد) دليل على جواز الوضوء فى المسجد وقد نقل بن المنذر اجماع العلماء على جوازه مالم يؤذ به احدا (شرح النووى على مسلم، ج۴، ص۴۴، باب الوضوء مما مست النار)

الثامن فيه جواز الوضوء على ظهر المسجد وهو من باب الوضوء فى المسجد وقد كرهه قوم وأجازه آخرون ومن كرهه كرهه لأجل التنزيه كما ينزه عن البصاق والنخامة وحرمة أعلى المسجد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر مسجد میں اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں کسی برتن میں گرتا رہے، اور پھر وہ پانی مسجد سے باہر اُنڈیل دیا جائے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ [1]

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... معتکف کا مسجد میں بغیر وضو کے ٹھہرنا، اور رہنا سہنا جائز ہے، اور گناہ نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 2...... معتکف کو مسجد میں ریح خارج کرنا جائز ہے، اس لئے معتکف کو ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

اور بعض حضرات نے معتکف کو ریح خارج کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت دی ہے، لیکن مسنون اعتکاف میں ریح خارج کرنے کے لئے معتکف کو باہر جانا خلافِ احتیاط معلوم ہوا، البتہ نفلی اعتکاف ہو تو اس کے لئے مسجد سے باہر جانے میں کوئی خلافِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كحرمة داخله وممن أجازه فى المسجد ابن عباس وابن عمر وعطاء والنخعي وطاوس وهو قول ابن القاسم وأكثر العلماء وكرهه ابن سيرين وهو قول مالك وسحنون وقال ابن المنذر أباح كل من يحفظ عنه العلم الوضوء فيه إلا ان يبله ويتأذى به الناس فإنه يكره وصرح جماعة من الشافعية بجوازه فيه وأن الأولى أن يكون فى إناء قال البغوى ويجوز نضحه بالماء المطلق ولا يجوز بالمستعمل لأن النفس تعافه وقال أصحابنا الحنفية يكره الوضوء فى المسجد إلا أن يكون فى موضع منه قد أعد له (عمدة القارى، ج٢ ص٢٥٠، كتاب الوضوء ،باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن)

[1] حدثنا يزيد بن هارون ، قال :أخبرنا حماد بن زيد ، عن هشام بن حسان ، عن محمد ، قال : كان أبو بكر ، وعمر ، وعثمان ، فيما يعلم أبو خالد ، يتوضؤون لكل صلاة ، فإذا كانوا فى المسجد دعوا بالطست (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٣٠٥، من كان يتوضأ إذا صلى)

حدثنا محمد ، قال :أخبرنا أبو عبيد حدثنا ابن أبى عدى ، عن ابن عون ، عن ابن سيرين ، قال : كانت الخلفاء يتوضئون لكل صلاة فى الطست فى المسجد ثم شك ابن أبى عدى فى الطست والمسجد وقال :هكذا وجدته فى كتابى (الطهور للقاسم بن سلام، رقم الحديث ٤٠، باب الوضوء فى الآنية التى من جواهر الأرض)

حدثنا محمد ، قال :أخبرنا أبو عبيد قال ابن أبى عدى :عن ابن عون ، عن ابن سيرين ، قال : كانت الخلفاء يتوضئون فى الطست فى المسجد قال ابن أبى عدى :هكذا رأيته فى كتابى (الطهور للقاسم بن سلام، رقم الحديث ١١٤، باب الوضوء فى الآنية التى من جواهر الأرض)

[2] أن بعض أمهات المؤمنين اعتكفت وهى مستحاضة (بخارى ،رقم الحديث ٣١١، كتاب الحيض، باب اعتكاف المستحاضة، عن عائشة)

احتیاط بات نہیں پائی جاتی۔ ؎۱

؎۱ معتکف کو مسجد میں اخراجِ ریح کے جواز وعدمِ جواز میں مشائخ کا اختلاف ہے۔
لیکن معتکف کو مسنون یا واجب اعتکاف میں اخراجِ ریح کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کے جواز یا ثبوت اور اس کے برعکس مسجد میں اخراجِ ریح کی ممانعت کی کوئی اصل نہیں مل سکی، البتہ حدیث میں مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے والے کو جب تک وہ وضو نہ توڑے، فرشتوں کی دعا اور نماز کے ثواب کا مستحق قرار دیا گیا ہے؛ جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے یہ موقف اختیار کیا کہ مسجد میں اخراجِ ریح جائز نہیں، لہٰذا اعتکاف کے دوران اخراجِ ریح کے لئے مسجد سے خروج جائز ہوا۔
لیکن اولاً تو جن احادیث میں اس کا ذکر کیا گیا ہے، وہ احادیث واجب یا مسنون اعتکاف سے متعلق نہیں، اور زیادہ قرائن نفلی اعتکاف کے ہیں؛ دوسرے بعض حضرات نے فرمایا کہ احادیث میں صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ اخراجِ ریح کے بعد وضو کرنے تک وہ فرشتوں کی مخصوص دعا کا یا نماز کے ثواب کا مستحق نہیں رہتا، لیکن مسجد میں اخراجِ ریح کو گناہ قرار نہیں دیا گیا، اور نہ ہی اس سے منع کیا گیا ہے، خصوصاً جبکہ ریح کا اخراج اکثر وبیشتر اختیار میں بھی نہیں ہوتا، اور اختیار میں ہو بھی، تو اس کا روکنا صحت کے لئے نقصان سے خالی نہیں ہوتا، اور اخراجِ ریح کو مسجد سے خروج پر مکلّف کرنے کی صورت میں عین ممکن ہے کہ اس وقت تک اس کا تقاضا ختم ہو جائے، اور وہ صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔
ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، جیسا کہ پہلے "نفل اعتکاف کے فضائل" میں احادیث کے ذیل میں گزرا۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت عطاء اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ جیسے جلیل القدر تابعین سے بھی مسجد میں اخراجِ ریح میں حرج نہ ہونے اور اس کی اجازت مروی ہے۔
جہاں تک بعض حضرات کا ریح کو کچے پیاز اور لہسن پر قیاس کرنے کا تعلق ہے تو یہ قیاس راجح معلوم نہیں ہوسکا، کیونکہ اولاً تو خروجِ ریح بدبو کو مستلزم نہیں، برخلاف کچے پیاز ولہسن کے؛ دوسرے کچے پیاز ولہسن کا کھانا حاجتِ انسانی میں داخل نہیں، اور کھانے پینے کی ضرورت دوسری چیزوں سے بلکہ پکے ہوئے پیاز اور لہسن سے بھی پوری ہوسکتی ہے، اور اس کا کھانا اختیار میں بھی ہے، برخلاف خروجِ ریح کے، اور خروجِ ریح کو قضائے حاجت پر قیاس کرنا بھی درست معلوم نہ ہوسکا، کیونکہ قضائے حاجت میں خروجِ نجاست ہوتا ہے، جبکہ خروجِ ریح میں ایسا نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ قضائے حاجت کے بعد تو استنجاء مشروع ہے، اور خروجِ ریح کے بعد استنجاء مشروع نہیں، لہٰذا جن مشائخ کے نزدیک معتکف کو مسجد میں اخراجِ ریح جائز ہے، اُن کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

ويؤخذ منه أن الحدث الأصغر، وإن منع دعاء الملائكة، لا يمنع جواز الجلوس فى المسجد (مرقاة المفاتيح، ج۲ ص ۵۹۵، باب المساجد ومواضع الصلاة)
وفى الخزانة :وإذا فسا فى المسجد لم ير بعضهم به بأسا .وقال بعضهم :إذا احتاج إليه يخرج منه، وهو الأصح .اهـ(ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۷۲، كتاب الطهارة، سنن الغسل)
وكذا لا يخرج فيه الريح من الدبر كما فى الأشباه.واختلف فيه السلف؛ فقيل لا بأس، وقيل يخرج إذا احتاج إليه، وهو الأصح حموى عن شرح الجامع الصغير للتمرتاشى (ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۵۶، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)
واختلف المشايخ فى كراهية إخراج الريح فى المسجد (البحرالرائق، ج۲، ص۳۷، كتاب الصلاة،باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

مسئلہ نمبر 3...... اگر مسجد کی حدود میں کوئی باقاعدہ وضو کی جگہ بنی ہوئی ہے، جس کو وضو کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور نماز کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، تو معتکف کو ایسی جگہ وضو کرنے اور سر اور ہاتھ وغیرہ دھونے اور کلی وغیرہ کرنے کے لئے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا، اور ایسی صورت میں وضو کے لئے مسجد سے باہر جانا ضرورت میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ وضو کی ضرورت وہیں پوری کرنی چاہئے، اِلّا یہ کہ کسی وجہ سے وہاں ضرورت پوری کرنا ممکن نہ ہو۔ [1]

البتہ بعض فقہاء نے فرمایا کہ اگر قضائے حاجت کے لئے باہر نکلا ہو تو قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر وضو کرنا جائز ہے، لیکن اگر پہلے سے مسجد میں موجود ہو تو مسجد کے اندرونی وضوخانہ میں ہی وضو کرنا چاہئے۔ [2]

مسئلہ نمبر 4...... اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف کو بآسانی اس طرح وضو کرنا ممکن ہو کہ خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے (جیسا کہ بعض مساجد میں اس طرح ٹونٹیاں لگی ہوتی ہیں کہ بیٹھنے کی جگہ مسجد کے اندر ہوتی ہے اور پانی مسجد سے باہر گرتا ہے) تو ایسی صورت میں مسجد کی حدود میں بیٹھ کر وضو وغیرہ کرنے میں کوئی حرج

---

[1] وفی الخلاصة وغیرها ویکره الوضوء والمضمضة فی المسجد إلا أن یکون موضع فیه اتخذ للوضوء ولا یصلی فیه(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲، ص۳۷، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

وله الغسل والوضوء والاغتسال فی المسجد إذا لم یلوث المسجد عند الحنفیة والحنابلة. وعند الشافعیة إن أمکنه الوضوء فی المسجد لا یجوز له الخروج فی الأصح، والثانی یجوز(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۵ ص ۲۲۰، مادة"اعتکاف")

[2] فرع إذا فرغ من قضاء الحاجة واستنجی فله أن یتوضأ خارج المسجد ذلک یقع تابعا بخلاف ما لو احتاج إلی الوضوء من غیر قضاء حاجة فإنه لا یجوز له الخروج علی الأصح إذا أمکن الوضوء فی المسجد (روضة الطالبین وعمدة المفتین، للنووی، ج۲، ص۴۰۷)

وإذا خرج لقضاء الحاجة فله أن یتوضأ خارج المسجد لأن ذلک یقع تبعا بخلاف ما لو احتاج إلی الوضوء من غیر قضاء الحاجة فإنه لا یجوز الخروج علی الأصح إذا أمکن الوضوء فی المسجد(کفایة الأخیار فی حل غایة الإختصار، لتقی الدین الشافعی، ج ۱ ص ۲۰۹، کتاب الصیام، باب الاعتکاف)

نہیں، خواہ ضرورت کی وجہ سے کرے، یا بلاضرورت کرے، اور ایسی صورت میں جب تک کوئی عذر نہ ہوتو معتکف کو مستقل وضو کے لئے مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر 5...... اگر کوئی معتکف مسجد میں اس طرح سے وضو یا کلی وغیرہ کرے یا سَر دھوئے، کہ استعمال شدہ پانی کسی برتن میں گرے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... اگر مسجد میں وضو کے لئے کوئی با قاعدہ جگہ نہیں ہے، اور کوئی مسجد کے فرش پر بیٹھ کر وضو کرے، اور تھوک اور ناک کی ریزش وغیرہ فرش پر نہ ڈالے، اور نہ ہی اس کی وجہ سے مسجد کی صفیں اور دریاں وغیرہ متأثر ہوں، اور نہ ہی نماز کی جگہ کے بھیگ جانے کی وجہ سے نمازیوں کو ایذاء پہنچے، تو قواعد کی رو سے اس کی بھی گنجائش ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ کسی ضرورت اور مجبوری کے بغیر ایسا نہ کیا جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر 7...... معتکف کا اگر وضو نہ ہو، اور اس کو نماز کے لئے (خواہ فرض نماز ادا ہو، یا قضاء اور سنت نماز ہو یا نفل) اور سجدۂ تلاوت کی ادائیگی کے لئے اور قرآن مجید کو چھونے اور تلاوت کرنے کے لئے وضو کی غرض سے مسجد سے باہر جانا پڑے، تو بلاشبہ جائز ہے (کیونکہ ان چیزوں کے لئے وضو کی ضرورت ہے) اور اگر بے وضو ہو تو کسی عبادت کو مقصود بنائے بغیر صرف وضو کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانے کی بھی بعض حضرات کے نزدیک گنجائش ہے (کیونکہ احادیث میں باوضو اعتکاف کی زیادہ فضیلت آئی ہے) تاہم کسی عبادت کی نیت کر لینا بہتر ہے، خواہ وہ عبادت بعد میں ہی کیوں نہ کرنی ہو، مثلاً نماز پڑھنے کے لئے، جبکہ نماز کا وقت ابھی دور ہو، تب بھی اس کی نیت سے وضو کر لیا جائے، احادیث میں باوضو بیٹھ کر

---

[1] وإن توضأ فی إناء فی المسجد جاز عندهم (البحرالرائق، ج ۱، ص ۱۰۲، احکام المیاہ، صفة الماء المستعمل)

[2] قوله: وتكره المضمضة والوضوء فيه أقول فی شرح الجامع الصغير للتمرتاشی :واختلف فی الوضوء فی المسجد كرهه الإمام وأبو يوسف -رحمه الله تعالى إلا أن يكون فيه موضع معد لذلك ولم يكرهه محمد، وعن محمد : لو توضأ المعتكف إن لم يكن فی وضوئه إزالة قذر فلا بأس به وكذا لو غسل رأسه فی إناء (غمز عيون البصائر فی شرح الأشباه والنظائر، ج ۴، ص ۵۵، الفن الثانی)
وقول محمد راجح ومطابق للأحاديث والأثار، كمامرّ.

نماز کا انتظار کرنے کی عظیم فضیلت آئی ہے۔ [1]

البتہ اگر پہلے سے باوضو ہو، تو پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں، اس لئے اس صورت میں وضو کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہئے، اِلَّا یہ کہ کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے، جس کے بعد وضو کی ضرورت پیش آ جائے۔ [2]

اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے، جبکہ وضو کرنے کے لئے مسجد سے باہر جائے۔

اور اگر مسجد کی حدود میں مسجد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے وضو کرے، تو پہلے سے وضو ہونے کی صورت میں بھی دوبارہ وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صلاة الرجل فی جماعة تزيد على صلاته فی بيته، وصلاته فی سوقه، بضعا وعشرين درجة، وذلک أن أحدهم إذا توضأ فأحسن الوضوء ، ثم أتى المسجد لا ينهزه إلا الصلاة، لا يريد إلا الصلاة، فلم يخط خطوة إلا رفع له بها درجة، وحط عنه بها خطيئة، حتى يدخل المسجد، فإذا دخل المسجد كان فی الصلاة ما كانت الصلاة هی تحبسه، والملائكة يصلون على أحدكم ما دام فی مجلسه الذی صلى فيه، يقولون : اللهم ارحمه، اللهم اغفر له، اللهم تب عليه، ما لم يؤذ فيه، ما لم يحدث فيه "(مسلم،رقم الحديث ۶۴۹"۲۷۲، باب فضل صلاة الجماعة وانتظار الصلاة، واللفظ لهٗ؛ بخاری، رقم الحديث ۲۱۱۹، باب ما ذكر فی الأسواق)

[2] اور اگر کسی کو احتلام ہو جائے اور فی الحال غسل کرنا ناممکن یا مشکل ہو، تو بعض فقہاء کے نزدیک غسل کرنے تک مسجد میں وضو کر کے ٹھہرنے کی ضرورت کے لئے بھی وضو کرنے کے لئے نکلنے کی اجازت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وعن ابن سيرين، قال :كان أبو بكروعمر، والخلفاء يتوضئون فی المسجد . وروی ذلک عن ابن عمر، وابن عباس، وعطاء ، وطاوس، وابن جريج .والأخرى، يكره؛ لأنه لا يسلم من أن يبصق فی المسجد أو يتمخط، والبصاق فی المسجد خطيئة، ويبل من المسجد مكانا يمنع المصلين من الصلاة فيه .وإن خرج عن المسجد للوضوء ، وكان تجديدا، بطل لأنه خروج لما له منه بد، وإن كان وضوءا من حدث، لم يبطل؛ لأن الحاجة داعية إليه، سواء كان فی وقت الصلاة أو قبلها؛ لأنه لا بد من الوضوء للمحدث، وإنما يتقدم عن وقت الحاجة إليه لمصلحة، وهو كونه على وضوء ، وربما يحتاج إلى صلاة النافلة به(المغنی لابن قدامة الحنبلی، ج۳،ص۲۰۴،كتاب الاعتكاف، فصل لا بأس أن يأكل المعتكف فی المسجد)

(وله الوضوء) الواجب خارج المسجد (تبعا للاستنجاء) وإن خرج له دون قضاء الحاجة فيما يظهر فشمول كلامه للخروج له فقط من زيادته (ولا يبطل) التتابع (بالخروج للعطش والوضوء) المذكور (إن لم يجد الماء فی المسجد) بخلاف ما إذا وجده وبخلاف الوضوء المندوب كالوضوء المجدد نعم الظاهر أن الوضوء المندوب لغسل الاحتلام ونحوه مغتفر كالتثليث فی الوضوء الواجب(أسنى المطالب فی شرح روض الطالب،لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاری الشافعی، ج۱ص۴۴۲،كتاب الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 8...... جن صورتوں میں معتکف کے لئے وضو کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے، ان میں وضو کے ساتھ مسواک، منجن، صابن اور تولیہ کا استعمال جائز ہے، لیکن فراغت کے بعد پھر ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... مسجد سے باہر وضو کرنے کی جو جگہ قریب تر ہو، وہاں جا کر وضو کرنا چاہئے، البتہ اگر قریب والی جگہ میں کوئی دشواری ہو، تو اُس سے آگے جانے میں بھی حرج نہیں۔

اگر کسی جگہ مسجد میں یا مسجد کے قریب وضو خانہ نہیں ہے، یا وہاں وضو کرنا ممکن نہیں (مثلاً وہاں پانی موجود نہیں، یا سردی کا موسم ہے، اور پانی ٹھنڈا ہے، جس سے بیماری کا اندیشہ ہے) تو وضو کرنے کے لئے کچھ دُور یا قریبی دوسری مسجد کے وضو خانہ میں یا اپنے گھر جانا بھی جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 10...... اگر کسی معتکف کو بار بار وضو ٹوٹنے کی وجہ سے، وضو کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا پڑے، تو اس سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ [3]

---

[1] (ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر ولا يتوضأ في المسجد أو عرصته خلافا لمحمد ولا بأس بأن يدخل بيته للوضوء ولا يمكث بعد الفراغ (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۵۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط في الاعتكاف الواجب)

ويرجع إلى المسجد كلما فرغ من الوضوء ، ولو مكث في بيته فسد اعتكافه، وإن كان ساعة عند أبي حنيفة؛ لأن بيته ليس بمحل لابتداء الاعتكاف، فالبقاء فيه بعد فراغه من الحاجة يبطل اعتكافه (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۰۶، كتاب الصوم، الفصل الثاني عشر)

[2] (ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر ولا يتوضأ في المسجد أو عرصته خلافا لمحمد ولا بأس بأن يدخل بيته للوضوء ولا يمكث بعد الفراغ (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۵۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط في الاعتكاف الواجب)

[3] ولو كثر خروجه للحاجة لعارض يقتضيه، فوجهان حكاهما إمام الحرمين .أصحهما وهو مقتضى إطلاق كلام المعظم :أنه لا يضر، نظرا إلى جنسه(روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج ۲ ص ۴۰۶، كتاب الاعتكاف)

(قوله طبيعية) حال أو خبر لكان محذوفة أي سواء كانت طبيعية أو شرعية وفسر ابن الشلبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 11...... اگر وضو والی جگہ میں ہجوم اور رَش ہو، جس کی وجہ سے کچھ انتظار کرنا پڑے، تو اس میں بھی حرج نہیں، اور اس انتظار کے دوران تسبیح وغیرہ پڑھنا اور کسی سے ضرورت کے وقت بات چیت کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... وضو کے لئے مسجد سے باہر جاتے ہوئے راستے میں چلتے چلتے سلام کرنا، یا بات چیت کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 13...... اگر کسی کو بیماری کی وجہ سے وضو کی جگہ تیمّم کرنا جائز ہو تو معتکف ہونے کی حالت میں بھی اس کو تیمّم کرنا اور اس حالت میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الطبيعية بما لا بد منها وما لا يقضى فى المسجد (قوله وغسل) عده من الطبيعية تبعا للاختيار والنهر وغيرهما وهو موافق لما علمته من تفسيرها وعن هذا اعترض بعض الشراح تفسير الكنز لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما فى الاحتياج وعدم الجواز فى المسجد اهـ فافهم (ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فصل فى الخروج لعذر المرض الشديد ومن مرض مرضا لا يؤمن معه تلويث المسجد كإطلاق الجوف وسلس البول خرج كما يخرج لحاجة الإنسان وإن كان مرضا يسيرا يمكن معه المقام فى المسجد من غير مشقة لم يخرج فإن خرج بطل اعتكافه وإن كان مرضا حتى يحتاج فيه إلى الفراش ويشق معه المقام فى المسجد ففيه قولان بناء على القولين فى المريض إذا أفطر فى صوم الشهرين المتتابعين (المهذب، ج۱، ص۱۹۳، كتاب الاعتكاف، فصل فى الخروج لعذر المرض الشديد)

[1] وإن كان خروجه لقضاء الحاجة لم يلزمه استئنافها، وإن طال زمن قضاء الحاجة لأنه لا بد منه، فهو كالمستثنى عند النية(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج۲ص۲۹۴، باب الصوم)

[2] وإن وقف للعيادة وأطال بطل اعتكافه بلا خلاف كما لو خرج للعيادة وإن لم يطل فطريقان (أصحهما) لا يبطل اعتكافه وجها واحدا وبه قطع البغوى والأكثرون وادعى إمام الحرمين اتفاق الأصحاب عليه ووجهه أنه قدر يسير ولم يخرج بسببه (والطريق الثانى) فيه وجهان(أحدهما)هذا(والثانى)يبطل وبهذا الطريق قطع المتولى ووجه البطلان أنه غير محتاج إليه قال المتولى والرجوع فى القلة والكثرة فى هذا إلى العرف حتى إن كان المريض فى داره التى يقصد لقضاء الحاجة وطريقه فى صحنها والمريض فى بيت أو حجرة منها فهو قريب وإن كان فى درب آخر فهو طويل ولو ازور عن الطريق لعيادة المريض فإن كان كثيرا بطل اعتكافه بلا خلاف وإن كان قليلا فوجهان حكاهما المتولى وغيره (أصحهما) يبطل وبه قطع البغوى وهو مقتضى كلام الجمهور قال البغوى ولو وقف للاستئذان على المريض بطل اعتكافه (المجموع شرح المهذب، ج٦ص۵۱۱،۵۱۲، كتاب الاعتكاف)

بحالتِ اعتکاف مباشرت، انزال، بوس وکنار وغیرہ کے احکام

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (سورة البقرة، آيت ۱۸۷)

ترجمہ: اورتم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو، اور یہ اللہ کی حدود ہیں، پس تم ان کے قریب نہ جاؤ (سورہ بقرہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت اور جماع وغیرہ جائز نہیں ہے، اور پھر آگے جو یہ فرمایا کہ یہ اللہ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب نہ جاؤ، اس سے اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جو چیزیں مباشرت اور جماع کے قریب لے جانے والی ہیں، مثلاً بوس وکنار کرنا، اور شہوت سے چھیڑ چھاڑ کرنا، ان سے بھی اعتکاف کی حالت میں بچنا چاہیے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَنْ لَّا يَعُوْدَ مَرِيْضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا (سنن أبي داود) [2]

ترجمہ: معتکف پر یہ سنت ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے، اور جنازہ میں شریک نہ ہو، اور عورت کو نہ چھوئے، اور نہ اس سے مباشرت کرے (ابوداؤد)

جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: إِذَا جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ ، أَبْطَلَ اعْتِكَافَهُ

---

[1] ولاجل حرمة الاقتراب بالمحرم الحق الائمة دواعى الجماع من اللمس بشهوة ونحوها بالجماع فقالوا بحرمتها فى الصوم والاعتكاف وان انزل باللمس او القبلة فسد الصوم والاعتكاف والله اعلم (التفسير المظهرى، ج ا ص ۲۰۹، تحت آيت ۱۸۷ من سورة البقرة)

[2] رقم الحديث ۲۴۷۳، كتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض.

وَاسْتَأْنَفَ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب معتکف صحبت کر لے، تو وہ اپنے اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے، اور وہ دوبارہ اعتکاف کرے گا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عطاء اور بعض دیگر تابعین سے بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔ [2]

حضرت جابر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَطَاءٍ ، أَنَّهُ كَرِهَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يُقَبِّلَ ، أَوْ يُبَاشِرَ (مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۹۷۸۱، كتاب الصيام، باب فی المعتكف يقبل ويباشر)

ترجمہ: حضرت عطاء نے معتکف کے لئے بوسہ لینے اور مباشرت کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت منصور سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: لاَ يُقَبِّلُ الْمُعْتَكِفُ ، وَلاَ يُبَاشِرُ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۷۸۲، كتاب الصيام، باب فی المعتكف يقبل ويباشر)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ معتکف بوس وکنار اور مباشرت نہیں

---

[1] رقم الحديث ۹۷۷۳، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی المعتكف يجامع ، ما عليه فی ذلک ؟

[2] اور بعض حضرات سے اعتکاف کی حالت میں جماع کرنے کی صورت میں رمضان کے روزے کی طرح کے کفارہ کا حکم مروی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ حکم اسی وقت ہے، جبکہ معتکف رمضان کے روزہ کی حالت میں یہ عمل کرے، کیونکہ اس صورت میں روزہ کی جنایت پائے جانے کی وجہ سے روزہ کا فساد لازم آتا ہے۔

عن أشعث ، عن عطاء ، قال :يقضی اعتكافه(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۷۷۴، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی المعتكف يجامع ، ما عليه فی ذلک ؟)

عن موسى بن أبی معبد ، عن سعيد بن المسيب ، والقاسم ، وسالم ، قالوا :يستقبل (ايضاً، رقم الحديث ۹۷۷۵)

عن هشام ، عن الحسن ؛ فی رجل غشی امرأته وهو معتكف ، أنه بمنزلة الذی غشی فی رمضان ، عليه ما على الذی أصاب فی رمضان(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۷۶)

عن ابن أبی ذئب ، عن الزهری ، قال :من أصاب امرأته وهو معتكف ، فعليه من الكفارة مثل ما على الذی يصيب فی رمضان(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۷۷۸، باب ما قالوا فی المعتكف يجامع ، ما عليه فی ذلک ؟)

کرسکتا (ابنِ ابی شیبہ)

مذکورہ احادیث وآثار کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... اعتکاف کی حالت میں جماع اور صحبت کرنا حرام ہے، خواہ مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر نکل کر، اور اعتکاف کی حالت میں اس عمل کا ارتکاب کرنے سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 2...... اعتکاف کی حالت میں بوس وکنار اور شہوت سے (کسی کو یا اپنی شرمگاہ کو) چھونا بھی جائز نہیں ہے، اور اگر اس کی وجہ سے انزال ہوجائے تو اس سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، اور اگر انزال نہ ہو تو صرف گناہ ہوتا ہے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] (قوله ويحرم على المعتكف الوطء) لقوله تعالى (ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد)فإن قيل كيف يستقيم ذكر الوطء في المساجد وهو حرام في المسجد لغير المعتكف أيضا .قيل لأنه لما قال ولا يخرج من المسجد إلا لحاجة الإنسان فربما يتوهم أنه من حاجة الإنسان فلهذا قال ويحرم على المعتكف الوطء (الجوهرة النيرة، ج ا، ص ۱۴۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو باشر فأنزل فسد اعتكافه؛ لأن المباشرة منصوص عليها في الآية وقد قيل في بعض وجوه التأويل :إن المباشرة الجماع وما دونه ولأن المباشرة مع الإنزال في معنى الجماع فيلحق به وكذا لو جامع فيما دون الفرج فأنزل؛ لما قلنا .فإن لم ينزل لا يفسد اعتكافه؛ لأنه بدون الإنزال لا يكون في معنى الجماع لكنه يكون حراما (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۶، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

[2] ولو جامع فيما دون الفرج أو قبل وأنزل يفسد اعتكافه فأما إذا لم ينزل فلا يفسد اعتكافه ولكن يكون حراما لأن الجماع حرام ههنا بالنص فيحرم بدواعيه وفي باب الصوم الإفطار حرام وحرم الجماع لكونه إفطارا وذلك المعنى لم يوجد في الدواعي (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ا، ص ۳۷۵، باب الاعتكاف)

وكذا التقبيل والمعانقة واللمس أنه إن أنزل في شيء من ذلك؛ فسد اعتكافه وإلا فلا يفسد لكنه يكون حراما بخلاف الصوم فإن في باب الصوم لا تحرم الدواعي إذا كان يأمن على نفسه.

والفرق على نحو ما ذكرنا أن عين الجماع في باب الاعتكاف محرم، وتحريم الشيء يكون تحريما لدواعيه؛ لأنها تفضي إليه فلو لم تحرم؛ لأدى إلى التناقض، وأما في باب الصوم فعين الجماع ليس محرما، إنما المحرم هو الإفطار أو حرم الجماع لكونه إفطارا، وهذا لا يتعدى إلى الدواعي فهو الفرق (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۶، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 3...... اعتکاف کی حالت میں میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بغیر شہوت کے چھونا، ہاتھ لگانا اور دیکھنا جائز ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اعتکاف کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھونا اور سر پر کنگھی کرنا ثابت ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 4...... اگر کسی نے بوس و کنار نہیں کیا، اور نہ ہی شرم گاہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی، بلکہ ویسے ہی خود بخود کسی بیماری یا کمزوری کی وجہ سے یا کسی کو شہوت سے دیکھنے یا خیال وسوچ کے آنے کی وجہ سے منی خارج ہوگئی، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، مگر اپنے اختیار وقصد سے بدنظری میں مبتلا ہونا یا برا خیال لانا منع ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 5...... اگر اعتکاف کی حالت میں منی خارج نہیں ہوئی، بلکہ مذی خارج ہوئی، جو کہ شہوت کے وقت لیس دار مادہ کی شکل میں خارج ہوتی ہے، مگر اس سے نہ تو شہوت ٹھنڈی ہوتی ہے، اور نہ ہی شہوت کی تکمیل ہوتی ہے، اسی طرح اگر ودی خارج ہوئی، جو کہ عام طور پر لیس دار مادہ کی شکل میں پیشاب کے ساتھ خارج ہوتی ہے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے "فاشبه الحدث" [3]

---

[1] أما إن كان ذلك بغير شهوة مثل أن تغسل رأسه أو تناوله شيئا فلا بأس به .لأن النبى صلى الله عليه وسلم :كان يدنى رأسه لعائشة رضى الله عنها وهو معتكف فترجله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٢، ص ٢٧٦، مادة"اعتكاف"الرفث فى الاعتكاف)

[2] ولو نظر فأنزل؛ لم يفسد اعتكافه لانعدام الجماع صورة ومعنى؛ فأشبه الاحتلام (بدائع الصنائع، ج ٢، ص ١١٦، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وإن أمنى بالتفكر أو النظر لا يفسد اعتكافه(البحر الرائق ،ج ٢ ص ٣٢٨،باب الاعتكاف)

ولو أمنى بالتفكر والنظر لا يفسد اعتكافه كذا فى التبيين(الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص ٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع)

[3] عن سهل بن حنيف ، قال :كنت ألقى من المذى شدة ، فأكثر منه الاغتسال ، فسألت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال :إنما يجزئك من ذلك الوضوء (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث٩٧٧،فى المنى والمذى والودى)

عبد الرحمن بن أبى ليلى ، عن علي ، قال :سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن المذى؟ فقال :فيه الوضوء ، وفى المنى الغسل (ايضاً، رقم الحديث ٩٧١)

عن الحسن ، عن على ، قال :كنت أجد مذيا فأمرت المقداد أن يسأل النبى صلى الله عليه وسلم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 6...... اعتکاف کی حالت میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... اعتکاف کی حالت میں جماع کرنے یا بوس وکنار کر کے منی خارج کردینے سے جو اعتکاف فاسد ہوتا ہے، اس میں دن اور رات کا وقت برابر ہے، یعنی یہ عمل دن کے وقت کرے یا رات کے وقت، بہر حال اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔

اور اگر معتکف بھولے سے یہ عمل کرے یعنی اُسے اپنا اعتکاف یاد نہ ہو، تب بھی اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ عن ذلک ، لأن ابنته عندی فاستحییت أن أسأله ، فسأله ، فقال :إن کل فحل یمذی فإذا کان المنی ففیه الغسل ، وإذا کان المذی ففیه الوضوء (ایضاً، رقم الحدیث)

عن أبی عثمان النهدی ، أن سلمان بن ربیعة تزوج امرأة من بنی عقیل ، فرآها فلاعبها ، قال :فخرج منه ما یخرج من الرجل -قال سلیمان :أو قال :المذی -قال :فاغتسلت ، ثم أتیت عمر ، فسألته ؟ فقال :لیس علیک فی ذلک غسل ، ذلک النشر (ایضاً، رقم الحدیث ۹۷۶)

عن عبد ربه بن موسی ، عن أمه ، عن عائشة ، قالت :المنی منه الغسل ، والمذی والودی یتوضأ منهما (ایضاً، رقم الحدیث ۹۸۲)

عن مجاهد ، عن أبی هریرة ؛ أنه سئل عن المذی ؟ فقال :ذاک النشاط ، فیه الوضوء (ایضاً، رقم الحدیث ۹۸۳)

عن مجاهد ، عن ابن عباس ، قال :المنی والودی والمذی ، فأما المنی ففیه الغسل ، وأما المذی والودی ففیهما الوضوء ، ویغسل ذکره (ایضاً، رقم الحدیث ۹۸۹)

عن الأعمش ، عن مجاهد ، قال :المنی والودی والمذی ، ففی المنی الغسل ، والودی والمذی الوضوء (ایضاً، رقم الحدیث ۹۸۷)

عن جعفر بن برقان وعمر بن الولید الشنی ، عن عکرمة ، قال :المنی والودی والمذی، فأما المنی ففیه الغسل ، وأما المذی والودی فیغسل ذکره ویتوضأ (ایضاً، رقم الحدیث ۹۸۵)

وبعضها یوجب الوضوء ، وهو المذی، والودی (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۵، فصل بیان ما ینقض الوضوء)

[1] ولو احتلم لا یفسد اعتکافه (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۳۵۱، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، اعتکاف المرأة)

[2] البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھولے سے جماع کرنے کا حکم روزہ کی طرح ہے، یعنی جس طرح بھولے سے جماع کرنے یا کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اسی طرح اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوتا۔

اور ابنِ سماعہ کی اصحابِ احناف سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معتکف کے سونے، جنبی ہونے اور غسل وغیرہ کے احکام

حیض اور جنابت کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما بيان ما يفسد الاعتكاف فمن ذلک ما لو جامع فی الاعتكاف ليلا أو نهارا ناسيا أو عامدا فإنه يفسد الاعتكاف لأنه من محظورات الاعتكاف قال الله تعالى (ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد)ولهذا إنه إذا خرج من المسجد ناسيا للاعتكاف يفسد اعتكافه فالنسيان لم يجعل عذرا فی باب الاعتكاف وفی باب الصوم جعل عذرا بالنص الخاص (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱، ص ۳۷۴، و ۳۷۵، باب الاعتكاف)

ويحرم على المعتكف الجماع ودواعيه نحو المباشرة والتقبيل واللمس، الليل والنهار فی ذلک على السواء ، وبالجماع يفسد الاعتكاف على كل حال، واللمس والمباشرة تفسد الاعتكاف إذا أنزل، وإذا لم ينزل لا يفسد اعتكافه، ولو نظر فأنزل لم يفسد اعتكافه، والجماع ناسياً يفسد الاعتكاف كالجماع عامداً، والأكل ناسياً لا يفسد الاعتكاف؛ لأن الأكل ليس من محظورات الاعتكاف، بل هو من محظورات الصوم،ولهذا تؤقت حرمته بحرمة الصوم وهو النهار وبالأكل ناسياً لا يفسد الصوم، فلا يفسد الاعتكاف بخلاف الجماع؛ لأن الجماع من محظورات الاعتكاف، قال الله تعالى :(ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد)فيستوی فيه العامد والناسی كما فی الإحرام(المحيط البرهانی ،ج ۲ ص ۴۰۶،۴۰۷،كتاب الصوم،الفصل الثانی عشر فی الاعتكاف)

(قوله فی الأصح) قال فی الشرنبلالی :ولم يفسده الشافعی بالوطء ناسيا، وهو رواية ابن سماعة عن أصحابنا اعتبارا له بالصوم كذا فی البرهان .اهـ(رد المحتار على الدر المختار،ج ۲،ص ۴۵۰، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(فرع) فی مذاهب العلماء فی جماع المعتكف ناسيا. قد ذكرنا أنه لا يفسد اعتكافه عندنا وبه قال داود وقال مالک وأبو حنيفة وأحمد يفسد. دليلنا الحديث الذی ذكره المصنف وقد سبق أنه حديث حسن وهو عام على المختار فيحتج بعمومه إلا ما خرج بدليل كغرامة المتلفات وغيرها (المجموع شرح المهذب، ج ۶، ص ۵۲۷،كتاب الاعتكاف)

واختلفوا فی الجماع ناسيا، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة، إلى أنه إن جامع المعتكف ليلا أو نهارا عامدا أو ناسيا بطل اعتكافه؛ لأن ما حرم فی الاعتكاف استوى عمده وسهوه فی إفساده كالخروج من المسجد.وقال الشافعية :إن جامع ناسيا فلا يبطل اعتكافه.

أما التقبيل واللمس بشهوة فهو حرام، ويفسد اعتكافه إن أنزل لعموم آية :(ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲۲، ص ۲۷۶، الرفث فی الاعتكاف)

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِنِّیْ لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال قرار نہیں دیتا (ابوداؤد)

لیکن معتکف کو مسجد میں سونے سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ معتکف کا سونا حاجتِ انسانی میں داخل ہے، جو کہ مسجد میں جائز ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ طُرِحَ لَهُ فِرَاشُهُ، أَوْ يُوْضَعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَاءَ أُسْطُوَانَةِ التَّوْبَةِ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تھے، تو آپ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا، یا آپ کے لئے تخت بچھا دیا جاتا تھا، اُسطوانہ توبہ (منبر) کے پیچھے (ابنِ ماجہ، طبرانی، بیہقی)

---

[1] رقم الحديث ۲۳۲، كتاب الطهارة، باب فى الجنب يدخل المسجد؛ صحيح ابنِ خزيمة، رقم الحديث ۱۳۲۷، باب الزجر عن جلوس الجنب والحائض فى المسجد.

قال ابن القطان:

ولم أقل :إن هذا الحديث المذكور صحيح ، وإنما أقول :إنه حسن ، وكلامه هو يعطى أنه ضعيف ، فاعلم ذلک (بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام لابن القطان، ج۵، ص ۳۳۲، تحت رقم الحديث ۲۵۰۹)

وقال ابن الملقن:

قلت :وهذا القول هو الصواب فالحديث من هذا (الوجه) حسن لثقة رواته، وحديث أم سلمة شاهد له، وقول ابن حزم فيه أنه باطل جسارة منه (البدرالمنير، ج۲، ص ۵۶۱، باب الغسل، الحديث التاسع)

عن عطاء بن يسار، عن ابن عباس فى قوله :(ولا جنبا) إلا عابرى سبيل حتى تغتسلوا قال :لا تدخل المسجد، وأنت جنب، إلا أن يكون طريقک فيه ولا تجلس (معرفة السنن والآثار، رقم الحديث ۵۰۹۸، ممر الجنب والمشرک فى الأرض؛ الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۵۲۸)

[2] رقم الحديث ۱۷۷۴، كتاب الصيام، باب فى المعتكف يلزم مكانا من المسجد؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۳۴۲۴؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۸۰۷۱؛ حديث أبى محمد الفاكهى، رقم الحديث ۱۰۱؛ السنن الكبرىٰ للبيهقى، باب فى أسطوانة التوبة، رقم الحديث ۱۰۲۸۴.

اس حدیث کی سند حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ معتکِف کو مسجد میں سونا، اور سونے کے لئے بستر بچھانا، اور بوقتِ ضرورت چارپائی وغیرہ بچھانا جائز ہے، مگر چارپائی وغیرہ بچھانے میں یہ شرط ہے کہ اس کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَنَامُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ شَبَابٌ (ترمذی) [2]

---

[1] قال البوصیری:

هذا إسناد صحيح رجاله ثقات رواه البيهقي في الكبرى من طريق عبد العزيز عن محمد عن عيسى عن عمر به (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه، تحت رقم الحديث ٦٤١، باب في المعتكف يلزم مكانا من المسجد)

وقال الالبانی:

رواه ابن ماجه والبيهقي وإسناده قريب من الحسن (قيام رمضان، ج ١، ص ٢٩)

اس حدیث کو ابنِ ماجہ نے ابنِ مبارک سے عیسیٰ بن عمر بن موسیٰ کی سند سے حضرت نافع سے، اور امام طبرانی نے ابومصعب سے اور انہوں نے عبدالعزیز بن محمد سے اور انہوں نے عیسیٰ بن عمر بن موسیٰ سے اور انہوں نے حضرت نافع سے اور ابومحمد فاکہی نے، یحییٰ بن محمد بن جاری سے اور انہوں نے عبدالعزیز بن محمد سے اور انہوں نے عیسیٰ بن عمر سے اور انہوں نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی ابومحمد فاکہی کی مذکورہ سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نافع سے روایت کرنے والے راوی کا مدار عیسیٰ بن عمر پر ہے، اور اُن سے روایت کرنے والے کئی راوی ہیں؛ لہٰذا عیسیٰ بن عمر سے پہلے راویوں کے تو متابع موجود ہیں، اس لئے ان پر کلام مضر نہیں، اور عیسیٰ بن عمر پر محدثین نے جرح نہیں فرمائی، اور ابنِ حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

عيسى بن عمر بن موسى بن عبيد الله بن معمر القرشي التيمي، أخو عثمان بن عمر بن موسى حجازي، وربما نسب إلى جده. روى عن: بديح مولى عبد الله بن جعفر، ونافع مولى ابن عمر (ق). روى عنه: جرير بن عبد الحميد، وجويرية بن أسماء الضبعي، وعبد الله بن المبارك (ق)، وعبد العزيز بن محمد الدراوردي. ذكره ابن حبان في كتاب الثقات (تهذيب الكمال في اسماء الرجال للمزی، تحت رقم الترجمة ٤٦٤٤، ج٢٣، ص١٠)

اس لئے مذکورہ حدیث کو بعض کا ضعیف قرار دینا محلِ نظر ہے، اور اس کے حسن ہونے کی رائے قابلِ اطمینان ہے۔

[2] رقم الحديث ٣٢١، كتاب الصلاة، باب ما جاء في النوم في المسجد.

قال الترمذي: حديث ابن عمر حديث حسن صحيح، وقد رخص قوم من أهل العلم في النوم في المسجد، قال ابن عباس: لا يتخذه مبيتا ومقيلا، وقوم من أهل العلم ذهبوا إلى قول ابن عباس.

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جوانی کی حالت میں مسجد میں سوجایا کرتے تھے (ترمذی)

اور احادیث میں اصحابِ صفہ کے بھی مسجد میں سونے کا ذکر ہے۔ [1]

اور کئی تابعین سے بھی مسجد میں سونے کا جائز ہونا مروی ہے۔ [2]

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّيْ نِمْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاحْتَلَمْتُ ، فَقَالَ: أَمَّا أَنْ تَتَّخِذَهُ مَبِيْتًا ، أَوْ مَقِيْلًا فَلا ، وَأَمَّا أَنْ تَنَامَ تَسْتَرِيْحَ ، أَوْ تَنْتَظِرَ حَاجَةً فَلا بَأْسَ (مصنف ابن ابی شیبة) [3]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں مسجدِ حرام میں سویا، تو مجھے احتلام ہوگیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ (اعتکاف میں نہ ہوں اور) مسجدِ حرام کو رات گزارنے کی جگہ یا سونے کی جگہ بنالیں، تو ایسا کرنا جائز نہیں، اور اگر آپ آرام کرنے کے لئے یا کسی (دینی یا دنیاوی) ضرورت کے لئے سوئیں، تو کوئی حرج نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث اور آثار سے معلوم ہوا کہ مسجد میں غیر معتکف کو بھی سونا جائز ہے، لیکن مسجد

---

[1] عن الحارث بن عبد الرحمن ، قال :سألت سليمان بن يسار عن النوم فى المسجد ؟ فقال : كيف تسألون عن هذا ، وقد كان أهل الصفة ينامون فيه ويصلون فيه(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث۴۹۴۷، فى النوم فى المسجد)

عن المغيرة بن حكيم ، عن سعيد بن المسيب ؛ أنه سئل عن النوم فى المسجد ؟ فقال :أين كان أهل الصفة ؟ يعنى ينامون فيه (ايضاً، رقم الحديث ۴۹۵۸)

[2] حدثنا الثقفى ، عن يونس ، قال :رأيت ابن سيرين ينام فى المسجد(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث۴۹۴۸، فى النوم فى المسجد)

عن هشام ، عن الحسن ، قال :كان له مسجد يصلى فيه ، وينام فيه (ايضاً، رقم الحديث ۴۹۴۹)

عن ابن جريج ، قال :قلت لعطاء :أتكره النوم فى المسجد ؟ قال :بل أحبه (ايضاً، رقم الحديث ۴۹۵۳)

[3] رقم الحديث ۴۹۵۱،كتاب الصلاة، فى النوم فى المسجد.

کو خاص سونے کی جگہ بنالینا مناسب نہیں ہے۔

اور بعض حضرات سے مسجد میں جو سونے سے ممانعت یا اس کی کراہت مروی ہے، وہ بھی اسی صورت میں ہے، جبکہ بلاضرورت مسجد میں سویا جائے، یا مسجد کو خاص سونے کا ٹھکانہ بنالیا جائے۔ [1]

اور معتکف کا مسجد میں ٹھکانہ اللہ کے لئے اور سونا ضرورت میں ہوتا ہے، اس لئے اس کو مسجد میں سونے کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

پھر سونے کے بعد احتلام کا ہوجانا بھی ممکن ہے، اس لئے معتکف کو احتلام ہوجانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

حضرت مغیرہ بن زیاد سے مروی ہے کہ:

كُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، فَأَحْتَلِمُ فِي اللَّيْلَةِ مِرَارًا ، فَسَأَلْتُ عَطَاءً ؟ فَقَالَ: نَمْ وَإِنِ احْتَلَمْتَ عَشْرَ مَرَّاتٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: میں مسجدِ حرام میں سوتا تھا، تو مجھے رات میں کئی مرتبہ احتلام ہوجاتا تھا، تو میں نے حضرت عطاء سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ آپ مسجد میں سوجائیں، اگرچہ دس مرتبہ بھی احتلام ہو (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ابنِ ابی نجیح سے روایت ہے کہ:

نِمْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَاحْتَلَمْتُ فِيهِ ، فَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ ؟ فَقَالَ: اِذْهَبْ وَاغْتَسِلْ ، يَعْنِي ، وَلَمْ يَنْهَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

---

[1] عن ليث ، عن عطاء ، وطاووس ، ومجاهد ؛ أنهم كرهوا النوم فی المسجد(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۴۹۵۲، فی النوم فی المسجد)

حدثنا وكيع ، قال : حدثنا سفيان ، عن أبی الهيثم ، قال : نهانی مجاهد عن النوم فی المساجد(ایضاً، رقم الحدیث ۴۹۵۴)

[2] رقم الحدیث ۴۹۵۷، کتاب الصلاة، فی النوم فی المسجد.

[3] رقم الحدیث ۴۹۵۹، کتاب الصلاة، فی النوم فی المسجد.

ترجمہ: میں مسجدِ حرام میں سویا، تو مجھے وہاں احتلام ہوگیا، پھر میں نے حضرت سعید بن جبیر سے سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ آپ جا کر غسل کرلیں، یعنی انہوں نے اس (یعنی مسجد میں سونے اور احتلام ہوجانے) سے منع نہیں فرمایا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قَالَتْ فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ، وَإِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَعَتَبَةُ الْبَابِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۹۸۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، اور گھر میں صرف انسانی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے، اور میں آپ کا سر دھودیا کرتی تھی، اور میرے اور آپ کے درمیان دروازے کی چوکھٹ ہوتی تھی (مسند احمد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر معتکف ایسے طریقہ سے مسجد میں غسل کرے کہ کسی طرح سے مسجد کی بے احترامی لازم نہ آئے، تو اس کی بھی اجازت ہے۔

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... مسنون اعتکاف میں کیونکہ معتکف رات دن مسجد میں ہوتا ہے، اس لئے اس کو مسجد میں سونا، سونے کے لئے بستر، اور رہنے سہنے کا بقدرِ ضرورت سامان رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اتنا سامان نہ ہو کہ دوکان ہی لگ جائے یا جگہ گھر جانے کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف ہو۔

مسئلہ نمبر 2...... مسنون اعتکاف کا وقت رمضان کے مہینہ میں ہوتا ہے، اور رمضان کا مہینہ روزہ کا زمانہ ہے، اور رمضان میں روزہ فرض ہے، اور اعتکاف سنت ہے، اس لئے مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

اور حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا درست نہیں، اس لئے حیض ونفاس کی حالت میں اعتکاف کرنا بھی درست نہیں۔

اور اگر شرعی مسجد ہو، تو عورت کو حیض کی حالت میں وہاں ٹھہرنا بھی جائز نہیں۔ [1]

اوراسی لئے اگر اعتکاف کی حالت میں عورت کو حیض ونفاس جاری ہوجائے، یا کسی کا روزہ فاسد ہوجائے، تو اس سے مسنون اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ [2]

البتہ بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ جس نے پہلے دوعشروں میں پابندی سے روزے نہ رکھے ہوں یا تراویح نہ پڑھی ہو وہ آخری عشرے کا مسنون اعتکاف نہیں کرسکتا اگرچہ اس دوران روزے بھی رکھے، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

مسئلہ نمبر 3...... جنابت (یعنی غسل واجب ہونے) کی حالت میں روزہ رکھنا تو منع نہیں ہے، لیکن جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا منع ہے، اس لئے جنابت لاحق ہوجانے کی حالت میں اعتکاف تو ہوجاتا ہے، اور اگر کسی معتکف کو سوتے ہوئے دن رات میں کسی بھی وقت احتلام ہوجائے، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، لہٰذا احتلام ہونے کے بعد اعتکاف کو ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔ [3]

---

[1] قال الإمام :ولا يجوز للجنب، ولا للحائض المكث فى المسجد عند كثير من أهل العلم، لما روى عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم :وجهوا هذه البيوت عن المسجد، فإنى لا أحل المسجد لحائض ولا جنب وهذا قول سفيان، ومالك، والشافعى، وأصحاب الرأى (شرح السنة للبغوى، ج٢، ص٤٥، باب تحريم قراء ة القرآن على الجنب والمكث فى المسجد)

[2] ولو حاضت المرأة فى حال الاعتكاف فسد اعتكافها؛ لأن الحيض ينافى أهلية الاعتكاف لمنافاتها الصوم ولهذا منعت من انعقاد الاعتكاف فتمنع من البقاء (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٦، كتاب الاعتكاف،فصل ركن الاعتكاف)

[3] ولو احتلم لا يفسد اعتكافه، فإن أمكنه أن يغتسل فى المسجد من غير تلويث فعل، وإلا خرج فاغتسل ثم يعود(فتح القدير، ج٢ص٣٩٦،باب الاعتكاف)

ولو احتلم لا يفسد اعتكافه فإن أمكنه أن يغتسل فى المسجد من غير تلويث فعل وإلا خرج فاغتسل ثم يعود اهـ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج١، ص٣٥١، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، اعتكاف المرأة)

مسئلہ نمبر 4...... اگر سوتے ہوئے احتلام ہوجانے سے غسل کی ضرورت ہوجائے اور معتکف کو کوئی مشکل اور عذر نہ ہو، تو غسل کرنے میں جلدی کرنا مناسب ہے۔

اور اگر اس وقت غسل کرنا مشکل ہو، یا اس وقت غسل کرنے میں کوئی عذر ہو، تو ایسی صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک غسل واجب ہونے کے بعد (کسی پاک اینٹ، پتھر وغیرہ پر) تیمّم کرلینا مستحب ہے۔ [1]

جبکہ بعض فقہاء کا فرمانا ہے کہ غسل واجب ہونے کے بعد اگر ممکن ہو تو وضو کرلینا چاہئے، جس کے بعد اس کو مسجد میں ٹھہرنے میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] ولو احتلم فی المسجد وأمكنه الخروج من ساعته يخرج ويغتسل، وقيل يتيمم ويخرج وإن لم يمكنه الخروج بأن كان فی وسط الليل فيستحب له التيمم حتى لا يبقى جنبا(البناية شرح الهداية، ج ١ ،ص ٣٣٢، كتاب الطهارات،فصل فی الغسل)

ومن احتلم وهو فی المسجد يخرج من ساعته فإن كان فی جوف الليل وخاف الخروج يستحب له أن يتيمم(فتاوى قاضى خان، ج ١ ،ص ٣٥، كتاب الطهارة،فصل فی النجاسة)

ولو كان نائما فيه فاحتلم والماء خارجه وخشی من الخروج يتيمم وينام فيه إلى أن يمكنه الخروج . قال فی المنية :وإن احتلم فی المسجد تيمم للخروج إذا لم يخف، وإن خاف يجلس مع التيمم ولا يصلی ولا يقرأ(رد المحتار على الدر المختار، ج ١ ،ص ٢٤٣، كتاب الطهارة،باب التيمم)

إذا احتلم فی المسجد ولم يمكنه الخروج يتيمم للنوم فيه(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ١ ،ص ١٥٩ ، كتاب الطهارة،باب التيمم)

[2] (قلت) من الذين ذهبوا إلى التيمم الثوری واسحق قال وكذا قول أبی حنيفة فی الجنب المسافر يمر على مسجد فيه عين ماء فإنه يتيمم ويدخل المسجد فيستقی ثم يخرج الماء من المسجد وفی نوادر ابن أبی زيد من نام فی المسجد ثم احتلم ينبغی أن يتيمم لخروجه وقال الشافعی له العبور فی المسجد من غير لبث كانت له حاجة أو لا ومثله عن الحسن وابن المسيب وعمرو بن دينار وأحمد وعن الشافعی له المكث فيه إذا توضأ وقال داود والمزنی يجوز له المكث فيه مطلقا واعتبره بالمشرک وتعلقوا بقوله -صلى الله عليه وسلم - (المؤمن لا ينجس) وروى سعيد بن منصور فی سننه بسند جيد عن عطاء "رأيت رجالا من الصحابة يجلسون فی المسجد وعليهم الجنابة إذا توضؤوا للصلاة "وحديث وفد ثقيف وإنزالهم فی المسجد وأهل الصفة وغيرهم كانوا يبيتون فی المسجد وكان أحمد بن حنبل يقول يجلس الجنب فيه ويمر فيه إذا توضأ ذكره ابن المنذر واحتج من أباح العبور بقوله تعالى (ولا جنبا إلا عابری سبيل) قال الشافعی قال بعض العلماء القرآن معناه لا تقربوا مواضع الصلاة وأجاب من منع بأن المراد بالآية نفس الصلاة وحملها على مكانها مجازا وحملها على عمومها أی لا تقربوا الصلاة ولا مكانها على هذه الحال إلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمْ مُجْنِبُوْنَ؛ إِذَا تَوَضَّئُوْا وُضُوْءَ الصَّلَاةِ

(التفسیر من سنن سعید من منصور، رقم الحدیث ۶۴۶، ج۴ص ۲۷۵، سورة النساء) ۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ مسجد میں جنابت کی حالت میں بیٹھے ہوتے تھے، جبکہ وہ نماز کی طرح کا وضو کر لیتے تھے (تفسیر سنن سعید بن منصور)

غسل واجب ہونے کے بعد جب وضو کرلیا جائے تو اس سے حدث اور حکمی ناپاکی کا حکم ہلکا ہوجاتا ہے، بطور خاص ان اعضاء سے جن کا عام استعمال ہوتا ہے، مثلاً چلنے کے لئے پیروں کا، چھونے کے لئے ہاتھوں کا وغیرہ وغیرہ؛ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات جنابت کی حالت میں سوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت وضو کرلینا ثابت ہے۔ ۳

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن تكونوا مسافرين فتيمموا وأقربوا ذلک وصلوا وقد نقل الرازی عن ابن عمر وابن عباس أن المراد بعابری السبیل المسافر یعدم الماء یتیمم ویصلی والتیمم لا یرفع الجنابة فأبیح لهم الصلاة تخفیفا .وفی طهارة الماء المستعمل لأنه خرج ورأسه یقطر .وفی روایة أخری ینطف وهی بمعناها (عمدة القاری، ج۳، ص ۲۲۵، و ۲۲۶، کتاب الغسل، باب إذا ذکر فی المسجد أنه جنب یخرج کما هو ولا یتیمم)

۲ وهذا إسناد علی شرط مسلم، والله اعلم(تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص ۲۷۶)

وهذا إسناد صحیح علی شرط مسلم .والله أعلم(احکام النساء ،للالبانی ص ۱۱۵)

۳ ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، لہٰذا بوقتِ ضرورت وضو کر کے مسجد میں داخل ہونے اور ٹھہرنے میں حرج نہیں۔

فصل :إذا توضأ الجنب فله اللبث فی المسجد فی قول أصحابنا وإسحاق وقال أکثر أهل العلم :لا یجوز؛ للآیة والخبر .واحتج أصحابنا بما روی عن زید بن أسلم، قال :کان أصحاب رسول الله - صلی الله علیه وسلم -یتحدثون فی المسجد علی غیر وضوء ، وکان الرجل یکون جنبا فیتوضأ، ثم یدخل، فیتحدث .وهذا إشارة إلی جمیعهم، فیکون إجماعا یخص به العموم؛ ولأنه إذا توضأ خف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا معتکف تیمّم یا وضو کرنے کے بعد غسل کا انتظام ہونے تک مسجد میں ٹھہر سکتا ہے، اور چل پھر بھی سکتا ہے، اور غسل کے انتظام کے لئے مسجد سے باہر بھی جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر 5...... معتکف کو مسجد میں احتلام ہو جائے، تو اس کو اسی وقت غسل کے لئے باہر نکلنے سے پہلے بعض حضرات کے نزدیک تیمّم کر لینا مستحب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... معتکف کو اگر سوتے ہوئے احتلام ہو جانے کی وجہ سے غسل واجب ہو جائے تو اگر مسجد کو ملوث کیے بغیر مسجد کے اندر غسل کیا جا سکتا ہو اور مسجد کی صفیں اور دریاں وغیرہ خراب نہ ہوتی ہوں، اور نمازیوں کو ایذاء نہ پہنچتی ہو (مثلاً کسی بڑے برتن، ٹب وغیرہ میں بیٹھ کر یا منقولہ، عارضی غسل خانہ میں کھڑے ہو کر یا کوئی پلاسٹک شیٹ بچھا کر غسل کیا جا سکتا ہو) تو مسجد میں غسل کرنا بھی جائز ہے، ضروری پھر بھی نہیں، اور ایسی صورت میں غسل کے لئے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حكم الحدث، فأشبه التيمم عند عدم الماء، ودليل خفته أمر النبي الجنب به إذا أراد النوم، واستحبابه لمن أراد الأكل ومعاودة الوطء.

فأما الحائض إذا توضأت فلا يباح لها اللبث؛ لأن وضوء ها لا يصح (المغني لابن قدامة، ج ١، ص١٠٨، كتاب الطهارة، باب فرض الطهارة،فصل حكم اللبث في المسجد للجنب إذا توضا)

[1] ملحوظ رہے کہ مسجد میں احتلام ہو جانے کے بعد اسی وقت مسجد سے باہر نکلنے کے لئے تیمّم کر لینے کو بعض مشائخ حنفیہ نے مستحب اور بعض نے واجب قرار دیا ہے، وجوب کا قول تشدد پر مبنی ہے، اور وجوب کی کوئی معقول دلیل نہیں، جبکہ بعض مالکیہ نے اس کے استحباب ہی کا انکار کیا ہے۔

بخلاف ما لو احتلم فيه وأمكنه الخروج مسرعا فإنه يندب له التيمم لظهور الفرق بين الدخول والخروج(رد المحتار على الدر المختار،ج ١،ص ٢٩٢،كتاب الطهارة،باب الحيض)

ولو أصابته الجنابة في المسجد قيل لا يباح له الخروج من غير تيمم اعتبارا بالدخول وقيل يباح؛ لأن في الخروج تنزيه المسجد عن النجاسة وفي الدخول تلويثه بها .اهـ .وسيأتي في الحيض تمامه إن شاء الله تعالى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج ١،ص ١٥٤،كتاب الطهارة،باب التيمم)

فإن احتلم في المسجد فهذا يخرج من غير تيمم وحكى ابن أبي زيد في نوادره عن بعض أصحابنا أنه قال :ينبغي أن يتيمم لخروجه، وهذا قول باطل بالخبر والنظر أما الخبر فإن النبي -صلى الله عليه وسلم -لما أحرم في الصلاة ثم ذكر أنه جنب خرج ولم ير واحد أنه تيمم، وأما النظر فلأنه إذا اشتغل بالتيمم كان لبثا في المسجد مع الجنابة فكان خروجه أهون من ذلك؛ لأن خروجه يعد تركا للكون في المسجد ونزعا عنه، انتهى(مواهب الجليل في شرح مختصر خليل،ج ١، ٣٣١،فصل في التيمم)

مسجد سے باہر جانا بھی جائز ہے۔ ا

ا ولو احتلم لا يفسد اعتكافه، فإن أمكنه أن يغتسل فى المسجد من غير تلويث فعل، وإلا خرج فاغتسل ثم يعود(فتح القدير، ج٢،ص ٣٩٦،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ولو احتلم المعتكف؛ لا يفسد اعتكافه؛ لأنه لا صنع له فيه فلم يكن جماعا ولا فى معنى الجماع، ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج فيغتسل ويعود إلى المسجد (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٦، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وكذا لو احتلم كذا فى فتح القدير ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به، وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد، ولو توضأ فى المسجد فى إناء فهو على هذا التفصيل هكذا فى البدائع وفتاوى قاضى خان (الفتاوىٰ الهندية، ج ا ، ص ٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

اوپر بدائع کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد میں اس کی تلویث کے بغیر غسل کرنا ممکن ہو، تو مسجد میں غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور ''لابأس بہ'' سے بعض اوقات مکروہ تنزیہی مراد ہوا کرتا ہے، اگر مکروہ تنزیہی بھی نہ مانا جائے، تو بھی اس صورت میں مسجد میں غسل کرنے کا کم از کم جواز معلوم ہوتا ہے، فتح القدیر وغیرہ کی عبارت سے بھی یہی مفہوم ومعلوم ہوتا ہے۔

البتہ درِمختار کی عبارت سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو، تو خروج جائز ہے، جس کا مفہومِ مخالف یہ قرار دیا جاتا ہے کہ اگر مسجد میں غسل کرنا ممکن ہو، تو خروج جائز نہیں، بلکہ مسجد میں غسل کرنا واجب ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس پر کلام کیا ہے، لیکن آخر میں صاحبِ بدائع کے قول ''لابأس بہ'' سے وجوب کے بجائے جواز کے فائدہ ہونے کا ذکر کرکے تامل کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

(لحاجة الإنسان) طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال فى المسجد كذا فى النهر (الدر المختار،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قوله وغسل) عده من الطبيعية تبعا للاختيار والنهر وغيرهما وهو موافق لما علمته من تفسيرها وعن هذا اعترض بعض الشراح تفسير الكنز لها بالبول والغائط بأن الأولى تفسيرها بالطهارة ومقدماتها ليدخل الاستنجاء والوضوء والغسل لمشاركتها لهما فى الاحتياج وعدم الجواز فى المسجد اهـ فافهم (قوله ولا يمكنه إلخ) فلو أمكنه من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به بدائع أى بأن كان فيه بركة ماء أو موضع معد للطهارة أو اغتسل فى إناء بحيث لا يصيب المسجد الماء المستعمل، قال فى البدائع :فإن كان بحيث يتلوث بالماء المستعمل يمنع منه لأن تنظيف المسجد واجب اهـ والتقييد بعدم الإمكان يفيد أنه لو أمكن كما قلنا فيخرج أنه يفسد وهل يجرى فيه الخلاف المار فيما لو كان له بيتان فأتى البعيد منهما محل نظر لأن ذاک بعد الخروج، وفرق بينه وبين ما قبله بدليل ما مر، من أنه بعده له الذهاب لعيادة مريض .لكن قول البدائع لا بأس به ربما يفيد الجواز فتأمل (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص٤٤٥، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ہمیں تامل کرنے سے اولاً تو صاحبِ بدائع کا قول راجح معلوم ہوا، جیسا کہ آگے آتا ہے، دوسرے درِمختار کی عبارت کا یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ اگر مسجد میں غسل کرنا ممکن ہو، تو غسل کرلے کہ اسے ایسا کرنا جائز ہے، ورنہ مسجد سے باہر نکل جائے، جیسا کہ اوپر فتح القدیر اور حاشیہ شلبی کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔

کیونکہ مسجد کے اندر غسل کرنے کے بجائے مسجد سے باہر نکل کر غسل کرنے میں مسجد کی زیادہ صیانت وحفاظت پائی جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... اگر مسجد کے ساتھ کوئی غسل خانہ موجود ہے تو اس میں غسل کرنا چاہئے، لیکن اگر وہاں غسل خانہ موجود نہیں یا اس میں غسل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہیں یا سخت دشوار ہے، تو اس مجبوری میں غسل کرنے کے لئے اپنے گھر یا کسی اور قریب ترین جگہ مثلاً حمّام میں جہاں

---

[1] مشائخِ احناف میں سے صاحبِ بدائع وغیرہ کے علاوہ شوافع کا بھی یہی قول ہے، اور دلائل کے لحاظ سے یہی راجح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اگر معتکف کو وضو کی ضرورت ہو، اور مسجد کی تلویث کے بغیر برتن وغیرہ میں وضو کرنا ممکن ہو، تو اس کے باوجود معتکف کو مسجد میں وضو کرنا ضروری نہیں، بلکہ باہر جانا جائز ہے، اور وضو کے مقابلہ میں غسل کا عمل مسجد کی زیادہ تلویث کا باعث ہے، اس کے علاوہ عادتاً غسل خفیہ ہو کر اور چھپ کر کیا جاتا ہے، اور کھلے عام مسجد میں کرنے کا مکلّف کرنے میں بالخصوص جبکہ دوسرے لوگ بھی موجود ہوں، زیادہ حرج پایا جاتا ہے، اور اگر ستر کو کپڑے سے چھپا کر غسل کا مکلّف کیا جائے، تب بھی دوسروں کے سامنے اس طرح غسل کرنا حجاب اور حیاء سے خالی نہیں، جبکہ وضو میں اس طرح کا حجاب اور رُکاوٹ نہیں پائی جاتی، پھر صحابۂ کرام سے مسجد میں وضو کرنا تو ثابت ہے، اور غسل کرنے کا ثبوت نہیں ملتا؛ نیز وضو کو غسل کے مقابلہ میں مسجد سے زیادہ تلبث پایا جاتا ہے، کیونکہ نماز کے لئے وضو بطورِ فرض مشروع ہے، اور غسل صرف جنابت کی حالت میں فرض ہے۔ لہٰذا مسجد میں ٹب وغیرہ میں بیٹھ کر غسلِ جنابت ممکن ہونے کی صورت میں معتکف کو مسجد سے باہر غسل کے لئے نکلنے کو ناجائز قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔

آخر میں عرض ہے کہ اگر معتکف کو غسلِ جنابت لاحق ہو جائے، اور اسے بیماری کی وجہ سے غسل کرنا ممکن نہ ہو تو وہ بیماری دُور ہونے تک غسل کے لئے تیمّم کر سکتا ہے۔

قال أصحابنا ويلزم الجنب المبادرة بالغسل فى الصور المذكورات لكى لا يبطل تتابعه قالوا وله الخروج من المسجد للاغتسال سواء أمكنه الغسل فى المسجد أم لا ل أنه أصون للمسجد ولمروء ته (الجموع شرح المهذب، ج٦، ص٥٢٦، كتاب الصيام)

ثم أن ما ذكر غاية لعدم ضرر الخروج لغسل الجنابة وإزالة النجاسة، وإذا أمكناه فى المسجد فله فعلهما فيه كأن يكون فى المسجد بركة يغطس فيها، وإناء يغسل النجاسة فيه ثم يقذفه خارجه .فإن قلت كيف يتصور الغسل من الجنابة فى المسجد، مع أنه يحرم عليه المكث فيه؟ قلت يصور ذلك فى بركة يغطس فيها وهو ماش أو عائم، أو يكون عاجزا عن الخروج .(قوله :لأنه أصون الخ) علة لعدم ضرر الخروج لذلك مع إمكانه فى المسجد، أى وإنما لم يضر الخروج لذلك، لأن الخروج أحفظ لمروء ته، وأحفظ لحرمة المسجد .وعبارة الإرشاد مع فتح الجواد :وله الخروج له -أى للغسل الواجب من حدث أو خبث، وإن أمكنه فيه، لأنه أصون لمروء ته، ولحرمة المسجد (إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لابى بكر الدمياطى، ج٢، ص٢٩٥، باب الصوم)

غسل اور پاکی حاصل کرنے میں عذر و دشواری نہ ہو، جانا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... سردیوں میں احتلام ہو جائے اور مسجد کے غسل خانہ میں گرم پانی سے غسل کا انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی سے ضرر و بیماری کا اندیشہ ہو، تو معتکف کو گرم پانی سے غسل کرنے کے لئے باہر یا گھر جانا جائز ہے، کیونکہ شریعت نے ضرر و بیماری سے بچنے کی خاطر تخفیف کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا اس غرض کے لئے باہر جانا بھی حاجتِ ضروری میں اور گرم پانی طہارت کے مقدمات میں داخل ہوگا۔

اگر قرب و جوار میں کوئی گرم حمام ہو تو قریب والی دوکان پر غسل کرنے کے لئے جانا بھی جائز ہے، اور اگر بآسانی ممکن ہو، تو گھر میں یا حمام والے کو اپنے آنے کی پہلے سے اطلاع کر دینا مناسب ہے، تاکہ پہلے سے اس کے غسل کا انتظام ہو جائے، اور اس کو زیادہ دیر باہر نہ ٹھہرنا پڑے، مگر پہلے سے اطلاع کرنا ضروری نہیں ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... معتکف کو احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا تو جائز ہے، کیونکہ یہ غسل اس کے حق میں واجب ہے، لیکن جو غسل واجب نہ ہو، مثلاً جمعہ کے دن کا مسنون غسل یا گرمی دور کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کا غسل، تو اس کے لئے اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ [3]

---

[1] (قوله ويخرج لحاجة الإنسان كالبول و الغائط) والاغتسال للجنابة إذا احتلم كما فى النهر فإن كان له بيتان قريب وبعيد قال بعضهم لا يجوز أن يمضى إلى البعيد فإن مضى بطل اعتكافه وقال بعضهم :يجوز ولو كان بقرب المسجد بيت صديق له لم يلزمه قضاء الحاجة فيه كذا فى الجوهرة (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱، ص ۲۱۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، أقل الاعتكاف)

ولو كان بقرب المسجد بيت صديق له لم يلزمه قضاء الحاجة فيه وإن كان له بيتان قريب وبعيد قال بعضهم لا يجوز أن يمضى إلى البعيد فإن مضى بطل اعتكافه وقال بعضهم يجوز (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۱۴۷، باب الاعتكاف)

[2] (ولا يخرج المعتكف) من المسجد (إلا لحاجة الإنسان) كالطهارة ومقدماتها وهذا التفسير أحسن من أن يفسر بالبول والغائط تدبر (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۵۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط فى الاعتكاف الواجب)

[3] البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک غسلِ جمعہ اور غسلِ تبرید کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔

اور اگر مسجد کی حدود میں کوئی وضو خانہ بنا ہوا ہے، تو وہاں بیٹھ کر اور ستر چھپا کر نہانے کی بھی گنجائش ہے۔

اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے طبیعت بے چین ہے اور اس کے لئے غسل کی ضرورت ہے تو ایسی صورت میں مسجد میں اس طرح کا انتظام کر کے غسل کرنا جائز ہے کہ جس کی وجہ سے مسجد ملوث نہ ہو، مسجد کی صفیں وغیرہ خراب نہ ہوں، اور نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

مثلاً کوئی بڑا برتن یا ٹب یا پلاسٹک وغیرہ بچھا کر اس طرح غسل کیا جائے کہ استعمال شدہ پانی برتن میں جمع ہو یا مسجد سے باہر خارج ہو جائے۔

جبکہ بعض حضرات نے قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلنے کے بعد مختصر غسل کی اجازت دی ہے، اس مسئلہ کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 10...... معتکف کو سوتے ہوئے اگر احتلام کی وجہ سے غسل واجب ہو جائے اور جو لباس پہنا ہوا ہے، اس پر بھی ناپاکی لگ جائے، تو اس لباس سے ناپاکی کو دھو کر اور متاثرہ جگہ کو

---

[1] اور اگر کوئی برتن یا پلاسٹک وغیرہ میسر نہ ہو، اور مسجد کی حدود میں غسل کرنے سے صفیں وغیرہ خراب نہ ہوتی ہوں، اور نمازیوں کو تکلیف بھی نہ ہوتی ہو، اور مسجد کی تلویث بھی نہ ہوتی ہو، صرف استعمال شدہ پانی مسجد کے فرش پر گرتا ہو، تو بوقتِ ضرورت ومجبوری اسی طرح غسل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

کیونکہ دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ وضو اور غسل کا مستعمل پانی ناپاک نہیں ہے، بلکہ پاک ہے، اگرچہ اس میں کسی دوسری چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں، جس کو فقہائے کرام نے طاہر وغیر مطہر ہونے سے موسوم کیا ہے، صحابۂ کرام کا غسالۂ وضو مسجد میں گرانا ثابت ہے، جس کی تفصیل وضو کے باب میں گزر چکی ہے، پھر غسلِ تبرید سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی مستعمل نہیں ہوتا، خواہ غسل کرنے والا محدِث ہو یا غیر محدِث، اور شیخین (امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف) کے نزدیک اگر محدِث ہو، تو مستعمل ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں ہوتا۔

وفی البدائع وإن غسل المعتکف رأسه فی المسجد فلا بأس به إذا لم یلوث بالماء المستعمل فإن کان بحیث یتلوث المسجد یمنع منه(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج۲، ص۳۲۷، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

ولو توضأ أو اغتسل للتبرد فإن کان محدثا صار الماء مستعملا عند أبی حنیفة وأبی یوسف وزفر والشافعی؛ لوجود إزالة الحدث وعن محمد لا یصیر مستعملا لعدم إقامة القربة، وإن لم یکن محدثا لا یصیر مستعملا بالاتفاق علی اختلاف الأصول(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۱، ص۶۹، کتاب الطهارة، فصل فی الطهارة الحقیقیة)

پاک کرکے دوبارہ اسی لباس کو پہننا جائز ہے، اور لباس و کپڑے کی اس متاثرہ وناپاک شدہ جگہ کو پاک کرنے کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر جانا بھی جائز ہے۔ [1]

معتکف کا مریض کی عیادت، جنازہ اور دیگر امور کے لئے نکلنا

حضرت سعید بن مسیّب اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اِعْتَكَفَ أَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ، وَأَنَّ السُّنَّةَ فِى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَّا يَخْرُجَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَلَا يَتْبَعُ جَنَازَةً وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا وَلَا يَمَسُّ اِمْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا، وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِىْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ وَسُنَّةُ مَنِ اعْتَكَفَ أَنْ يَّصُوْمَ (سنن الدارقطنى) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا، اور معتکف کے لئے یہ سنت ہے کہ وہ صرف انسانی حاجت (قضائے حاجت وغیرہ) ہی کے لئے نکلے، اور جنازہ کے پیچھے نہ جائے، اور مریض کی عیادت نہ کرے، اور عورت کو نہ

---

[1] (و) كره كراهة التحريم (الوطىء) أى الجماع (والحدث) أى ما يخرج من السبيلين عمدا من البول والغائط والمنى والمذى، كذا قاله الشارح .والأظهر أن يقال :ما يجعله متنجسا، ليشمل القىء والدم ونحوهما، وليخرج الريح والنوم وأمثالهما(شرح النقاية، ج ١، ص ٣٦٦)

وإن بغته القىء ، فله أن يخرج ليتقيأ خارج المسجد، وكل ما لا بد له منه، ولا يمكن فعله فى المسجد، فله الخروج إليه، ولا يفسد اعتكافه وهو عليه، ما لم يطل (المغنى لابن قدامة، ج٣، ص ١٩٣، كتاب الاعتكاف)

وألحقوا بالخروج لما تقدم الخروج للقىء وإزالة النجاسة، فلا يفسد الاعتكاف أيضا فى قولهم جميعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥، ص ٢٢١، مادة"اعتكاف")

[2] رقم الحديث ٢٣٦٤، كتاب الصيام، باب الاعتكاف، واللفظ لهٗ؛ سنن أبى داود، رقم الحديث ٢٤٧٣.

چھوئے، اور نہ اس سے مباشرت کرے، اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے، اور معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے (دار قطنی؛ ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کی سند کم از کم حسن درجہ میں داخل ہے، اور یہ اگرچہ موقوف ہے، مگر حکماً مرفوع ہے۔ [1]

اس روایت میں پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ذکر ہے، اور اس کے بعد اعتکاف کی پابندیوں کا ذکر ہے، جو اس بات کا قرینہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف سے متعلق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيْضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ، وَقَالَ ابْنُ عِيْسٰى: قَالَتْ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۴۷۲، کتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض)

---

[1] عن عائشة :أنها قالت :السنةُ على المعتكف :أن لا يعود مريضاً، ولا يشهد جنازة، ولا يَمَس امرأة، ولا يُباشِرَها، ولا يَخْرُجَ لحاجة؛ إلا لما لا بُدَّ منه .ولا اعتكاف إلا بصوم، ولا اعتكاف إلا فى مسجد جامع . (قلت :إسناده حسن صحيح) إسناده :حدثنا وَهْبُ بن بَقِيَّةَ :أخبرنا خالد عن عبد الرحمن -يعنى :ابن إسحاق -عن الزهرى عن عروة عن عائشة ... قال أبو داود " :غير عبد الرحمن لا يقول فيه :قالت :السنة ." قال أبو داود " :جعله قول عائشة ." قلت :وهذا إسناد حسن، ورجاله كلهم ثِقات على شرط مسلم؛ على ضعف يسير فى عبد الرحمن بن إسحاق، لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن .وإعلال المصنف لحديثه -بمخالفته لغيره -يرده أنه تابعه ابن جريج :عند الدارقطنى، والليث :عند البيهقى، كما خرجته فى "الإرواء ويؤيد هذا :أنه ذكره معلقاً من رواية الزهرى عن عروة عن عائشة ...وقال عقبه ":كذا رواه غير واحد عن الزهرى ."فقول الدارقطنى ":يقال :إن قوله :والسنة للمعتكف ...مدرج فى الحديث من كلام الزهرى !"غير مقبول؛ كيف لا وقد اتفق الليث وابن جريج مع عبد الرحمن بن إسحاق فى جعله من قول عائشة؟ ! فاتفاقهم يبعد شبهة خطأ عبد الرحمن فى ذلك .وهذا الجواب أولى مما أجاب به ابن القيم فى "تهذيب السنن ؛ فراجعه إن شئت .وحينئذ؛ فهو فى حكم المرفوع، كما هو مقرر فى علم مصطلح الحديث .والحديث رواه البيهقى من طريق المؤلف(صحيح أبى داود للألبانى، تحت رقم الحديث ۲۱۳۵، باب المعتكف يعود المريض)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مریض کے قریب سے گزرتے تھے، تو آپ اپنی حالت پر گزر جاتے تھے، اور مریض سے سوال کرنے کے لئے ٹھہرتے نہیں تھے، اور ابنِ عیسیٰ راوی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں مریض کی عیادت کرتے تھے (ابوداؤد)

اس روایت کی سند پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلے، تو راستہ میں مریض کی عیادت کرنے میں حرج نہیں؛ جس سے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنْ كُنْتُ لَآتِي الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْمَرِيْضُ فَمَا أَسْأَلُ إِلَّا وَأَنَا قَائِمَةٌ (السنن الکبری للنسائی) [2]

ترجمہ: میں (اعتکاف کی حالت میں) گھر میں آتی تھی، اور گھر میں مریض ہوتے تھے، میں ان سے کھڑے کھڑے ہی سوال کرلیا کرتی تھی (سنن کبریٰ نسائی)

حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت عمرہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَائِشَةَ، كَانَتْ إِذَا اعْتَكَفَتْ فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَتْ بَيْتَهَا لِحَاجَةٍ، لَمْ تَسْأَلْ عَنِ الْمَرِيْضِ إِلَّا وَهِيَ مَارَّةٌ (صحیح ابن خزیمة) [3]

---

[1] روی "أنه صلى الله عليه وسلم كان لا يسأل عن المريض إلا مارا فی اعتكافه ولا يعرج عليه "هذا الحديث رواه أبو داود فی سننه من حديث عائشة رضی الله عنها "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بالمريض وهو معتكف فيمر كما هو ولا يعرج، ويسأل عنه ."وفی إسناده ليث بن أبی سليم، وقد علمت حاله فيما مضى، ورواه مسلم فی صحيحه موقوفا عليها من فعلها قالت: "إن كنت لأدخل البيت للحاجة والمريض فيه فما أسأل عنه إلا وأنا مارة (البدر المنير لابن الملقن، ج۵، ص۷۷۷، الحديث الثانی عشر)

[2] رقم الحديث ۳۳۵۶، كتاب الاعتكاف، دخول المعتكف بيته للحاجة التی لا بد منها.

[3] رقم الحديث ۲۲۳۰، كتاب الصيام، باب إباحة دخول المعتكف البيت لحاجة الإنسان الغائط، والبول.

قال محمد مصطفىٰ الأعظمی :إسناده صحيح(حاشية ابنِ خزيمة)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مسجد میں اعتکاف کرتیں، پھر اپنے گھر میں کسی ضرورت سے داخل ہوتیں، تو مریض سے چلتے چلتے ہی سوال کرتی تھیں (ابنِ خزیمہ)

اور حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْـمُـعْتَـكِفُ لَا يُجِيْبُ دَعْوَةً، وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا، وَلَا يَتْبَعُ جَنَازَةً، وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا بِصِيَامٍ، وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٨٠٥٤، كتاب الاعتكاف، باب سنة الاعتكاف)

ترجمہ: معتکف دعوت قبول نہیں کرے گا، اور مریض کی عیادت نہیں کرے گا، اور جنازہ کے پیچھے نہیں جائے گا، اور روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہے، اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں ہی ہوتا ہے (عبدالرزاق)

جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْمُعْتَكِفُ لَا يَشْهَدُ جَنَازَةً ، وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا (مصنف ابنِ ابی شيبة) [1]

ترجمہ: معتکف جنازہ میں شامل نہیں ہوگا، اور نہ مریض کی عیادت کرے گا (ابنِ ابی شیبہ)

اور جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْمُعْتَكِفُ لَا يَتْبَعُ جَنَازَةً، وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا (مصنف ابنِ ابی شيبة) [2]

ترجمہ: معتکف جنازہ کے پیچھے نہیں جائے گا، اور مریض کی عیادت نہیں کرے گا (یعنی عیادت کے لئے نہیں نکلے گا) (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث وآثار سے معلوم ہوتا ہے کہ مسنون اعتکاف کے دوران معتکف کو مریض

---

[1] رقم الحديث ٩٧٣٦، باب ما قالوا فى المعتكف ، ما له إذا اعتكف مما يفعله ؟

[2] رقم الحديث ٩٧٣٨، باب ما قالوا فى المعتكف ، ما له إذا اعتكف مما يفعله ؟

کی عیادت اور جنازہ میں شرکت کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

البتہ جب قضائے حاجت کے لئے نکلے، تو راستے میں چلتے ہوئے دوسرے کی عیادت اور سلام دعا اور مزاج پُرسی کرنے میں حرج نہیں۔ [1]

جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معتکف کو مریض کی عیادت اور جنازے میں شرکت اور جمعہ کی نماز کے لئے حاضری اور اپنے گھر آنے کی اجازت مروی ہے۔ [2]

اور حضرت سعید بن جبیر اور حضرت حسن اور امام شعبی اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی معتکف کو مذکورہ چیزوں کے لئے اجازت مروی ہے۔ [3]

---

[1] وفيه دليل على أنه يخرج من المسجد للغائط والبول ، ولا يفسد به اعتكافه ، وهو إجماع. ولو خرج لأكل أو شرب ، فسد اعتكافه . واختلف أهل العلم فيما سوى ذلك ، فقال قوم :له الخروج للجمعة ،وعيادة المريض ، وشهود الجنازة ، روى ذلك عن على بن أبى طالب وهوقول سعيد بن جبير والحسن ، والنخعى .وذهب أكثرهم إلى أنه لا يجوز له الخروج لعيادة ، ولا لصلاة جنازة ،فإن خرج ، فسد اعتكافه إن كان واجبا إلا أن يخرج لقضاء حاجة ، فسأل عن المريض مارا ، أو أكل ، فلا يبطل اعتكافه(شرح السنة للبغوى، ص۳۹۸، تا ص ۴۰۰، باب خروج المعتكف لحاجة الانسان)

[2] ثنا شريك،عن أبى إسحاق،عن الحارث،أو عاصم،عن على،قال :المعتكف يعود المريض ويشهد الجنازة ويأتى الجمعة ويأتى أهله ولا يجالسهم(سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۳۵۹)

حدثنا أبو الأحوص ، عن أبى إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة ، عن على ، قال :إذا اعتكف الرجل فليشهد الجمعة ، وليعد المريض ، وليحضر الجنازة ، وليأت أهله ، وليأمرهم بالحاجة وهو قائمٌ(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۲۴)

[3] عن سفيان ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويحضر الجنازة ، قال مرة :ويجيب الإمام(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۳۳)

عن الشيبانى ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويشهد الجنازة ، ويخرج إلى الحاجة ، ويجيب الإمام ، وذلك أن عمرو بن حريث أرسل إليه وهو معتكف فلم يأته ، فأرسل إليه فأتاه(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۷)

حدثنا ابن فضيل ، عن مطرف ، عن الشعبى ، قال :يخرج إلى الغائط ، ويعود المريض ، ويأتى الجمعة ، ويقوم على الباب(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۹)

حدثنا يزيد بن هارون ، عن هشام ، عن الحسن ، قال :يأتى الجمعة(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۰)

عن يزيد ، عن الحسن ، قال:يأتى الغائط ، ويتبع الجنازة ، ويعود المريض(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۲)

عن يحيى ، عن أبى سلمة ، قال :المعتكف يعود المريض ، ويشهد الجمعة ، ويقوم مع الرجل فى الطريق يسائله(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۱)

مگر اکثر فقہائے کرام مسنون اعتکاف میں مریض کی عیادت اور جنازے میں شرکت کی غرض سے مسجد سے نکلنے کے لئے اجازت کے قائل نہیں، البتہ معتکف قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلے تو ضمناً مریض کی عیادت وغیرہ کی بعض حضرات نے اجازت دی ہے۔

اور اگر اعتکاف نفلی ہو، یا منذور اعتکاف میں کسی نے نذر مانتے وقت ان چیزوں کے لئے نکلنے کی زبان سے شرط لگالی ہو، تو پھر ان چیزوں کے لئے نکلنے میں حرج نہیں۔ [1]

---

[1] اور صاحبین کے نزدیک اس میں مزید بھی توسع ہے۔

وإذا مرض المعتكف فخرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل الاعتكاف إن كان اعتكافا واجبا وهذا قول أبي يوسف وقال أبو حنيفة إذا خرج ساعة من المسجد من غير عذر استقبل الاعتكاف وكذلك إذا خرج من المسجد لغير حاجة يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل اعتكافه في قول أبي يوسف (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج۲، ص۲۷۳، و۲۷۴، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قال) : وإذا خرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فكذلك الجواب؛ لأن ركن الاعتكاف قد فات فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- يفسد اعتكافه، وعند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم، وقول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى- أقيس وقولهما أوسع قالا :اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة (المبسوط للسرخسي، ج۳، ص۱۱۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وما روى عن النبي -صلى الله عليه وسلم- من الرخصة في عيادة المريض وصلاة الجنازة؛ فقد قال أبو يوسف :ذلك محمول عندنا على الاعتكاف الذي يتطوع به من غير إيجاب فله أن يخرج متى شاء ويجوز أن تحمل الرخصة على ما إذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الإنسان أو للجمعة، ثم عاد مريضا أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲، ص۱۱۴، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض، أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز بخلاف ما إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغة أنه ينتقض(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص۳۲۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وعلى هذا الخلاف إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبي حنيفة قل مكثه أو كثر، وعندهما لا ينتقض ما لم يكن أكثر من نصف يوم(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲، ص۱۱۵، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

(قوله ولا يخرج من المسجد إلا لحاجة الإنسان) وهي الغائط والبول لأنه معلوم وقوعها فلا بد من الخروج لأجلها ولا يمكث بعد فراغه من الطهور فإن مكث فسد اعتكافه عند أبي حنيفة وعندهما لا يفسد حتى يكون المكث أكثر من نصف يوم وفي نصف يوم روايتان وكذا إذا خرج من المسجد ساعة لغير عذر فسد اعتكافه عند أبي حنيفة لوجود المنافي وعندهما لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم لأن اليسير من الخروج عفو للضرورة(الجوهرة النيرة، ج۱، ص۱۴۶، باب الاعتكاف)

جہاں تک کہ معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے نکلنے کا تعلق ہے تو اگر کسی ایسی جگہ ہو، مثلاً شہر میں کہ جہاں جمعہ ضروری ہو، اور جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے، وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو، تو اس کو حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا جائز ہو جائے گا، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ اگر کسی نے مسنون اعتکاف کے شروع میں ہی ایسی چیز کے لئے نکلنے کی نیت کر لی کہ جس کے لئے اعتکاف سے نکلنا جائز نہیں تھا، مثلاً یہ کہ وہ مریض کی تیمارداری، جنازہ میں شرکت یا تدریس، تقریر اور ملازمت وغیرہ کیا کرے گا، یا اسی طرح کے کسی اور کام کاج کے لئے نکلا کرے گا، تو اس صورت میں اس کے لئے نکلنا جائز تو ہو جائے گا، مگر وہ اعتکاف نفل کہلائے گا، مسنون نہیں رہے گا، جس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کے مسئلہ میں آتی ہے۔ [1]

معتکف کا جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا

فقہائے کرام کے درمیان معتکف کے جمعہ کی نماز کے لئے نکلنے کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا ہے، جس کے مسائل حسبِ ذیل ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... بہتر یہ ہے کہ اعتکاف شہر کی ایسی مسجد میں کیا جائے جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، تاکہ جمعہ کے لئے باہر نہ جانا پڑے، اور سب کے نزدیک بالاتفاق اعتکاف ادا ہو جائے۔ [2]

---

[1] عن ابن جريج، عن رجل، عن مقسم مولى عبد الله بن الحارث قال :قال علي، وابن مسعود في المجاور :له نيته (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ٨٠٤٤، باب :للمعتكف شرطه)

عن ابن جريج قال :قلت لعطاء :أرأيت إن نذر رجل جوارا في نفسه، أينوى في نفسه حين ينذر أنه لا يصوم، وأنه يبيع، ويبتاع، ويأتي الأسواق، ويعود المريض، ويتبع الجنازة، وأنه إذا كان مطر فإنه يستكن في البيت، ويأتي الخلاء في بيته، وأنه يجاور جوارا متقطعا؟ قال :ذلك على نيته ما كانت (مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ٨٠٤٥، باب :للمعتكف شرطه)

[2] وأما الحديث الآخر إن ثبت فيحمل على الزيارة أو على بيان الأفضل فأفضل الاعتكاف أن يكون في المسجد الحرام ثم في مسجد المدينة وهو مسجد رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ثم في المسجد الأقصى ثم في المسجد الجامع ثم في المساجد العظام التي كثر أهلها وعظم.

أما المسجد الحرام ومسجد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فلما روى عن النبي -صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2......شہر کی جس مسجد میں معتکف اعتکاف کر رہا ہے اگر اس مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو، تو اس شہر کی دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے معتکف کو جانا جائز ہے، کیونکہ اس پر شہری اور مقیم ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نماز فرض ہے، جس کے لئے معتکف کا نکلنا معتبر حاجت میں داخل ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عليه وسلم -أنه قال :صلاة في مسجدي هذا تعدل ألف صلاة في غيره من المساجد ما خلا المسجد الحرام ؛ ولأن للمسجد الحرام من الفضائل ما ليس لغيره، من كون الكعبة فيه ولزوم الطواف به ثم بعده مسجد المدينة؛ لأنه مسجد أفضل الأنبياء والمرسلين صلى الله تعالى عليه وعليهم وسلم ثم مسجد بيت المقدس؛ لأنه مسجد الأنبياء -عليهم الصلاة والسلام -ولإجماع المسلمين على أنه ليس بعد المسجد الحرام ومسجد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -مسجد أفضل منه ثم المسجد الجامع؛ لأنه من مجمع المسلمين لإقامة الجمعة ثم بعده المساجد الكبار؛ لأنها في معنى الجوامع لكثرة أهلها(بدائع الصنائع، ج٢، وص١١٣، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[1] اور حنابلہ کے نزدیک بھی معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا جائز ہے، البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے لئے دوسری مسجد میں جانا جائز نہیں۔

وقال الشافعي :إذا خرج إلى الجمعة؛ بطل اعتكافه وجه قوله أن الخروج في الأصل مضاد للاعتكاف ومناف له لما ذكرنا أنه قرار وإقامة والخروج انتقال وزوال؛ فكان مبطلا له إلا فيما لا يمكن التحرز عنه كحاجة الإنسان وكان يمكنه التحرز عن الخروج إلى الجمعة بأن يعتكف في المسجد الجامع، ولنا أن إقامة الجمعة فرض؛ لقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله)والأمر بالسعي إلى الجمعة أمر بالخروج من المعتكف.

ولو كان الخروج إلى الجمعة مبطلا للاعتكاف؛ لما أمر به؛ لأنه يكون أمرا بإبطال الاعتكاف وإنه حرام؛ ولأن الجمعة لما كانت فرضا حقا لله تعالى عليه والاعتكاف قربة ليست هي عليه فمتى أوجبه على نفسه بالنذر؛ لم يصح نذره في إبطال ما هو حق لله تعالى عليه؛ بل كان نذره عدما في إبطال هذا الحق ولأن الاعتكاف دون الجمعة فلا يؤذن بترك الجمعة لأجله وقد خرج الجواب عن قوله :إن الاعتكاف لبث والخروج يبطله لما ذكرنا أن الخروج إلى الجمعة لا يبطله لما بينا (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٤، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وكذلك له الخروج إلى ما أوجبه الله تعالى عليه، مثل من يعتكف في مسجد لا جمعة فيه، فيحتاج إلى خروجه ليصلي الجمعة، ويلزمه السعي إليها، فله الخروج إليها، ولا يبطل اعتكافه .وبهذا قال أبو حنيفة.

وقال الشافعي :لا يعتكف في غير الجامع، إذا كان اعتكافه يتخلله جمعة .فإن نذر اعتكافا متتابعا،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3...... معتکف جب جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا چاہے، تو اسے ایسے وقت اپنی اعتکاف والی مسجد سے نکلنا مناسب ہے، جب اسے اندازہ ہو کہ جمعہ کی جگہ پہنچنے کے بعد وہ چار رکعت سنت ادا کرے گا تو اس کے فوراً بعد جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے گا، اور اگر اس سے کچھ پہلے جامع مسجد پہنچ گیا، تب بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا" کاللبث بعد الصلاة" [1]

مسئلہ نمبر 4...... جب معتکف کسی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے گیا ہو، تو جمعہ کے فرض پڑھنے کے بعد وہاں جمعہ کے بعد کی چار یا چھ سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن سنتوں کے بعد مزید ٹھہرنا مکروہ ہے۔

البتہ اگر کوئی جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بعد بھی اس مسجد میں ٹھہرا رہا، بلکہ باقی ماندہ اعتکاف بھی وہاں پورا کرلیا، تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا وہاں جانا ضرورت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فخرج منه لصلاة الجمعة، بطل اعتكافه، وعليه الاستئناف؛ لأنه أمكنه فرضه بحيث لا يخرج منه، فبطل بالخروج، كالمكفر إذا ابتدأ صوم الشهرين المتتابعين فى شعبان أو ذى الحجة.

ولنا، أنه خرج لواجب، فلم يبطل اعتكافه، كالمعتدة تخرج لقضاء العدة، وكالخارج لإنقاذ غريق، أو إطفاء حريق، أو أداء شهادة تعينت عليه، ولأنه إذا نذر أياما فيها جمعة، فكأنه استثنى الجمعة بلفظه .ثم تبطل بما إذا نذرت المرأة أياما فيها عادة حيضها، فإنه يصح مع إمكان فرضها فى غيرها، والأصل غير مسلم .إذا ثبت هذا، فإنه إذا خرج لواجب، فهو على اعتكافه، ما لم يطل؛ لأنه خروج لما لا بد له منه، أشبه الخروج لحاجة الإنسان .فإن كان خروجه لصلاة الجمعة، فله أن يتعجل.

قال أحمد :أرجو أن له ذلك، لأنه خروج جائز، فجاز تعجيله، كالخروج لحاجة الإنسان(المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٣، كتاب الاعتكاف)

[1] وأما وقت الخروج إلى الجمعة ومقدار ما يكون فى المسجد الجامع فذكر الكرخى وقال : ينبغى أن يخرج إلى الجمعة عند الأذان فيكون فى المسجد مقدار ما يصلى قبلها أربعا وبعدها أربعا أو ستا وروى الحسن بن زياد عن أبى حنيفة :مقدار ما يصلى قبلها أربعا وبعدها أربعا.

وهو على الاختلاف فى سنة الجمعة بعدها أنها أربع فى قول أبى حنيفة وعندهما :ستة على ما ذكرنا فى كتاب الصلاة وقال محمد :إذا كان منزله بعيدا يخرج حين يرى أنه يبلغ المسجد عند النداء وهذا أمر يختلف بقرب المسجد وبعده فيخرج فى أى وقت يرى أنه يدرك الصلاة والخطبة ويصلى قبل الخطبة أربع ركعات؛ لأن إباحة الخروج إلى الجمعة إباحة لها بتوابعها، وسننها من توابعها بمنزلة الأذكار المسنونة فيها(بدائع الصنائع، ج٢، ص ١١٤، كتاب الاعتكاف،فصل ركن الاعتكاف)

تحت ہوا تھا، اور وہ مسجد میں ہی ٹھہرا ہوا ہے، جس میں اعتکاف جائز ہے، اگرچہ وہ دوسری مسجد ہے، لیکن ایسا کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس نے جہاں اعتکاف شروع کیا تھا، وہ جگہ اس نے تبدیل کر لی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... عام گاؤں، دیہات جہاں کہ شرعی اعتبار سے جمعہ کی نماز کا حکم نہیں ہے، وہاں اعتکاف کرنے والے کو جمعہ کی نماز کے لئے شہر یا قصبے میں جانے کی اجازت نہیں، کیونکہ اس صورت میں اس پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، اس لئے جمعہ کی نماز کے لئے اس کو اپنا اعتکاف چھوڑ کر جانا درست نہیں (کذا فی: امداد الاحکام ج۲ ص ۱۴۳، کتاب الصوم، باب الاعتکاف) [2]

مسئلہ نمبر 6...... معتکف کے جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے نکلنے کے یہ احکام صرف مَردوں کے لئے ہیں، عورتوں کے لئے نہیں، کیونکہ عورتوں پر جمعہ واجب ہی نہیں، لہٰذا ان کو مسنون اعتکاف کے دوران جمعہ کی نماز کے لئے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ [3]

معتکف کا اذان دینے کے لئے نکلنا

اگر اذان دینے کی جگہ مسجد کی حدود میں ہے، اور اس میں جانے کا راستہ بھی مسجد کے اندر سے ہے، تو وہاں اذان دینے کے لئے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ اس صورت میں معتکف کا مسجد سے نکلنا نہیں پایا جاتا۔

اور اگر اذان دینے کی جگہ تو مسجد کی حدود میں ہے، لیکن اس جگہ جانے کا راستہ مسجد سے باہر

---

[1] ولا ينبغي أن يقيم في المسجد الجامع بعد صلاة الجمعة إلا مقدار ما يصلي بعدها أربعا أو ستا على الاختلاف ولو أقام يوما وليلة لا ينتقض اعتكافه، لكن يكره له ذلك أما عدم الانتقاض فلأن الجامع لما صلح لابتداء الاعتكاف؛ فلأن يصلح للبقاء أولى؛ لأن البقاء أسهل من الابتداء وأما الكراهة؛ فلأنه لما ابتدأ الاعتكاف في مسجد؛ فكأنه عينه للاعتكاف فيه، فيكره له التحول عنه مع إمكان الإتمام فيه(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۱۴، كتاب الاعتكاف،فصل ركن الاعتكاف)

[2] معتکف نے جس بستی یا گاؤں میں اعتکاف کیا ہے وہاں اگر حنفیہ کے نزدیک جمعہ واجب نہیں، تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک معتکف کو جمعہ کے لئے کسی دوسری مسجد میں جانا بھی درست نہیں۔

[3] واتفقوا على أن :لا جمعة على النساء(شرح السنة للبغوي، ج۴ص ۲۲۶، كتاب الجمعة، باب من لا تجب عليه الجمعة)

سے ہے، تو بھی معتکف مؤذن کے لئے وہاں اذان دینے کے لئے جانے سے اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ؎

؎ ولو كان رجل معتكف فى مسجد وهو مؤذن فصعد إلى المنارة لم يفسد ذلك عليه اعتكافه ولو كان باب المئذنة خارجا من المسجد لم يفسد ذلك عليه اعتكافه(الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج۲ص۲۸۷،كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ولو كان المؤذن هو المعتكف فصعد المنارة للأذان لا يفسد اعتكافه ولو كان بابها خارج المسجد (الجوهرة النيرة، ج۱،ص۱۴۷،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأذان لو مؤذنا وباب المنارة خارج المسجد(الدر المختارمع رد المحتار،ج۲ص۴۴۵ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وإن صعد المئذنة للتأذين لا يفسد اعتكافه، وإن كان باب المئذنة خارج المسجد، كذا ذكر فى الأصل ، وفى أمالى الحسن بن زياد عن أبى حنيفة أنه يبطل اعتكافه (المحيط البرهانى، ج۲، ص۴۰۶، كتاب الصوم، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

(قال)وصعود المعتكف على المئذنة لا يفسد اعتكافه أما إذا كان باب المئذنة فى المسجد فهو والصعود على سطح المسجد سواء وإن كان بابها خارج المسجد فكذلك من أصحابنا من يقول: هذا قولهما فأما عند أبى حنيفة -رضى الله عنه -فينبنى أن يفسد اعتكافه للخروج من المسجد من غير ضرورة والأصح أنه قولهم جميعا واستحسن أبو حنيفة هذا؛ لأنه من جملة حاجته فإن مسجده إنما كان معتكفا لإقامة الصلاة فيه بالجماعة، وذلك إنما يتأتى بالأذان وهو بهذا الخروج غير معرض عن تعظيم البقعة أصلا بل هو ساع فيما يزيد فى تعظيم البقعة فلهذا لا يفسد اعتكافه(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۱۲۶، باب الاعتكاف)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مؤذنِ راتب ہی کے لئے صعود کی اجازت ہے۔

ولا بأس أن يعتكف المؤذن ويصعد المنارة كانت داخلة المسجد أو خارجة منه(كتاب الأم للشافعى،ج۲ص۱۱۵،كتاب الاعتكاف)

(الحال الثانى) أن لا يكون بابها فى المسجد ولا رحبته المتصلة به بل تكون منفصلة عنهما فلا يجوز للمعتكف الخروج إليها لغير الأذان بلا خلاف وفى المؤذن أوجه (أصحها) لا يبطل فى المؤذن الراتب فى المسجد ويبطل فى غيره(المجموع شرح المهذب،ج۶،ص۵۰۶،كتاب الاعتكاف)

''الاصل'' اور ''درِمختار'' اور ''جوہرہ'' کی مذکورہ عبارات میں منارہ پر صعود کے لئے ''مؤذن'' کی قید ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اجازت مؤذن کے لئے ہے، اور ''محیط'' کی عبارت میں منارہ پر اذان کے لئے چڑھنے کا ذکر ہے، جبکہ ''مبسوط سرخسی'' کی عبارت اور اس کی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے لئے معتکف کا اس مسجد کے منارہ پر صعود منجملہ حاجاتِ معتکف میں سے ہے، کیونکہ اس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا معتکف کی دینی ضرورت ہے، اور یہ مقصود اذان سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا اذان کے لئے صعود اس مسجد کی تعظیم میں اضافہ کا باعث ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی معتکف با قاعدہ مؤذن تو نہیں، لیکن اذان دینے کے لئے جانا چاہے، تو بعض حضرات کے نزدیک اس کو بھی اذان دینے کے لئے جانے کی گنجائش ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اذان دینے کے لئے صعود جائز ہے، خواہ وہ با قاعدہ مؤذن ہو یا غیر مؤذن، لیکن اذان دینا مقصود ہو، اور نماز باجماعت پڑھنا معتکف کی اذان کے مقابلہ میں زیادہ اہم ضرورت ہے، پس اس تعلیل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر معتکف مسجد کے نیچے یا اوپر والی منزل میں ہو، اور نماز باجماعت کسی دوسری منزل میں ہو، تو اس کو نماز کے لئے بھی جانا جائز ہو، جبکہ راستہ باہر سے ہو، کیونکہ نماز باجماعت معتکف کی اذان سے اہم حاجت ہے، اور اذان بھی جماعت ہی کے لئے دی جاتی ہے، بالخصوص جبکہ اعتکاف کے لئے مسجدِ جماعت کو شرط قرار نہ دیا جائے، لیکن نماز کے لئے اس طرح خروج کی صراحت نہیں دیکھی۔

[1] قاضی خان نے صحیح اس کو قرار دیا ہے کہ ''مئذنہ پر صعود سے مطلقاً اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خواہ مؤذن صعود کرے یا غیر مؤذن، علامہ ابنِ ہمام وغیرہ نے اس قول کو امام صاحب کے مذہب کے زیادہ موافق قرار دیا ہے، اور صاحبِ بدائع نے ''مئذنہ'' پر صعود کو مطلقاً غیر مفسِد قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مئذنہ مسجد کا حصہ ہے۔

وصعود المئذنة إن كان بابها في المسجد لا يفسد الاعتكاف وأن كان الباب خارج المسجد فكذلك في ظاهر الرواية قال بعضهم هذا في المؤذن لأن خروجه للأذان مستثنى عن الإيجاب أما في غير المؤذن يفسد الاعتكاف لأن الخروج من المسجد وإن كان ساعة يفسد الاعتكاف في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى والصحيح إن هذا قول الكل في حق الكل(فتاویٰ قاضيخان، ج ا ص ٢ ٦ ١ ، كتاب الصوم)

وصعود المئذنة إن كان بابها من خارج المسجد لا يفسد في ظاهر الرواية .وقال بعضهم :هذا في حق المؤذن لأن خروجه للأذان معلوم فيكون مستثنى .أما غيره فيفسد اعتكافه، وصحح قاضي خان أنه قول الكل في حق الكل، ولا شك أن ذلك القول أقيس بمذهب الإمام(فتح القدير ج ٢ ص ٦ ٩ ٣، باب الاعتكاف)

ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف وإن كان باب المئذنة خارج المسجد؛ لأن المئذنة من المسجد .ألا ترى أنه يمنع فيه كل ما يمنع في المسجد من البول ونحوه ولا يجوز بيعها فأشبه زاوية من زوايا المسجد(بدائع الصنائع، ج ٢، ص ٥ ١ ١ ، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

مگر ہمیں ''الاصل'' کی عبارت میں یہ اطلاق نہیں ملا، بلکہ اس میں مؤذن کی قید ہے، لہٰذا سب کے حق میں صعود کی اجازت کو امام صاحب کے مذہب کے زیادہ موافق قرار دینا سمجھ نہیں آیا، بالخصوص جبکہ اس اطلاق سے اذان کے علاوہ بھی صعود سے اعتکاف کا فاسد نہ ہونا لازم آتا ہے، اور پھر اس میں مئذنہ کی بھی کوئی قید نہ ہونی چاہئے، بلکہ کوئی معتکف مسجد کے اوپر یا نیچے والی منزل میں آمد و رفت کرے، جبکہ راستہ باہر سے ہو، تب بھی اعتکاف فاسد نہیں ہونا چاہئے، حالانکہ امام صاحب کے نزدیک ایک لمحہ کے لئے خروج بھی مفسد ہے، اور صرف مؤذن کے حق میں اس کی اجازت کی دلیل بھی معقول ہے، البتہ اگر فتاویٰ قاضی خان کے اس قول کو مؤذن اور غیر مؤذن کے حق میں صرف اذان دینے کی غرض سے صعود تک محدود رکھا جائے، تو زیادہ قابلِ اشکال بات نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اذان دینا غرض نہ ہوتو وہاں جانا جائز نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اذان دینے والی جگہ اور اس کا راستہ اگر مسجد کے اندر ہو، تو وہاں مؤذن اور غیر مؤذن کے اذان یا غیرِ اذان کے لئے جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اور اگر اذان والی جگہ تو مسجد میں ہو، مگر اس کا راستہ مسجد سے باہر سے ہو، تو اگر معتکف باقاعدہ مؤذن ہو، تو بھی اس کو وہاں اذان کے لئے جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، اور اگر غیر مؤذن ہو، مگر وہ اذان کے لئے جائے، تو بعض حضرات کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے، اور اگر اذان کے لئے نہ جائے، تو راجح یہ ہے کہ وہاں جانا جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے صاحبِ درمختار کے مؤذن کی قید کو پہلے تو قولِ ضعیف قرار دیا، اور مؤذن اور غیر مؤذن میں فرق نہ ہونے کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس کے بعد بدائع کی عبارت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب مئذنہ کا راستہ مسجد سے خارج ہو، اور اذان کی غرض سے اس کی طرف صعود کے لئے خروج کیا جائے، اور منارہ اگرچہ مسجد کا حصہ ہے، لیکن اس کے دروازہ کی طرف خروج جب اذان کے لئے نہیں ہوگا، تو وہ خروج بلا عذر کہلائے گا، پھر اس کے بعد صاحبِ درمختار کے اذان کی قید کے قولِ ضعیف پر تفریع نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مئذنہ کا راستہ مسجد سے خارج ہو، تو اذان ہی کے لئے صعود جائز ہے، خواہ وہ باضابطہ مؤذن ہو یا دوسرا شخص ہو، لیکن خروج اذان کے لئے ہو۔

(قوله لو مؤذنا) هذا قول ضعيف والصحيح أنه لا فرق بين المؤذن وغيره كما في البحر والإمداد ح (قوله وباب المنارة خارج المسجد) أما إذا كان داخله فكذلك بالأولى قال في البحر :وصعود المئذنة إن كان بابها في المسجد لا يفسد وإلا فكذلك في ظاهر الرواية اهـ ولو قال الشارح وأذان ولو غير مؤذن وباب المنارة خارج المسجد لكان أولى ح.

قلت :بل ظاهر البدائع أن الأذان أيضا غير شرط فإنه قال :ولو صعد المنارة لم يفسد بلا خلاف وإن كان بابها خارج المسجد لأنها منه لأنه يمنع فيها من كل ما يمنع فيه من البول ونحوه فأشبه زاوية من زوايا المسجد اهـ لكن ينبغي فيما إذا كان بابها خارج المسجد أن يقيد بما إذا خرج للأذان لأن المنارة وإن كانت من المسجد، لكن خروجه إلى بابها لا للأذان خروج منه بلا عذر وبهذا لا يكون كلام الشارح مفرعا على الضعيف ويكون قوله وباب المنارة إلخ جملة حالية معتبرة المفهوم فافهم (ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۵ وص۴۴۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] ملحوظ رہے کہ فقہائے کرام کی یہ تمام تر بحث اسی مسجد کے منارہ پر صعود سے متعلق ہے، جس میں معتکف اعتکاف میں ہے، لہٰذا بعض حضرات کا مطلقاً یہ سمجھ لینا کہ اذان دینے کی غرض سے مسجد سے نکلنے سے خواہ اذان دینے کی جگہ مسجد سے باہر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بھول کر، جبر واکراہ یا غلطی ومعذوری سے مسجد سے نکلنے کا حکم

اگر کوئی معتکف بھول کر یا بیماری وغیرہ کے عذر سے یا جان، مال کے خطرے کے پیشِ نظر یا کسی کے جبر واکراہ اور زور زبردستی کرنے سے مسجد سے نکل جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اگرچہ اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ اعتکاف کے دوران کوئی ایسی بیماری پیدا ہوجائے کہ جس کا علاج معالجہ یا دوا دارو مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں، یا معتکف ایسا سخت بیمار ہوجائے کہ جس کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرنا یا روزہ رکھنا یا روزہ پورا کرنا مشکل ہوجائے، یا کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا ضروری ہوجائے، یا معتکف کو مسجد میں رہتے ہوئے اپنی جان یا مال کا قوی خطرہ لاحق ہوجائے یا گھر میں کسی کی جان، مال، عزت وآبرو، کا واقعی خطرہ پیدا ہوجائے جس کے لئے مسجد سے نکلنا ضروری ہوجائے، یا معتکف کو حکومت کی طرف سے گرفتار کر کے باہر لے جایا جائے، یا کسی میت پر دوسرا جنازہ پڑھنے والا نہ ہو، اور اس کو جنازہ پڑھنا ضروری ہوجائے، یا کوئی شخص غلط فہمی سے مسجد سے باہر نکل جائے (خواہ وہ یہ سمجھے کہ جس جگہ وہ گیا ہے، وہ مسجد میں داخل ہے، حالانکہ وہ جگہ مسجد میں داخل نہیں) تو ان سب صورتوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسجد سے نکلنے سے اعتکاف تو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا۔

تاہم پھر بھی معتکف کو بامرِ مجبوری مسجد سے نکلنے اور اعتکاف فاسد کرنے سے پہلے اچھی طرح

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ہو، اور خواہ وہ کتنی دور بلکہ کسی اور مسجد میں جائے، مطلقاً اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، یہ غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے اولاً تو یہ بحث صعود سے متعلق کی ہے، نہ کہ خروج سے متعلق، البتہ صعود کے لئے خروج کو بعض جہات سے گوارا کیا ہے، دوسرے اسی مسجد کے مئذنہ تک بحث کا دائرہ محدود رکھا ہے، اور مئذنہ کو مسجد میں داخل مانا ہے، پھر اگر کسی دور دراز بلکہ کسی دوسری مسجد میں بھی اذان کے لئے خروج کی اجازت دی جائے، تو اس میں اذان کی قید کی کوئی تخصیص باقی نہیں رہ جاتی، تعلیم وتعلّم، امامت، غسلِ جمعہ اور دوسرے عبادت کے کاموں کے لئے بھی اجازت ہونی چاہئے۔ محمد رضوان۔

غور وفکر اور مشورہ کر لینا مناسب ہے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ اگر کسی شدید مجبوری کے پیشِ نظر مسجد سے نکلنا پڑے، مثلاً مسجد منہدم ہونے لگے، یا اس کو زبردستی وہاں سے نکالا جانے لگے، یا وہاں جان، مال کا خطرہ لاحق ہوجائے، اور معتکف اس مسجد سے نکل کر کسی اور جگہ ٹھہرے بغیر سیدھا کسی اور مسجد میں داخل ہوجائے، اور وہیں بقیہ اعتکاف پورا کر لے، تو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بلکہ مکمل اور پورا ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] اور یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، جبکہ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک نصف یوم یا اس سے کم وقت کے لئے نکلنے پر اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ بامرِ مجبوری نکلے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وعلى هذا الخلاف إذا خرج ساعة بعذر المرض لأن الخروج بعذر المرض لم يصر مستثنى عن الإيجاب لأنه خرج بغير عذر إلا أنه لم يأثم في الخروج بعذر المرض وكذا إذا خرج بغير عذر ناسياً فسد اعتكافه وإن كان ساعة في أبي حنيفة رحمه الله تعالى وكذا إذا انهدم المسجد فانتقل إلى مسجد آخر أو أخرجه السلطان مكرهاً أو أخرجه الغريم ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وإذا جامع المعتكف امرأته ليلاً أو نهاراً عامداً أو ناسياً فسد اعتكافه وإن كان الجماع ناسياً لا يفسد الصوم(فتاوى قاضي خان، ج ا ،ص ۱۶۲ ،كتاب الصوم)

(قوله كما حققه الكمال) حيث قال والذي في الخانية والخلاصة أنه لو خرج ناسيا أو مكرها أو لبول فحبسه الغريم ساعة أو لمرض فسد عنده، وعلل في الخانية المرض بأنه لا يغلب وقوعه فلم يصر مستثنى عن الإيجاب فأفاد الفساد في الكل وعلى هذا يفسد لو لا عادة مريض أو شهود جنازة وإن تعينت عليه إلا أنه لا يأثم كما في المرض بل يجب، كما في الجمعة ولا يفسد بها لأنها معلوم وقوعها فكانت مستثناة، وعلى هذا إذا خرج لإنقاذ غريق أو حريق أو جهاد عم نفيره فسد، ولا يأثم وكذا إذا انهدم المسجد ونص عليه في الخانية وغيرها وكذا تفرق أهله وانقطاع الجماعة منه ونص الحاكم في الكافي فقال .وأما قول أبي حنيفة :فاعتكافه فاسد إذا خرج ساعة لغير غائط أو بول أو جمعة اهـ ملخصا(رد المحتار، ج ۲، ص ۴۴۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

حنفیہ کے نزدیک خطا سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، حالانکہ روزہ کی حالت، حالتِ مذکرہ نہیں، اس کا تقاضا یہ ہے کہ خطا سے اعتکاف بدرجہ اولیٰ فاسد ہوجائے گا، اسی طرح جہالت بھی عذر نہیں، اس لئے جہالت سے کوئی مفسدِ اعتکاف عمل کر لینے یا پائے جانے سے بھی حنفیہ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، البتہ ان صورتوں میں رفع اثم ہوجاتا ہے، کمافی الصوم۔

[2] **فإن خرج من المسجد الذي يعتكف فيه لعذر بأن انهدم المسجد أو أخرجه السلطان مكرها أو غير السلطان فدخل مسجدا آخر غيره من ساعته؛ لم يفسد اعتكافه استحسانا والقياس أن يفسد وجه القياس أنه وجد ضد الاعتكاف وهو الخروج الذي هو ترك الإقامة فيبطل كما لو خرج عن اختيار .وجه الاستحسان أنه خرج من غير ضرورة أما عند انهدام المسجد فظاهر؛ لأنه لا يمكنه**

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ تفصیل تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تھی، اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک بھول کر مسجد سے نکلنے یا کسی کے زبردستی نکال دینے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاعتكاف فيه بعد ما انهدم؛ فكان الخروج منه أمرا لا بد منه بمنزلة الخروج لحاجة الإنسان وأما عند الإكراه؛ فلأن الإكراه من أسباب العذر فى الجملة، فكان هذا القدر من الخروج ملحقا بالعدم كما إذا خرج لحاجة الإنسان وهو يمشى مشيا رفيقا(بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٤، وص١١٥، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

(فإن خرج) من المسجد ولو ناسيا (ساعة بلا عذر فسد) اعتكافه عند الإمام لوجود المنافى، ولو قليلا وهو القياس أما لو خرج بعذر شرعى كانهدام المسجد أو تفرق أهله بحيث بطلت الجماعة منه أو لإخراج ظالم له كرها أو لخوف على نفسه أو ماله من المكابرين فدخل آخر من ساعته لم يفسد اعتكافه استحسانا وفيه إشارة إلى أنه لا يخرج لعيادة المريض ومجلس العلم وصلاة الجنازة وإنجاء الغريق والحريق والجهاد ولو كان النفير عاما وأداء الشهادة فإنه يفسد ولكن لا يأثم كما فى أكثر المعتبرات .وفى الجوهرة فحكم بعدم الفساد فيما إذا تعينت عليه الشهادة وعلى هذا الجنازة إذا تعينت .(وعندهما لا يفسد ما لم يكن) الخروج (أكثر اليوم) وهو الاستحسان؛ لأن فى القليل ضرورة ولا ضرورة فى الكثير وقوله أقيس وقولهما أيسر للمسلمين هذا كله فى الاعتكاف الواجب وأما فى النفل فلا بأس بأن يخرج بعذر وبغير عذر(مجمع الانهر، ج١ ص٢٥٧، باب الاعتكاف)

وبقى أعذار أخر مختلف فيها أحببت ذكرها تتميما للفائدة ما إذا خرج لانهدام المسجد أو أخرجه السلطان كرها فدخل آخر من ساعته لم يفسد اعتكافه استحسانا نص عليه فى المحيط والمبتغى والجوهرة، وكذا قال الزيلعى لو انهدم المسجد أو تفرق أهله لعدم الصلوات الخمس أو أخرجه ظالم كرها أو خاف على نفسه أو ماله من المكايرين فخرج إلى مسجد آخر لا يفسد اعتكافه اهـ (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج١ ص٢١٤، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

صرح فى البدائع فى مسألتى الانهدام والإكراه بأنه لا يفسد إذا دخل مسجدا آخر من ساعته استحسانا فقوله :من ساعته صريح فى أنه على قول الإمام.

والحاصل :أن مذهب الإمام الفساد بالخروج إلا لبول أو غائط أو جمعة كما مر التصريح به عن كافى الحاكم وعليه ما مر عن الخانية والخلاصة والفتح وأن بعض المشايخ استحسن عدمه فى بعض المسائل وكأنه فى الخانية لم ير هذا الاستحسان وجيها لأن انهدام المسجد لا يخرجه عن كونه معتكفا بناء على القول بأن إقامة الخمس فيه بالجماعة غير شرط كما مر فى أول الباب (رد المحتار على الدر المختار، ج٢، ص٤٤٨، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] وإن خرج من المسجد ناسيا لم يبطل اعتكافه لقوله صلى الله عليه وسلم "رفع عن أمتى الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه "ولأنه لو أكل فى الصوم ناسيا لم يبطل فكذلك إذا خرج من الاعتكاف ناسيا لم يبطل وإن خرج مكرها محمولا لم يبطل اعتكافه للخبر(المجموع شرح المهذب، ج٦ ص٥٢٠، كتاب الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی کو ایسی بیماری لاحق ہوجائے کہ اس کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرنا ممکن نہ رہے، اور مسجد سے باہر جانے کی ضرورت پیش آجائے، تو بقدرِ ضرورت مسجد سے باہر جانے اور ٹھہرنے کی وجہ سے حنابلہ کے نزدیک اور شافعیہ کے اصح قول کے مطابق اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

معتکف کا گواہی دینے کے لئے جانے کا حکم

اگر کسی معتکف کو گواہی دینے کے لئے مسجد سے باہر جانا پڑے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (وإن خرج) المعتكف (من المسجد ناسيا لم يبطل) اعتكافه لحديث عفى لأمتى عن الخطإ والنسيان وما استكرهوا عليه (ويبنى) على اعتكافه (إذا زال العذر فى الكل) أى: كل ما تقدم أن الاعتكاف لا يبطل فيه(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج٢ ص٣٥٨، كتاب الصيام، باب الاعتكاف واحكام المسجد)

و الخروج فى حالة النسيان: ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج من المسجد عمدا أو سهوا يبطل الاعتكاف .وعللوا ذلك بأن حالة الاعتكاف مذكرة، ووقوع ذلك نادر، وإنما يعتبر العذر فيما يغلب وقوعه .وذهب الشافعية والحنابلة إلى عدم البطلان إذا خرج ناسيا، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :عفى لأمتى عن الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥ص ٢٢٢، مادة"اعتكاف")

الخروج حالة الإكراه:اتفق الفقهاء على أن الخروج بسبب الإكراه لحكومة لا يفسد الاعتكاف قبل تمام الاعتكاف .إلا أن الحنفية أطلقوا القول بأن الإكراه لا يفسد الاعتكاف إذا دخل المعتكف مسجدا آخر من ساعته .وهذا استحباب منهم، أما إذا لم يدخل مسجدا آخر، فيبقى الحكم على أصل القياس وهو البطلان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥ص ٢٢٤، مادة"اعتكاف")

[1] الخروج للمرض. المرض على قسمين :المرض اليسير الذى لا تشق معه الإقامة فى المسجد كصداع وحمى خفيفة وغيرهما لا يجوز معه الخروج من المسجد إذا كان اعتكافه منذورا متتابعا، فإن خرج فسد اعتكافه لأنه غير مضطر إليه.أما المرض الشديد الذى يتعذر معه البقاء فى المسجد، أو لا يمكن البقاء معه فى المسجد، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب، فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لاعتكافه، ففى الفتاوى الهندية :إذا خرج ساعة بعذر المرض فسد اعتكافه .هكذا فى الظهيرية .علما بأن مذهب أبى يوسف ومحمد اعتبار نصف النهار كما تقدم. وذهب المالكية والحنابلة إلى أنه لا يبطل ولا ينقطع به التتابع، ويبنى على ما مضى إذا شفى، وهو الأصح عند الشافعية .وكذلك إذا كان المرض مما يتلوث به المسجد كالقىء ونحوه فإنه لا ينقطع به التتابع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٥ص ٢٢٣، مادة"اعتكاف")

[2] اور صاحبین کے نزدیک نصف یوم یا اس سے کم وقت کے لئے نکلنے کی صورت میں اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک لمحہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنے یا ٹھہرنے کا حکم

اگر مسجد سے بلا اُس ضرورت کے، جس کے لئے نکلنے کو شریعت جائز قرار دیتی ہے، کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی نکل جائے، یا نکلا تو معتبر ضرورت کے لئے ہو، مگر بلا ضرورت ایک لمحہ کے لئے بھی باہر ٹھہر جائے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

جبکہ صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک جب تک نصف یوم سے زائد کی تاخیر نہ ہو، اس وقت تک اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خاص کر جبکہ ضرورتاً اور مجبوراً ایسا کرنا پڑا ہو، اور صاحبین کے نزدیک یہ حکم ان تمام صورتوں میں ہے، جو پہلے ذکر کی گئیں، یعنی بھول کر نکلنے، بیماری میں نکلنے اور گواہی وغیرہ دینے کے لئے نکلنے کی صورت میں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور مالکیہ کے نزدیک اگر اس پر متعین طریقہ سے گواہی واجب ہو، بایں طور کہ اس کے علاوہ وہاں کوئی دوسرا گواہی کے لئے موجود نہ ہو، یا اس کے بغیر گواہی کا نصاب مکمل نہ ہوتا ہو، تب بھی معتکف کو مسجد سے نہیں نکلنا چاہئے، بلکہ مسجد میں رہ کر ہی گواہی دے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک جب اس پر گواہی متعین ہو جائے، تو اس کو خروج لازم ہے، اور عدمِ خروج سے وہ گناہ گار ہے، اور ایسی صورت میں اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الخروج لأداء الشهادة: ذهب الحنفية والمالكية إلى أن الخروج لأجل الشهادة مفسد للاعتكاف. وصرح المالكية بأن من وجبت عليه شهادة، بألا يكون هناك غيره، أو لا يتم النصاب إلا به، لا يخرج من المسجد لأدائها، بل يجب أن يؤديها في المسجد إما بحضور القاضي، أو تنقل عنه.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يلزمه الخروج لأداء الشهادة متى تعينت عليه ويأثم بعدم الخروج، وكذلك التحمل للشهادة إذا تعين، فيجوز له الخروج ولا يبطل اعتكافه بذلك الخروج، لأنه خروج واجب على الأصح عند الشافعية، أما إذا لم تتعين عليه، فيبطل اعتكافه بالخروج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ ص ۲۲۳، مادة"اعتكاف")

[1] ولو خرج المعتكف عن المسجد بغير عذر ساعة بطل اعتكافه في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وعندهما لا يبطل حتى يكون أكثر من نصف يوم(فتاوى قاضي خان، ج ۱،ص ۱۶۲، كتاب الصوم)

فإن خرج من المسجد لغير عذر؛ فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة وإن كان ساعة، وعند أبي يوسف ومحمد لا يفسد حتى يخرج أكثر من نصف يوم قال محمد :قول أبي حنيفة أقيس وقول أبي يوسف أوسع .وجه قولهما أن الخروج القليل عفو وإن كان بغير عذر بدليل أنه لو خرج لحاجة الإنسان وهو يمشي متأنيا؛ لم يفسد اعتكافه وما دون نصف اليوم؛ فهو قليل فكان عفوا، ولأبي حنيفة أنه ترك الاعتكاف باشتغاله بضده من غير ضرورة فيبطل اعتكافه لفوات الركن، وبطلان الشيء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بحالتِ اعتکاف بے ہوشی یا جنون طاری ہونے کا حکم

اگر اعتکاف کی حالت میں کسی پر بیہوشی یا جنون طاری ہوجائے، لیکن وہ مسجد ہی میں رہے، اور اعتکاف کی کوئی خلاف ورزی نہ پائی جائے، تو صرف بے ہوش ہونے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

البتہ اگر کسی کا جنون یا بے ہوشی اتنی طویل ہوجائے کہ اِس کی وجہ سے معتکف کے روزہ کی نیت کرنا درست ومعتبر نہ رہے، تو پھر حنفیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، اور جس صورت میں روزہ کی نیت معتبر نہیں، اس صورت میں روزہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف بھی درست نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بفوات ركنه يستوى فيه الكثير والقليل كالأكل فى باب الصوم وفى الخروج لحاجة الإنسان ضرورة .وأحوال الناس فى المشى مختلفة لا يمكن ضبطها فسقط اعتبار صفة المشى وههنا لا ضرورة فى الخروج وعلى هذا الخلاف إذا خرج لحاجة الإنسان ومكث بعد فراغه أنه ينتقض اعتكافه عند أبى حنيفة قل مكثه أو كثر، وعندهما لا ينتقض ما لم يكن أكثر من نصف يوم(بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۵، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

[1] (قال) : وإذا أغمى على المعتكف أياما أو أصابه لمم فعليه إذا برء أن يستقبل الاعتكاف؛ لأن ما هو شرط الأداء وهو الصوم قد انعدم بتطاول الإغماء فعليه الاستقبال فإن صار معتوها ثم أفاق بعد سنين ففى القياس ليس عليه قضاء الاعتكاف كما لا يلزمه قضاء الفرائض لسقوط الخطاب عنه بالعته وفى الاستحسان عليه القضاء ؛ لأن سبب الالتزام تقرر قبل العته فكان بمنزلة الفرائض التى لزمته بتقرر السبب قبل العته وهذا؛ لأنه بالعته لم يخرج من أن يكون أهلا للعبادة فإنه أهل لثوابها فبقيت ذمته صالحة للوجوب فيها فيما تقرر سببه(المبسوط للسرخسى، ج۳، ص۱۲۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ونفس الإغماء لا يفسده بلا خلاف حتى لا ينقطع التتابع ولا يلزمه أن يستقبل الاعتكاف إذا أفاق، وإن أغمى عليه أياما أو أصابه لمم؛ فسد اعتكافه وعليه إذا برأ أن يستقبل؛ لأنه لزمه متتابعا وقد فاتت صفة التتابع فيلزمه الاستقبال كما فى صوم كفارة الظهار فإن تطاول الجنون وبقى سنين ثم أفاق :هل يجب عليه أن يقضى أو يسقط عنه؟ ففيه روايتان :قياس، واستحسان نذكرهما فى موضعهما إن شاء الله تعالى ولو سكر ليلا؛ لا يفسد اعتكافه عندنا، وعند الشافعى يفسد.

وجه قوله أن السكران كالمجنون والجنون يفسد الاعتكاف فكذا السكر.

(ولنا) أن السكر ليس إلا معنى له أثر فى العقل مدة يسيرة فلا يفسد الاعتكاف ولا يقطع التتابع كالإغماء (بدائع الصنائع، ج۲ص۱۱۶، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

معتکف کے بھول کر کھانے پینے یا جماع وغیرہ کرنے کا حکم

مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، اس لئے اگر کوئی روزہ نہ رکھے، یا روزہ رکھ کر توڑ دے، تو اس سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی روزہ کی حالت میں بھول کر کھائے پیئے، تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اس لئے اعتکاف کے دوران روزہ کی حالت میں اگر کوئی بھول کر کھا پی لے، تو اس سے نہ تو اس کا روزہ فاسد ہوتا، اور نہ اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوتا۔ [1]

اور اعتکاف کی حالت میں جماع اور بوس وکنار سے پرہیز کرنے کا حکم ہے، اگر کوئی معتکف اعتکاف کی حالت میں جماع کر لے یا بوس وکنار کر کے منی خارج کر دے، اور وہ یہ عمل بھولے سے کرے یعنی اُسے اپنا اعتکاف یاد نہ ہو، تب بھی حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ [2]

---

[1] یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کو توڑنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں ایک وہ کہ براہِ راست اعتکاف کو توڑ دیتی ہیں (جیسے بلاضرورتِ معتبرہ کے اعتکاف گاہ سے باہر نکلنا، جماع کر لینا وغیرہ) اور بعض چیزیں وہ ہیں جو براہِ راست تو اعتکاف کو نہیں توڑتیں لیکن وہ چیزیں کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہیں (جیسے روزہ) لہٰذا اگر وہ شرائط نہ پائی جائیں تو بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اعتکاف تو حنفیہ کے نزدیک بھول کر غلطی سے بھی ٹوٹ جاتا ہے، لیکن روزہ بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا، لہٰذا اگر کسی نے بھول کر روزہ میں کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹا تو اس کی وجہ سے اعتکاف بھی نہیں ٹوٹے گا، اور جس صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس صورت میں سنت اعتکاف بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(قوله ولا بأكل ناسيا إلخ) والأصل أن ما كان من محظورات الاعتكاف وهو ما منع منه لأجل الاعتكاف لا لأجل الصوم لا يختلف فيه العمد والسهو والنهار والليل؛ كالجماع والخروج من المسجد وما كان من محظورات الصوم وهو ما منع منه لأجل الصوم يختلف فيه العمد والسهو والليل والنهار كالأكل والشرب بدائع(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤٠٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھولے سے جماع کرنے کا حکم روزہ کی طرح ہے، یعنی جس طرح بھولے سے جماع کرنے یا کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، اسی طرح اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوتا۔

اور ابنِ سماعہ کی اصحابِ احناف سے ایک روایت بھی یہی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معتکفین کی سہولت کے لئے ایک مفید بات

جس مسجد میں ایک سے زیادہ معتکف اعتکاف کررہے ہوں، وہاں اگر یہ انتظام کرلیا جائے کہ کوئی ایک شخص نفلی اعتکاف کی نیت کے ساتھ اعتکاف کرے اور وہ ضرورت پڑنے پر دوسروں کی خدمت کرے اور باہر کے کام بھی انجام دے، اور مسجد کی دیگر ضروریات مثلاً

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما بيان ما يفسد الاعتكاف فمن ذلك ما لو جامع فى الاعتكاف ليلا أو نهارا ناسيا أو عامدا فإنه يفسد الاعتكاف لأنه من محظورات الاعتكاف قال الله تعالى (ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فى المساجد)ولهذا إنه إذا خرج من المسجد ناسيا للاعتكاف يفسد اعتكافه فالنسيان لم يجعل عذرا فى باب الاعتكاف وفى باب الصوم جعل عذرا بالنص الخاص(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ، ص ۳۷۴، و۳۷۵، باب الاعتكاف)

ويحرم على المعتكف الجماع ودواعيه نحو المباشرة والتقبيل واللمس، الليل والنهار فى ذلك على السواء ، وبالجماع يفسد الاعتكاف على كل حال، واللمس والمباشرة تفسد الاعتكاف إذا أنزل، وإذا لم ينزل لا يفسد اعتكافه، ولو نظر فأنزل لم يفسد اعتكافه، والجماع ناسياً يفسد الاعتكاف كالجماع عامداً، والأكل ناسياً لا يفسد الاعتكاف؛ لأن الأكل ليس من محظورات الاعتكاف، بل هو من محظورات الصوم،ولهذا تؤقت حرمته بحرمة الصوم وهو النهار وبالأكل ناسياً لا يفسد الصوم، فلا يفسد الاعتكاف بخلاف الجماع؛ لأن الجماع من محظورات الاعتكاف، قال الله تعالى :(ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فى المساجد)فيستوى فيه العامد والناسى كما فى الإحرام(المحيط البرهانى ،كتاب الصوم،الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

(قوله فى الأصح) قال فى الشرنبلالى :ولم يفسده الشافعى بالوطء ناسيا، وهو رواية ابن سماعة عن أصحابنا اعتبارا له بالصوم كذا فى البرهان .اهـ(رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص۴۰۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(فرع) فى مذاهب العلماء فى جماع المعتكف ناسيا. قد ذكرنا أنه لا يفسد اعتكافه عندنا وبه قال داود وقال مالك وأبو حنيفة وأحمد يفسد. دليلنا الحديث الذى ذكره المصنف وقد سبق أنه حديث حسن وهو عام على المختار فيحتج بعمومه إلا ما خرج بدليل كغرامة المتلفات وغيرها (المجموع شرح المهذب، ج۶، ص۵۲۷،كتاب الاعتكاف)

واختلفوا فى الجماع ناسيا، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة، إلى أنه إن جامع المعتكف ليلا أو نهارا عامدا أو ناسيا بطل اعتكافه؛ لأن ما حرم فى الاعتكاف استوى عمده وسهوه فى إفساده كالخروج من المسجد.وقال الشافعية :إن جامع ناسيا فلا يبطل اعتكافه .أما التقبيل واللمس بشهوة فهو حرام، ويفسد اعتكافه إن أنزل لعموم آية :(ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فى المساجد) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص۲۷۶،مادة"اعتكاف"الرفث فى الاعتكاف)

دروازہ بند کرنا اور کھولنا وغیرہ پوری کرلے، تو اس سے سب کو آسانی حاصل ہوجائے گی، اور اس خدمت کرنے والے شخص کو امید ہے کہ دوسروں کی خدمت کرنے اور ان کا اعتکاف صحیح انجام دلوانے کا معاون وذریعہ بننے کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب وفضیلت حاصل ہوگی۔ [1]

معتکف کا عیدُ الفطر کی رات مسجد میں گزارنا

رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف کا وقت رمضان کے آخری دن کا سورج غروب ہونے یا دوسرے لفظوں میں شوال کی رات شروع ہوجانے پر ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر رمضان کے انتیس دن گزرنے کے بعد سورج غروب ہونے پر شوال کا چاند نظر آ گیا، یا اس دن چاند نظر نہیں آیا، اس لئے رمضان کے تیس دن مکمل کئے گئے، تو رمضان کے تیس دن گزرنے کے بعد سورج غروب ہونے پر مسنون اعتکاف مکمل ہوجاتا ہے، اور اس کے بعد معتکف کو اعتکاف سے نکلنا جائز ہوجاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی اس کے بعد بھی مسجد میں ٹھہرا رہنا چاہے، تو یہ نفل اعتکاف کہلائے گا، بعض صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے معتکف کے لئے مسجد میں جو عید کی رات گزارنے کا مستحب ہونا مروی ہے، وہ مستحب ونفلی اعتکاف کے طور پر ہے۔

چنانچہ جلیلُ القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

---

[1] عن ابن شهاب أن سالما أخبره أن عبد الله بن عمر رضى الله عنهما، أخبره :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه، ومن كان فى حاجة أخيه كان الله فى حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة، فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة(بخارى، رقم الحديث ٢٤٤٢،باب :لا يظلم المسلم المسلم ولا يسلمه)

عن أبى هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب الآخرة، ومن ستر على مسلم، ستره الله فى الدنيا والآخرة، والله فى عون العبد، ما كان العبد فى عون أخيه (ترمذى، رقم الحديث ١٤٢٥،باب ما جاء فى الستر على المسلم)

وتعاونوا على البر اى على امتثال امر الله تعالى والتقوى اى الانتهاء عما نهى عنه كى يتقى نفسه عن عذاب الله (التفسير المظهرى، ج٣ص ١٩، سورة المائدة، تحت آية٣)

كَانُوا يَسْتَحِبُّوْنَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَّبِيْتَ لَيْلَةَ الْفِطْرِ فِيْ مَسْجِدِهٖ ، حَتّٰى يَكُوْنَ غُدُوُّهٗ مِنْهُ (مُصنف ابن أبي شيبة) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین اعتکاف کرنے والے کے لیے اس بات کو پسند کرتے تھے کہ وہ عیدُ الفطر کی رات اپنی (اعتکاف گاہ والی) مسجد میں گزارے، یہاں تک کہ وہ وہاں سے صبح کو جائے (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی روایت اورمحدثین کے بارے میں بھی مروی ہے۔ [2]

اس کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ عید الفطر کی رات بابرکت اور مبارک رات ہے، اس لیے اس رات کو بھی معتکف عبادت میں خرچ کرے، تو اچھا ہے۔

اسی حیثیت سے بعض روایات میں عید الفطر کی رات میں ذکر کرنے اور خاص طور سے اللہ کی بڑائی اور تکبیر پڑھنے کا حکم آیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٩٧٧١، كتاب الصيام، من كان يحب أن يغدو المعتكف كما هو من مسجده إلى المصلى.

[2] حدثنا ابن علية ، عن أيوب ، عن أبي قلابة ؛ أنه أوتي يوم الفطر في مسجد قومه ، واعتكف فيه بجويرية مزينة فأقعدها في حجره ، ثم اعتنقها وخرج إلى المصلى كما هو من المسجد(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٩٧٧٠)

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن مغيرة ، عن أبي معشر ، عن إبراهيم ، قال :كانوا يستحبون للمعتكف أن يبيت ليلة الفطر في مسجده ، حتى يكون غدوه منه(ايضاً، رقم الحديث ٩٧٧٢)

[3] حدثني يونس، قال :أخبرنا ابن وهب، قال :قال ابن زيد، كان ابن عباس يقول " حق على المسلمين إذا نظروا إلى هلال شوال أن يكبروا الله حتى يفرغوا من عيدهم؛ لأن الله تعالى ذكره يقول :(ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم) "قال ابن زيد :ينبغي لهم إذا غدوا إلى المصلى كبروا، فإذا جلسوا كبروا، فإذا جاء الإمام صمتوا، فإذا كبر الإمام كبروا، ولا يكبرون إذا جاء الإمام إلا بتكبيره، حتى إذا فرغ وانقضت الصلاة فقد انقضى العيد قال يونس، قال ابن وهب، قال عبد الرحمن بن زيد والجماعة عندنا على أن يغدوا بالتكبير إلى المصلى(تفسير طبرى، ج٣ص ٢٢٢، تحت سورة البقرة)

حدثنا محمد بن أبي عمر، قال :ثنا سفيان، في قوله تعالى :(ولتكملوا العدة ولتكبروا الله على ما هداكم)قال " :نرجو أن يكون التكبير ليلة الفطر "وزعم المكيون أنهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بحالتِ اعتکاف اور مسجد میں بعض متفرق اعمال وافعال

معتکف کے لئے اعتکاف کی حالت میں اور مسجد میں کچھ کام ایسے ہیں کہ جن میں سے بعض عبادت ہیں، اور بعض جائز ہیں، اور بعض مکروہ یا ممنوع ہیں، آگے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اعتکاف میں ذکر وتلاوت، گفتگو کرنے اور خاموش رہنے کا حکم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ هٰـذِهِ الْـمَسَـاجِـدَ لَا تَصْلُحُ لِشَىْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ، وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِـىَ لِـذِكْـرِ الـلّٰـهِ عَـزَّ وَجَـلَّ، وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم) [2]

ترجمہ: یہ مساجد پیشاب اور کسی بھی گندی چیز کی گنجائش نہیں رکھتیں، یہ تو اللہ عزوجل کے ذکر اور نماز اور قرآن کی قرائت کے لئے بنائی گئی ہیں یا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رأوا مشايخهم يكبرون ليلة الفطر إلى خروج الإمام يوم العيد، ويظهرون التكبير، ويرونه سنة، وهم على ذلك اليوم(اخبارِ مكة للفاكهي، رقم الحديث ١٧٠٣)

قال رحمه الله :ومن السنة إظهار التكبير ليلتى العيدين، مقيمين وسفرا فى منازلهم، ومساجدهم، وأسواقهم، وبعد الغدو فى الطريق، وبالمصلى إلى أن يحضر الإمام.روى عن ابن عمر، أنه كان يغدو إلى المصلى يوم الفطر إذا طلعت الشمس، فيكبر حتى يأتى المصلى، ثم يكبر بالمصلى حتى إذا جلس الإمام ترك التكبير .وعن ابن المسيب، وعروة، وأبى سلمة، وأبى بكر :يكبرون ليلة الفطر فى المسجد يجهرون بالتكبير(شرح السنة، ج۴ص ۳۰۱، كتاب الجمعة،باب لا أذان ولا إقامة لصلاة العيد وتقديم الصلاة)

وفيه :استحباب التكبير يوم العيد، وكذا فى ليلته فى طريق المصلى(عمدة القارى،ج٦ص ۲۹۵، كتاب العيدين،باب حمل العنزة أو الحربة بين يدى الإمام يوم العيد)

[2] رقم الحديث ۲۸۵ "۱۰۰" كتاب الطهارة،باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت فى المسجد، وأن الأرض تطهر بالماء ، من غير حاجة إلى حفرها.

اس سے معلوم ہوا کہ مساجد میں ذکر، نماز اور قرآن مجید کی قرائت وتلاوت کرنا مساجد کے مقاصد میں سے ہے، لہٰذا معتکف کو اعتکاف کی حالت میں مسجد میں حسبِ استطاعت یہ اعمال کرنا چاہئے۔[1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِيْ مُصَلَّاهُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَيَتَحَدَّثُ أَصْحَابُهُ يَذْكُرُوْنَ حَدِيْثَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَيُنْشِدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَضْحَكُوْنَ، وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن النسائی)[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو سورج طلوع ہونے تک اپنی جگہ بیٹھے رہتے، اور آپ کے اصحاب جاہلیت کی (عبرت آمیز) باتیں کرتے رہتے، اور (عبرت آمیز) شعر پڑھتے، اور ہنستے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے (نسائی)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ گفتگو اور عبرت ونصیحت آموز اشعار وعظ اور تبلیغ وتذکیر کے طور پر ہوتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں وعظ وتذکیر اور جائز گفتگو کرنے اور اعتدال کے ساتھ ہنسنے اور مسکرانے میں حرج نہیں۔

---

[1] السابع :فيه دليل على أن المساجد لا يجوز فيها إلا ذكر الله والصلاة وقراء ة القرآن بقوله : (وإنما هى لذكر الله) ، من قصر الموصوف على الصفة، ولفظ الذكر عام يتناول قراء ة القرآن وقراءة العلم، ووعظ الناس والصلاة أيضا عام، فيتناول المكتوبة والنافلة، ولكن النافلة فى المنزل أفضل، ثم غير هذه الأشياء :ككلام الدنيا والضحك واللبث فيه بغير نية الاعتكاف مشتغلا بأمر من أمور الدنيا ينبغى أن لا يباح، وهو قول بعض الشافعية، والصحيح أن الجلوس فيه لعبادة أو قراء ة علم أو درس أو سماع موعظة أو انتظار صلاة أو نحو ذلک مستحب، ويثاب على ذلک، وإن لم يكن لشىء من ذلک كان مباحا، وتركه أولى (عمدة القارى، ج٣ص ١٢٦، ١٢٧، كتاب الوضوء ،باب صب الماء على البول فى المسجد)

[2] رقم الحديث ١٣٥٨، كتاب السهو،باب قعود الإمام فى مصلاه بعد التسليم.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَاءَةِ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ، فَكَشَفَ السُّتُوْرَ، وَقَالَ: إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعَنَّ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، پھر (اسی دوران آپ نے) لوگوں کو جہراً قرائت کرتے ہوئے سُنا اور آپ اپنے خیمے میں تھے، تو آپ نے پردے کو ہٹایا، اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجی (وسرگوشی کرنے والا) ہے، تو تم میں سے بعض بعض کو ہرگز بھی (بلند آواز کر کے) ایذاء نہ پہنچائیں، اور تم میں سے بعض بعض پر بآوازِ بلند قرائت ہرگز نہ کریں، یا یہ فرمایا کہ نماز میں (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر وقرائت کر کے دوسروں کو تکلیف وایذاء پہنچانا جائز نہیں، اور جب ذکر وقرائت کر کے دوسرے کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، تو ذکر وقرائت کے بغیر ویسے ہی کوئی ایسا عمل کر کے تکلیف پہنچانا بدرجۂ اولیٰ جائز نہیں ہوگا، کہ جو عمل عبادت میں داخل بھی نہ ہو، مثلاً شور شرابا ڈال کر، اونچی آواز سے بات چیت کر کے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ (ابوداؤد) [2]

---

[1] رقم الحديث ١١٨٩٦ ؛ابوداؤد، رقم الحديث ١٣٣٢ .
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ٢٨٧٣، كتاب الوصايا،باب ما جاء متى ينقطع اليتم .

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی یہ بات محفوظ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں (یعنی جب یتیم بچہ بالغ ہوجائے تو اس کو یتیم نہیں کہا جاتا) اور رات تک خاموشی اختیار کئے رکھنا کوئی (عبادت کی) چیز نہیں (ابوداؤد)

زمانۂ جاہلیت میں (یعنی اسلام سے پہلے) چُپ کا روزہ رکھنا ایک عبادت شمار ہوتا تھا، لیکن اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا اور اس کے بجائے ذکر اور نیک باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا۔[1]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى اِمْرَأَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَازَيْنَبُ فَرَاٰهَالَا تُكَلِّمُ فَقَالَ مَالَهَالَا تُكَلِّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا تُكَلِّمِيْ! فَاِنَّ هٰذَالَايَحِلُّ؛ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ ،فَتَكَلَّمَتْ (بخاری)[2]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قبیلۂ احمس کی ایک عورت کی طرف تشریف لائے جسے زینب کہا جاتا تھا۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتی؟ آپ نے معلوم کیا کہ اس کو کیا ہوگیا کہ بات نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتلایا کہ اس

---

[1] رواه أبو داود بإسناد حسن قال الخطابی فی تفسير هذا الحديث كان من نسک الجاهلية الصمات فنهوا فی الإسلام عن ذلک وأمروا بالذكر والحديث بالخير (رياض الصالحين للنووی، كتاب الامور المنهی عنها، باب النهی عن صمت يوم إلى الليل)

(لا يتم بعد احتلام) وفی رواية للبزار بعد حلم أی لا يجری على البالغ حكم اليتيم . والحلم بالضم ما يراه النائم مطلقا لكن غلب استعماله فيما يرى من أمارة البلوغ كذا فی النهاية وفی المغرب حلم الغلام احتلم والحالم المحتلم فی الأصل ثم عم فقيل لمن بلغ مبلغ الرجال حالم أشار إلى أن حكم اليتيم جار عليه قبل بلوغه من الحجر فی ماله والنظر فی مهماته وكفالته وإيوائه فإذا احتلم وكانت حالة البلوغ استقل ولا يسمى باليتيم (ولا صمات) بالضم أی سكوت (يوم إلى الليل) أی لا عبرة به ولا فضيلة له وليس مشروعا عندنا كما شرع للأمم قبلنا فنهی عنه لما فيه من التشبه بالنصرانية قال الطيبی : والنفی وإن جرى على اللفظ لكن المنفی محذوف أی لا استحقاق يتم بعد احتلام ولا حل صمت يوم إلى الليل (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۹۹۴۷)

[2] رقم الحديث ۳۸۳۴، كتاب المناقب، باب ايام الجاهلية.

نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہوا ہے (یہ نیت کی ہے یا نذر ومنت مانی ہے کہ وہ کسی سے بات نہیں کرے گی) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ کلام کیا کرو! کیونکہ ایسا کرنا حلال نہیں، یہ تو زمانۂ جاہلیت کا عمل ہے، اس کے بعد اس عورت نے کلام کرنا شروع کر دیا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اسلام میں بذاتِ خود خاموشی کوئی عبادت کی چیز نہیں، لہٰذا اس کو عبادت سمجھنا درست نہیں ہے۔

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ معتکف کو مسجد میں دینی اور جائز گفتگو کرنے میں حرج نہیں، اور خاموش رہنے کو عبادت سمجھنا جائز نہیں، البتہ کوئی عبادت سمجھے بغیر گناہ کی اور فضول باتوں سے بچنے کی غرض سے خاموشی اختیار کرے، اور ضرورت کے وقت جائز گفتگو بھی کرے، تو کوئی حرج نہیں۔ [1]

---

[1] وأما التكلم بما لا مأثم فيه فلقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا)قيل في بعض وجوه التأويل :أى صدقا وصوابا لا كذبا ولا فحشا.

وقد روى أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان يتحدث مع أصحابه ونسائه -رضى الله عنهم -وهو معتكف فى المسجد(بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۷، كتاب الاعتكاف،فصل ركن الاعتكاف)

(و) يكره تحريما (صمت) إن اعتقده قربة وإلا لا لحديث "من صمت نجا "ويجب أى الصمت كما فى غرر الأذكار عن شر لحديث رحم الله امرأ تكلم فغنم أو سكت فسلم (وتكلم إلا بخير) وهو ما لا إثم فيه(الدر المختار مع ردالمحتار)

(قوله وصمت) عدل عن السكوت للفرق بينهما وذلك أن السكوت ضم الشفتين، فإن طال سمى صمتا نهر وإنما كره لأنه ليس فى شريعتنا لقوله -عليه الصلاة والسلام " -لا يتم بعد احتلام ولا صمات يوم إلى الليل رواه أبو داود وأسند أبو حنيفة عن أبى هريرة -رضى الله تعالى عنه -أن النبى -صلى الله عليه وسلم -نهى عن صوم الوصال وعن صوم الصمت "فتح (قوله ويجب) لم يقل يفترض ليشمل الواجب، فإن الكلام قد يكون حراما كالغيبة مثلا وقد يكره كإنشاد شعر قبيح وكذكر لترويج سلعة فالصمت عن الأول فرض وعن الثانى واجب فافهم (قوله وتكلم إلا بخير) فيه التفريغ فى الإيجاب إلا أن يقال إنه نفى معنى ط عن الحموى أى لأن كره بمعنى لا يفعل كما قيل فى قوله تعالى -(ويأبى الله إلا أن يتم نوره) وقوله -(وإنها لكبيرة إلا على الخاشعين)لأنه بمعنى لا يريد ومعنى لا تسهل كما ذكره ابن هشام فى آخر المغنى، ويحتمل كون إلا بمعنى غير كما فى -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... مساجد کیونکہ عبادت کے لئے ہیں، اور اعتکاف بھی عبادت ہے، اس لئے اعتکاف کے دوران غیرضروری کاموں اور باتوں سے بچنا چاہیئے اور جس قدر وقت ملے، نمازیں پڑھنے، تلاوت کرنے، ذکروتسبیح، علمِ دین میں مشغولی، وعظ ونصیحت اور اس طرح کی دوسری عبادتوں میں وقت گزارنا چاہیئے، اور ہر قسم کے گناہ اور فضولیات سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

اعتکاف کے لئے کوئی خاص نفلی عبادتیں متعین ومقرر نہیں ہیں بلکہ جس وقت جس نیک کام کی بھی توفیق ہوجائے اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں کہ جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف کے دوران ان عبادتوں کی انجام دہی آسان ہوجاتی ہے، مثلاً تہجد کی نماز، اشراق، چاشت اور اوابین کی نماز اور صلاۃُ التسبیح اور صلاۃُ الحاجت، اور تحیۃُ الوضو اور تحیۃُ المسجد وغیرہ۔

اور اگر ذمہ میں کچھ نمازیں قضا ہوں، تو ان کو بھی اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ادا کرنا چاہیئے، بلکہ نفل نمازوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ قضا نمازوں کو ادا کرنا چاہیئے۔

مسئلہ نمبر 2...... اعتکاف کے دوران لڑائی جھگڑا کرنے اور زبان کے دوسرے گناہ مثلاً غیبت، چغلی، جھوٹ، گالی گلوچ، جھوٹی قسم، بہتان تراشی، عیب جوئی، دوسرے کی تذلیل وتحقیر اور تکبر اور غرور کی باتیں کرنے، اور دین کے متعلق بلاتحقیق بحث ومباحثہ اور رائے زنی کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اگرچہ ان چیزوں سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، لیکن اس قسم کے گناہوں سے اعتکاف کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(لو کان فیھما آلھة إلا اللہ لفسدتا)ولم یدخل علیھا حرف الجر، بل تخطاھا لما بعدھا لأنھا علی صورۃ الحرفیة والأولی جعل الجار متعلقا بمحذوف والاستثناء من تکلم المذکور .والمعنی :وکرہ تکلم إلا تکلما بخیر فحذف المتعلق الخاص للقرینة، فیکون الاستثناء من کلام تام موجب تأمل (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۴۹، ۴۵۰، باب الاعتکاف)

نورانیت وقبولیت بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... جو باتیں جائز ہوں جن کے کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، معتکف کو بوقتِ ضرورت، بقدرِ ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا اور خاص طور سے اس کی عادت بنالینا نقصان سے خالی نہیں۔

معتکف کو بلاضرورت کسی شخص کو باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا برا عمل ہے، اور خاص اس غرض سے محفل جمانا اور بھی برا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 4...... معتکف کو اعتکاف کی حالت میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویردار اخبارات ورسائل یا اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا سننا جائز نہیں، البتہ جائز اور صحیح خبریں ضرورت کے بقدر پڑھ سکتا ہے، جبکہ دوسری کوئی شرعی خرابی نہ ہو۔

---

[1] (قال) : ولا يفسد الاعتكاف سباب ولا جدال فإن حرمة هذه الأشياء ليس لأجل الاعتكاف ألا ترى أنه كان محرما قبل الاعتكاف ولا يفوت به ركن الاعتكاف، وهو اللبث ولا شرطه، وهو الصوم وكذلك إن سكر ليلا لما بينا أن حرمة السكر ليست لأجل الاعتكاف فلا يكون مؤثرا فيه (المبسوط للسرخسي، ج۳، ص۱۲۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فأما التكلم بما فيه مأثم فإنه لا يجوز في غير المسجد ففي المسجد أولى (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۷، كتاب الاعتكاف،فصل ركن الاعتكاف)

[2] ومنه المباح عند الحاجة إليه لا عند عدمها وهو محمل ما في الفتح أنه مكروه في المسجد، يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب كما حققه في النهر (كقراء ة قرآن وحديث وعلم) وتدريس في سير الرسول -عليه الصلاة والسلام -وقصص الأنبياء -عليهم السلام -وحكايات الصالحين وكتابة أمور الدين (الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله ومنه المباح إلخ) أي مما لا إثم فيه وهذا ما استظهره في النهر أخذا من العناية وبه رد على ما في البحر من أن الأولى تفسير الخير بما فيه ثواب فيكره للمعتكف التكلم بالمباح بخلاف غيره أي غير المعتكف اهـ بأنه لا شك في عدم استغنائه عن المباح عند الحاجة إليه فكيف يكره له مطلقا اهـ والمراد ما يحتاج إليه من أمر الدنيا إذا لم يقصد به القربة وإلا ففيه ثواب (قوله وهو) أي المباح عند عدم الاحتياج إليه ط (قوله إنه مكروه) أي إذا جلس له كما قيده في الظهيرية ذكره في البحر قبيل الوتر .وفي المعراج عن شرح الإرشاد :لا بأس بالحديث في المسجد إذا كان قليلا فأما أن يقصد المسجد للحديث فيه فلا اهـ وظاهر الوعيد أن الكراهة فيه تحريمية(ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۹، ۴۵۰، باب الاعتكاف)

مسئلہ نمبر 5...... دنیوی تعلیم سے متعلق کتابوں اور رسالوں کے مطالعہ کا حکم دنیاوی گفتگو کی طرح ہے، جبکہ ان میں کوئی گناہ کی بات شامل نہ ہو کہ بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت جائز ہے۔

مسئلہ نمبر 6...... بعض عوام اپنے دوست واحباب کے ساتھ کسی ایک جگہ اس لئے اعتکاف میں بیٹھتے ہیں، تاکہ دل لگا رہے اور ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزرنا آسان ہو اور پھر اعتکاف میں ہنسی مذاق، فضول گوئی، گپ شپ اور دل لگی میں مبتلا رہتے ہیں، یہ طرزِ عمل مناسب نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 7...... معتکف کو جو بات زبان سے براہِ راست کرنا جائز ہے، وہ بات فون کے ذریعہ سے بھی کرنا جائز ہے، چنانچہ معتکف کے لئے فون کے ذریعہ سے دوسرے کو ضروری پیغام دینا اور اپنی ضرورت کی کوئی چیز طلب کرنا اور دوسرے کو کوئی مفید ہدایت دینا یا ضرورت کے بقدر خرید وفروخت سے متعلق باتیں کرنا اور اہلِ خانہ کی خیریت معلوم کرنا جائز ہے۔

بحالتِ اعتکاف مسجد میں تھوکنا اور بلغم ڈالنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَةٌ وَ کَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا (مسلم) [2]

ترجمہ: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کی تلافی اس کو صاف کر دینا ہے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تھوک ڈالنا منع ہے۔

---

[1] الجلوس فی المسجد للحدیث لا یباح بالاتفاق؛ لأن المسجد ما بنی لأمور الدنیا، وفی خزانة الفقه ما یدل علی أن الکلام المباح من حدیث الدنیا فی المسجد حرام .قال :ولا یتکلم بکلام الدنیا، وفی صلاة الجلابی الکلام المباح من حدیث الدنیا یجوز فی المساجد، وإن کان الأولی أن یشتغل بذکر اللہ تعالی -کذا فی التمرتاشی(الفتاویٰ الهندیة، ج۵، ص ۳۲۱،۳۲۲، کتاب الکراهیة، الباب الخامس)

[2] رقم الحدیث ۵۵۲ "۵۵"، کتاب المساجد،باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلاة وغیرها، داراحیاء التراث العربی، بیروت.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ فَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ (نسائی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں موجود ہونے کی حالت میں) اپنی چادر کے کنارے کو پکڑا، پھر اُس میں تھوکا، اور اس کو آپس میں مَل دیا (نسائی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيُغَيِّبْ نُخَامَتَهٗ، أَنْ يُصِيْبَ جِلْدَ مُؤْمِنٍ أَوْ ثَوْبَهٗ فَيُؤْذِيَهٗ (صحيح ابن خزيمة) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں بلغم خارج کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بلغم کو غائب کردے کہ کہیں کسی مومن کے جسم یا کپڑے کو لگ کر اس کی ایذاء کا باعث نہ ہو جائے (ابنِ خزیمہ، ابویعلیٰ)

تھوک اور بلغم فی نفسہٖ پاک ہیں، لیکن ان سے طبیعتِ سلیمہ کراہیت کرتی ہے، اور یہ دوسرے کی ایذاء کا باعث بنتے ہیں۔

اس لئے مسجد میں موجود ہونے کی حالت میں فی نفسہٖ تھوکنا یا بلغم خارج کرنا گناہ نہیں ہے، البتہ اس کی وجہ سے مسجد یا دوسروں کے جسم یا لباس کی تلویث ہو جائے، تو منع ہے۔

---

[1] رقم الحديث ٣٠٨، كتاب الطهارة، باب البزاق يصيب الثوب.

[2] رقم الحديث ١٣١١، كتاب الصلاة، باب ذكر العلة التى لها أمر بدفن النخامة فى المسجد، واللفظ لهٗ، مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ٨٠٨، ورقم الحديث ٨٢٤.

قال حسين سليم أسد : إسناده صحيح (حاشية مسند ابى يعلىٰ الموصلى، تحت رقم الحديث ٨٠٨)

وقال ايضاً :رجاله ثقات (حواله بالا، تحت رقم الحديث ٨٢٤)

اگر مسجد میں موجود ہونے کی حالت میں اس طرح سے تھوکے کہ مسجد کی درو دیوار اور فرش وغیرہ ملوث نہ ہو،تو پھر حرج نہیں؛ چنانچہ اگر کوئی برتن یا اُگالدان میں تھوکے تو جائز ہے۔
اسی طرح اگر کوئی احتیاط کے ساتھ پان وغیرہ کھائے، اور اس کی پیک سے مسجد کو ملوث نہ کرے، بلکہ اُگالدان وغیرہ میں تھوکے،تو اس کی گنجائش ہے۔

بحالتِ اعتکاف کنگھی و مالش کرنا،لباس بدلنا یا سینا اور دھونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا كَانَتُ تُرَجِّلُ، تَعُنِيُ رَأْسَ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ حَائِضٌ، وَرَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ حِيُنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الُمَسُجِدِ، يُدُنِيُ لَهَا رَأْسَهُ، وَهِيَ فِيُ حُجُرَتِهَا، فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی (مالش وغیرہ) کر دیا کرتی تھیں، اور وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی طرف اپنا سر قریب کر دیتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے میں ہوتی تھیں، پھر وہ آپ کے سر میں کنگھی کر دیا کرتی تھیں، اور آپ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں (بخاری)

حضرت حجاج سے روایت ہے کہ:

عَنُ عَطَاءٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرىٰ بَأُسًا بِالُمُعُتَكِفِ أَنُ يَّغُسِلَ ثِيَابَهُ وَيَخِيُطَهَا (مصنف ابن أبی شیبة) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٩٦، كتاب الحيض، باب غسل الحائض رأس زوجها وترجيله.
[2] رقم الحديث ٩٧٨٩، كتاب الصيام، فی المعتكف يغسل ثيابه ويخيطها.

ترجمہ: حضرت عطاء معتکف کے لئے اپنے کپڑے دھونے اور سینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی احادیث وروایات کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ معتکف کو اعتکاف کے دوران مسجد میں کنگھی کرنا، تیل اور خوشبو لگانا، اور لباس تبدیل کرنا، اور اسی طرح برتن، کپڑا دھونا، سینا جائز ہے، اسی طرح بقدرِ ضرورت اپنے فاضل بال اور ناخن کاٹنا بھی جائز ہے، مگر ان سب چیزوں میں یہ شرط ہے کہ مسجد، اس کی دیوار، صفیں وغیرہ گندی نہ ہوں۔ [1]

عورتیں اعتکاف کے دوران اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سینے پرونے کا کام کرنا چاہیں، تو جائز ہے، گھر کے کاموں کے لئے دوسروں کو ہدایات دینا بھی جائز ہے، مگر خود اٹھ کر نہ جائیں۔

---

[1] عن عائشة قالت: كان رسول الله يكون معتكفا في المسجد فيناولني رأسه من خلال الحجرة فاغسل رأسه وارجله وانا حائض.

وقد حوى هذا الخبر احكاما: منها: اباحة غسل الرأس وهو في المسجد، ومنها جواز المباشرة واللمس بغير شهوة للمعتكف، ومنها جواز غسل الرأس في حال الاعتكاف، وغسل الرأس انما هو لاصلاح البدن، فدل ذالک على ان للمعتكف ان يفعل ما فيه صلاح بدنه، ودل ايضا على انه له ان يشتغل بما فيه صلاح ماله، كما ابيح له الاشتغال باصلاح بدنه، لان النبي صلى الله عليه وسلم قال :قتال المؤمن كفر وسبابه فسق، وحرمة ماله كحرمة دمه، ودل ايضا على ان للمعتكف ان يتزين، لان ترجيل الرأس من الزينة (احكام القرآن للجصاص، سورة البقرة، باب مايجوز للمعكتف ان يفعله)

(قال) : ويلبس المعتكف وينام، ويأكل، ويدهن ويتطيب بما شاء فإن النبي -صلى الله عليه وسلم- كان يفعل ذلک كله في اعتكافه (المبسوط للسرخسي، ج٣، ص١٢٦، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وكذا الأكل والشرب واللبس والطيب والنوم (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٧، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

ولا بأس أن يخرج رأسه من المسجد إلى بعض أهله ليغسله أو يرجله كما تقدم من فعله -عليه الصلاة والسلام-، وإن غسله في المسجد في إناء بحيث لا يلوث المسجد لا بأس به (فتح القدير، ج ٢، ص ٣٩٦، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

قوله والمعتكف والمعتكفة يدهنان ويتطيبان يريد أن الاعتكاف لا يمنع الطيب والتجمل بالحلى وغيره (المنتقى شرح الموطأ، ج٢ ص٨٦، كتاب الصيام، ذكر الاعتكاف)

معتکف کو خرید وفروخت یا کوئی اور پیشہ اختیار کرنا

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ، وَأَنْ تُنْشَدَ فِيْهِ ضَالَّةٌ، وَأَنْ يُّنْشَدَ فِيْهِ شِعْرٌ (سنن أبي داود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا، اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کیا جائے، اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ مسجد میں شعر پڑھے جائیں (ابوداؤد؛ مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُوْلُوْا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ فِيْهِ ضَالَّةً، فَقُوْلُوا: لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ (سنن الترمذي) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں خرید وفروخت کر رہا ہے، تو یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تجارت میں نفع نہ کرے، اور جب تم اُس شخص کو دیکھو جو مسجد میں (مسجد سے باہر کی کسی) گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے، تو تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وہ چیز نہ لوٹائے (ترمذی)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر عام حالات میں مسجد میں خرید وفروخت کرنا اور مسجد سے باہر

---

[1] رقم الحديث ١٠٧٩، ابواب الجمعة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة؛ مسند احمد، رقم الحديث ٦٦٧٦.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] رقم الحديث ١٣٢١، ابواب البيوع، باب النهي عن البيع في المسجد.

قال الترمذي: حديث أبي هريرة حديث حسن غريب والعمل على هذا عند بعض أهل العلم كرهوا البيع والشراء في المسجد، وهو قول أحمد، وإسحاق، وقد رخص فيه بعض أهل العلم في البيع والشراء في المسجد.

کسی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا منع ہے۔

البتہ معتکف کا قیام چونکہ مسجد میں ہوتا ہے، اس لئے اس کو بقدرِ ضرورت مسجد میں بعض چیزوں کی اجازت ہے، جس کی فقہائے کرام نے تفصیل بیان فرمائی ہے۔

مسئلہ نمبر 1...... معتکف کو مسجد میں با قاعدہ خرید وفروخت کا پیشہ اختیار کرنا جائز نہیں، البتہ اپنے یا اپنے اہل وعیال کے لئے بقدرِ ضرورت خرید وفروخت کرنا یا اس سے متعلق گفتگو کرنا جائز ہے، لیکن اس میں بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی الامکان خرید وفروخت کی چیز خاص مسجد کی حدود میں حاضر نہ کی جائے۔ [1]

---

[1] (وخص) المعتكف (بأكل وشرب ونوم وعقد احتاج إليه) لنفسه أو عياله فلو لتجارة كره (كبيع ونكاح ورجعة)فلو خرج لأجلها فسد لعدم الضرورة(وكره) أى تحريما لأنها محل إطلاقهم بحر (إحضار مبيع فيه) كما كره فيه مبايعة غير المعتكف مطلقا للنهى (الدرالمختار مع ردالمحتار) (قوله فلو لتجارة كره) أى وإن لم يحضر السلعة واختاره قاضى خان ورجحه الزيلعى لأنه منقطع إلى الله تعالى فلا ينبغى له أن يشتغل بأمور الدنيا بحر (قوله ورجعة) معطوف على أكل لا على بيع إلا بتأويل العقد بما يشملها (قوله لعدم الضرورة) أى إلى الخروج حيث جازت فى المسجد وفى الظهيرية، وقيل يخرج بعد الغروب للأكل والشرب اهـ وينبغى حمله على ما إذا لم يجد من يأتى له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية كالبول بحر.

(قوله إحضار مبيع فيه) لأن المسجد محرز عن حقوق العباد، وفيه شغله بها ودل تعليلهم أن المبيع لو لم يشغل البقعة لا يكره إحضاره كدراهم يسيرة أو كتاب ونحوه بحر لكن مقتضى التعليل الأول الكراهة وإن لم يشتغل نهر.

قلت :التعليل واحد ومعناه أنه محرز عن شغله بحقوق العباد، وقولهم وفيه شغله بها نتيجة التعليل ولذا أبدله فى المعراج بقوله :فيكره شغله بها فافهم.

وفى البحر وأفاد إطلاقه أن إحضار ما يشتريه ليأكله مكروه، وينبغى عدم الكراهة كما لا يخفى اهـ أى لأن إحضاره ضرورى لأجل الأكل ولأنه لا شغل به لأنه يسير.

وقال أبو السعود نقل الحموى عن البرجندى أن إحضار الثمن والمبيع الذى لا يشغل المسجد جائز اهـ (قوله مطلقا) أى سواء احتاج إليه لنفسه أو عياله أو كان للتجارة أحضره أو لا كما يعلم مما قبله ومن الزيلعى والبحر (قوله للنهى) هو ما رواه أصحاب السنن الأربعة وحسنه الترمذى أن رسول الله نهى عن الشراء والبيع فى المسجد وأن ينشد فيه ضالة أو ينشد فيه شعر ونهى عن التحلق قبل الصلاة يوم الجمعة فتح(ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۸، وص ۴۴۹، باب الاعتكاف)

ولا بأس للمعتكف أن يبيع ويشترى ويتزوج ويراجع ويلبس ويتطيب ويدهن ويأكل ويشرب بعد غروب الشمس إلى طلوع الفجر ويتحدث ما بدا له بعد أن لا يكون صائما وينام فى المسجد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... معتکف کو مسجد میں رہ کر اجرت اور پیشہ کے طور پر کپڑا سینا یا تعلیم دینا یا علاج معالجہ یا کوئی اور پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے۔ [1]

البتہ کسی معتکف کو معاشی تنگی کا سامنا ہو، تو اس کے لئے بعض حضرات نے بقدرِ ضرورت اس

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والمراد من البيع والشراء هو كلام الإيجاب والقبول من غير نقل الأمتعة إلى المسجد؛ لأن ذلك ممنوع عنه لأجل المسجد لما فيه من اتخاذ المسجد متجرا لا لأجل الاعتكاف وحكى عن مالك أنه لا يجوز البيع فى المسجد كأنه يشير إلى ما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم- أنه قال: جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وبيعكم وشراء كم ورفع أصواتكم وسل سيوفكم.

(ولنا) عمومات البيع والشراء من الكتاب الكريم والسنة من غير فصل بين المسجد وغيره وروى عن على -رضى الله عنه- أنه قال لابن أخيه جعفر: هلا اشتريت خادما؟ قال: كنت معتكفا قال: وماذا عليك لو اشتريت.

أشار إلى جواز الشراء فى المسجد وأما الحديث فمحمول على اتخاذ المساجد متاجر كالسوق يباع فيها وتنقل الأمتعة إليها أو يحمل على الندب والاستحباب توفيقا بين الدلائل بقدر الإمكان وأما النكاح والرجعة فلأن نصوص النكاح والرجعة لا تفصل بين المسجد وغيره من نحو قوله تعالى (فانكحوا ما طاب لكم من النساء) ونحو ذلك، وقوله تعالى (فأمسكوهن بمعروف) ونحو ذلك (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۶، وص۱۱۷، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

[1] وكذلك يكره أشغال الدنيا فى المساجد كتحبيل القعائد والخياطة والنساجة والتعليم إن كان يعمله بأجرة وإن كان بغير أجرة أو يعمله لنفسه لا يكره إذا لم يضر بالمسجد ويجوز للمعتكف أن يتزوج ويراجع (الجوهرة النيرة، ج۱، ص۱۴۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وكذا كره فيه التعليم والكتابة والخياطة بأجر وكل شىء يكره فيه كره فى سطحه واستثنى البزازى من كراهة التعليم بأجر فيه أن يكون لضرورة الحراسة (البحر الرائق، ج۲، ص۳۲۷، باب الاعتكاف)

وفى جوامع الفقه يكره التعليم فيه بأجر وكذا كتابة المصحف فيه بأجر وقيل إن كان الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بأن يخيط فيه ولا يستطرقه إلا لعذر وكل ما يكره فيه يكره فى سطحه (تبيين الحقائق، ج۱، ص۳۵۲، باب الاعتكاف)

(قوله وقيل إن كان الخياط يحفظ المسجد إلى آخره) قال قاضى خان فى فصل المسجد ويكره أن يخيط فى المسجد لأن المسجد أعد للعبادة دون الاكتساب وكذا الوراق والفقيه إذا كتب بأجر أو المعلم إذا علم الصبيان بأجر وإن فعلوا بغير أجر فلا بأس به وعن محمد بن سلمة إذا قعد الرجل فى المسجد خياطا يخيط فيه ويحفظ المسجد عن الصبيان والدواب لا بأس به. اهـ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج۱، ص۳۵۲، باب الاعتكاف)

طرح پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، کہ نمازیوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ [1]

اور جب بغیر اجرت ومعاوضہ کے یہ کام کسی کی خدمت کے طور پر کرے، اور مسجد کی بے احترامی بھی لازم نہ آئے، تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 3...... معتکف کو مسجد کے اندر اجرت کے ساتھ حجامت بنانا وبنوانا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی معتکف کو حجامت بنوانے کی ضرورت ہے اور بغیر معاوضہ کے حجامت بنانے والا میسر نہیں، تو ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حجامت بنانے والا مسجد سے باہر بیٹھے اور معتکف مسجد میں رہے۔ [3]

مسئلہ نمبر 4...... معتکف کو مسجد میں اپنا یا دوسرے کا نکاح کرنا جائز ہے۔ [4]

---

[1] (ولا يجوز) البيع والشراء فى المسجد وكذا كره فيه التعليم والكتابة والخياطة بأجر وكل شىء كره فيه كره فى سطحه واستثنى البزازى من كراهة التعليم بأجر فيه أن يكون لضرورة .وفى الشمنى أن الخياط يحفظ المسجد فلا بأس بخياطته فيه (لغيره) أى غير المعتكف وأما الأكل والشرب فلا يكره على الصحيح(مجمع الانهر، ج ١ ، ص٢٥٧، باب الاعتكاف)

الخياط إذا كان يخيط فى المسجد يكره إلا إذا جلس لدفع الصبيان وصيانة المسجد فحينئذ لا بأس به، وكذا الكاتب إذا كان يكتب بأجر يكره وبغير أجر لا، وأما المعلم الذى يعلم الصبيان بأجر إذا جلس فى المسجد يعلم الصبيان لضرورة الحر أو غيره لا يكره وفى نسخة القاضى الإمام وفى إقرار العيون جعل مسألة المعلم كمسألة الكاتب والخياط .كذا فى الخلاصة(الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص١١٠، كتاب الصلاة، الباب السابع)

[2] ويجوز أن يقرأ القرآن ويقرء غيره ويدرس العلم ويدرس غيره لأن ذلك كله زيادة خير لا يترك به شرط من شروط الاعتكاف ويجوز أن يأمر بالأمر الخفيف فى ماله وصنعته ويبيع ويبايع ولكنه لا يكثر منه لأن المسجد ينزه عن أن يتخذ موضعا للبيع والشراء فإن أكثر من ذلك كره لأجل المسجد ولم يبطل به الاعتكاف(المجموع شرح المهذب، ج٦ ص٥٢٧، كتاب الاعتكاف)

[3] (قوله إحضار مبيع فيه) لأن المسجد محرز عن حقوق العباد، وفيه شغله بها ودل تعليلهم أن المبيع لو لم يشغل البقعة لا يكره إحضاره كدراهم يسيرة أو كتاب ونحوه بحر لكن مقتضى التعليل الأول الكراهة وإن لم يشتغل نهر(ردالمحتار، ج٢، ص٤٤٨، باب الاعتكاف)

[4] ويجوز أن يتزوج ويزوج لأنه عبادة لا تحرم التطيب فلا تحرم النكاح كالصوم (المجموع شرح المهذب، ج٦ ص٥٢٧، كتاب الاعتكاف)

مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کے بعد قضا کے مسائل

حنفیہ کے نزدیک نفل ومسنون عبادت کو شروع کرنے کے بعد اس کو باطل ہونے سے بچانا ضروری ہے، اس اصول کی بناء پر عام نفل اعتکاف کے باطل ہونے کا تو امکان نہیں، کیونکہ وہ جتنے وقت کے لئے بھی کیا جائے، ادا ہوجاتا ہے، اور مسجد سے نکلنے اور اعتکاف کی خلاف ورزی کرنے سے وہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ مکمل ہوجاتا ہے، جبکہ مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد فاسد کردیا جائے ،تو حنفیہ کے قواعد کے مطابق اس کی قضا کا حکم ہوتا ہے، لیکن جتنے دن کا اعتکاف کرلیا جائے، اتنے دن کا اعتکاف نفلی بن جاتا ہے، اور جس دن یا رات میں مسنون اعتکاف فاسد کیا جائے، اس دن کی یا اس رات اور اس کے ساتھ اس کے دن کی قضا واجب ہوتی ہے، پورے دس دنوں کی یا باقیماندہ سب دنوں کی قضا واجب نہیں ہوتی، جس کی علمی بحث آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

یہاں مختصراً مسنون اعتکاف کے فاسد ہوجانے سے متعلق اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر 1...... اگر کسی نے مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد دن کے وقت (یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے درمیان کسی بھی وقت اور کسی بھی دن) فاسد کیا تو اس پر ایک دن کی قضاء واجب ہوگی، جس کی صورت یہ ہوگی کہ طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے پورے وقت میں ایک دن کے اعتکاف کی روزہ رکھ کر قضاء کرے، یعنی طلوعِ فجر یا صبح صادق ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو، اور اس دن کا روزہ رکھے، اور پھر اس دن کا سورج غروب ہونے کے بعد مسجد سے نکل جائے۔ [1]

---

[1] فالاعتكاف فى الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن يقول :لله على أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول :إن شفى الله مريضى، أو إن قدم فلان فلله على أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك.

والثانى فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع فى التطوع ملزم عندنا كالنذر (بدائع الصنائع، ج ٢، ص ١٠٨، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... اگر کسی نے مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد رات کے وقت (یعنی سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کے درمیان کسی بھی وقت اور کسی بھی رات میں) فاسد کیا، تو اس پر اس ایک رات کی اور اس کی وجہ سے اس کے دن کی قضاء واجب ہوگی، جس کی صورت یہ ہوگی کہ سورج غروب ہونے سے لے کر اگلے دن سورج غروب ہونے تک کے پورے وقت میں ایک رات اور ایک دن کے اعتکاف کی روزہ رکھ کر قضاء کرے، یعنی سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو، اور پوری رات اعتکاف میں گزارے، پھر اگلا دن بھی گزارے، اور اس دن روزہ بھی رکھے، اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد مسجد سے نکل جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3...... شرعی اعتبار سے رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی دن کی رات اس دن سے پہلے واقع ہوا کرتی ہے، اس لئے اگر کسی پر ایک رات اور ایک دن کے اعتکاف کی قضاء واجب ہو، تو اس کو قضاء کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ سورج غروب ہونے سے لے کر اگلے دن کا سورج غروب ہونے تک کے وقت کی قضاء کرے؛ اور اس کے برعکس اگر کوئی طلوعِ فجر سے لے کر اگلے دن طلوعِ فجر تک قضاء کرے، تو اس طریقے سے وہ بریٔ الذمہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس کے دن اور رات میں تتابع اور تسلسل نہیں پایا جائے گا، اور ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے ایک دن اور ایک رات کی الگ الگ وقتوں میں قضاء کی، اور رات دن سے الگ ہوگئی، اور صرف رات میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحاصل أن الوجه يقتضى لزوم كل يوم شرع فيه عند هما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقى لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه تأمل(ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[1] (ولا يجوز أقل من يوم، وهذا فى الواجب وهو المنذور باتفاق أصحابنا) لأن الصوم من شرطه، ولا صوم أقل من يوم، فلا اعتكاف أقل من يوم ضرورة (الاختيار لتعليل المختار، ج۱، ص۱۳۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

لما جعل اليوم تبعا لليلة(ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

روزہ کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے مسنون اعتکاف درست نہیں ہوتا"اداءً و قضاءً "[1]

مسئلہ نمبر 4...... جس طرح مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے اسی طرح فاسد شُدہ مسنون اعتکاف کی قضاء کے لئے بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، اگر کوئی روزہ کے بغیر قضا کرے، تو درست نہیں۔[2]

مسئلہ نمبر 5...... قضاء کے اعتبار سے مسنون اعتکاف کے فاسد کر دینے اور فاسد ہو جانے کا حکم برابر ہے، اور براہِ راست اعتکاف کو فاسد کر دینے یا فاسد ہو جانے کا جو حکم ہے، حنفیہ کے نزدیک وہی حکم روزہ کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے فاسد ہو جانے کا بھی ہے۔[3]

اس لئے اگر کسی عورت کو مسنون اعتکاف کے دوران حیض یا نفاس جاری ہو جائے، تو اس کو جس وقت میں حیض یا نفاس جاری ہو، اس کا اسی وقت اعتکاف فاسد ہونا سمجھا جائے گا، اور پہلے ذکر کردہ تفصیل کے مطابق دن کے کسی وقت میں جاری ہو، تو صرف ایک دن کی قضاء واجب ہوگی، اور رات کے کسی وقت میں جاری ہو، تو ایک رات اور ایک دن کی قضاء واجب ہوگی۔

اور روزہ کا وقت کیونکہ دن کا وقت ہے، اس لئے اگر کسی نے مسنون اعتکاف کے دوران کسی دن کا روزہ نہیں رکھا، یا رکھ کر توڑ دیا، تو صرف ایک دن کی قضاء واجب ہوگی، کیونکہ روزہ کا وقت دن کا وقت ہے، اور روزہ کی شرط نہ پائی جانے سے اعتکاف کا دن میں فاسد ہونا

---

[1] ومتى دخل في اعتكافه الليل والنهار فابتداؤه من الليل؛ لأن الأصل أن كل ليلة تتبع اليوم الذي بعدها كذا في الكافي فلو قال لله علي أن اعتكف يومين يدخل المسجد قبل غروب الشمس ويمكث تلك الليلة ويومها والليلة الثانية ويومها ويخرج بعد غروب الشمس، وكذا في الأيام الكثيرة يدخل قبل غروب الشمس هكذا في فتاوى قاضي خان (الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص ٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل في الاعتكاف)

[2] القضاء خلف عن الأداء فأعطي حكمه كما أشار إليه الشارح (ردالمحتار، ج ٢ ص ٤٤٣، باب الاعتكاف)

[3] اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہونے کے اعتبار سے حکم یکساں ہے، خواہ اعتکاف جان بوجھ کر توڑا ہو یا بھول کر، مجبوری میں توڑا ہو یا بلا مجبوری کے اور خواہ خود کوئی عمل کر کے اعتکاف توڑا ہو یا اپنے اختیار کے بغیر ٹوٹ گیا ہو (مثلاً عورت کو حیض ونفاس آ گیا ہو وغیرہ)

سمجھا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 6...... اعتکاف فاسد ہو جانے کے بعد مسنون اعتکاف کا حکم ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا مسنون اعتکاف فاسد ہونے کے بعد اگر کوئی رمضان کے باقی ماندہ دِنوں یا وقت کا اعتکاف کرنا چاہے، تو یہ نفلی اعتکاف ہوگا، اور اس پر نفلی اعتکاف کے احکام جاری ہوں گے۔

اور مسنون اعتکاف فاسد ہو جانے کے بعد اُس کی قضاء کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں، باقیماندہ دنوں میں نفلی اعتکاف کرنے کے بعد پھر رمضان کے بعد بھی فاسد اعتکاف کی روزہ رکھ کر قضاء کرنا جائز ہے، اور اگر اعتکاف فاسد ہونے کے بعد رمضان کے کچھ دن باقی ہوں، تو ان دنوں میں بھی قضاء کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 7...... جو مسنون اعتکاف فاسد ہو گیا ہو، اس کی قضاء جلد از جلد کر لینی چاہئے،

---

[1] وسواء فسد بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والأكل والشرب في النهار إلا الردة، أو فسد بصنعه لعذر كما إذا مرض فاحتاج إلى الخروج فخرج أو بغير صنعه رأسا كالحيض والجنون والإغماء الطويل (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٧، كتاب الاعتكاف، فصل بيان حكم الاعتكاف إذا فسد)
وسواء أفسده بصنعه من غير عذر كالخروج والجماع والأكل إلا الردة، أو لعذر كما إذا مرض فاحتاج إلى الخروج أو بغير صنعه كالحيض والجنون والإغماء الطويل(فتح القدير، ج٢ ص٤٠٠)

[2] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ: فساد کے بعد یہ اعتکاف نفل ہو گیا، ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کرلے، یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرے (احسن الفتاویٰ، ج۴ص۵۱۱، باب الاعتکاف)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ: اگر اسی رمضان میں وقت باقی ہو، تو اسی رمضان میں کسی دن غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک قضاء کی نیت سے اعتکاف کرلے (احکامِ اعتکاف، ص۴۶)

معلوم ہوا کہ فاسد شدہ مسنون اعتکاف کی قضاء میں مستقل روزہ ضروری نہیں، بلکہ رمضان کا وہ روزہ بھی کافی ہے، جو خود سے واجب ہے، اس لئے فاسد شدہ اعتکاف میں رمضان کے اگلے اس روزہ کو کافی قرار دیا جارہا ہے، جو اس پر اس اعتکاف کی وجہ سے لازم نہیں ہوا، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگلے سال بھی رمضان کا روزہ رکھ کر قضاء کرنا جائز ہو، جیسا کہ اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قضاء اداء کا خلیفہ ہے، لہٰذا جس طرح اداء کے لئے رمضان کا روزہ کافی ہے، اسی طرح قضاء کے لئے بھی، بلکہ اعتکاف کو عبادتِ مقصودہ قرار دیئے جانے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر غیرِ رمضان میں قضاء کیا جائے، تو قضاء، فرض، واجب اور نفل ہر قسم کے روزہ سے اعتکاف کی قضاء درست ہو، کیونکہ عبادتِ مقصودہ کی صورت میں مسنون اعتکاف کے لئے روزہ کی حیثیت ایسی ہوگی جیسا کہ نماز کے لئے وضو کی، اور ہمارے نزدیک اعتکاف کا عبادتِ مقصودہ ہونا راجح ہے۔

ولزوم الصوم بالتزام الاعتكاف ليس بشرط إنما الشرط وجود الصوم مع الاعتكاف كمن لزمه أداء الظهر، وهو محدث؛ يلزمه الطهارة، ولو دخل وقت الظهر وهو على الطهارة يصح أداء الظهر بها؛ لأن الشرط هو الطهارة وقد وجدت كذا هذا(كذا في:بدائع الصنائع، ج٢ ص١١٢، كتاب الاعتكاف)

زندگی و موت کا وقت معلوم نہیں، لیکن اگر کسی نے اتنی تاخیر کردی کہ اگلا رمضان آ گیا تو اس میں بھی رمضان کا روزہ رکھ کر قضاء کرنا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... فاسد شدہ اعتکاف کی قضاء کرنے کے لئے خاص اس جگہ اور اسی مسجد میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں، جس مسجد میں اعتکاف فاسد ہوا ہے، بلکہ کسی دوسری مسجد میں بھی اس کی قضاء کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر 9...... اگر کسی کے ذمہ کئی مرتبہ کے فاسد شدہ مسنون اعتکاف کی قضا باقی ہے، اور وہ ان سب کی ایک مرتبہ میں لگاتار قضاء کرنا چاہے، تو ایسا کرنا بھی جائز ہے، چنانچہ اگر مثلاً پانچ یا دس مرتبہ کے ایک ایک دن کی قضا ہے، تو وہ پانچ یا دس دن کا لگاتار اعتکاف کر لینا جائز ہے، اور اس صورت میں ہر مرتبہ کے دن کی الگ الگ نیت کرنا بھی ضروری نہیں، بلکہ اتنے دنوں کی طرف سے نیت کے ساتھ قضاء کرنا جائز ہے "كما فى قضاء صوم رمضان" [3]

مسئلہ نمبر 10...... اگر کسی کا اعتکاف فاسد ہوگیا تھا اور وہ اس کو ابھی تک قضاء نہیں کر پایا، یہاں تک کہ اب اتنا ضعف، بڑھاپا یا بیماری پیدا ہوگئی کہ روزہ رکھ کر ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک ٹوٹے ہوئے اعتکاف کا فدیہ ادا کرنا واجب ہوگا، جو کہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے "لاجل الصوم لا لاجل الاعتكاف" [4]

---

[1] (فلو نذر اعتكاف شهر رمضان لزمه وأجزأه)صوم رمضان (عن صوم الاعتكاف) (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص ۴۴۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] وكذا يلغو تعيين المكان كما إذا نذر الاعتكاف بالمسجد الحرام فاعتكف فى غيره فإنه يجوز (البحرالرائق، ج۲، ص ۳۲۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[3] قال (وقضاء رمضان إن شاء تابع وإن شاء فرق)لأن قوله تعالى(فعدة من أيام أخر)لم يشرط فيه التتابع وهو أفضل مسارعة إلى إسقاط الفرض(الاختيار ،ج ا ص ۱۳۵ ، كتاب الصوم)

وإذا وجب عليه قضاء يومين من رمضان واحد ينوى أول يوم وجب عليه، وإن لم ينو جاز، وإن كانا من رمضانين ينوى قضاء رمضان الأول، فإن لم ينو ذلك اختلف المشايخ فيه والصحيح الإجزاء (البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۲،ص ۲۹۸،كتاب الصوم)

[4] فإن قدر على قضائه فلم يقضه حتى أيس من حياته؛ يجب عليه أن يوصى بالفدية لكل يوم طعام مسكين لأجل الصوم لا لأجل الاعتكاف كما فى قضاء رمضان والصوم المنذور فى وقت بعينه (بدائع الصنائع ،ج۲ص ۱۱۸ ،كتاب الاعتكاف،فصل بيان حكم الاعتكاف إذا فسد)

واجب (منذور) اعتکاف کے احکام

اعتکاف کی ایک قسم واجب کہلاتی ہے، جو بنیادی طور پر نذر ومنت ماننے سے وجود میں آتی ہے، اور جو نذر ومنت شرعی قواعد کے مطابق ہو، اس کا پورا کرنا ضروری ہے، اور احادیث میں اعتکاف کی بھی نذر ومنت کا ذکر پایا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (سورة الحج، آيت ۲۹)

ترجمہ: اور ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنی نذریں پوری کریں (سورہ حج)

اس سے معلوم ہوا کہ نذر ومنت کو پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلا يَعْصِهِ (بخارى)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس اطاعت کو کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس نافرمانی کو نہ کرے (بخاری)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ إِلٰى أَعْرَابِيٍّ قَائِمًا فِي الشَّمْسِ، وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ مَا شَأْنُكَ؟ قَالَ: نَذَرْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَنْ لَا أَزَالَ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى تَفْرُغَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هٰذَا نَذْرًا، إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ

---

[1] رقم الحديث ۶۶۹۶، كتاب الايمان والنذور، باب النذر فى الطاعة.

وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٧٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی (ودیہاتی) کو دھوپ میں کھڑے ہوئے دیکھا، درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کو کیا ہوگیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے یہ نذر (ومنت) مانی ہے کہ میں آپ کے (خطبہ سے) فارغ ہونے تک دھوپ میں ہی کھڑا رہوں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نذر (ومنت) نہیں ہے، نذر (ومنت) تو وہ ہوتی ہے، جس سے اللہ عزوجل کی رضاء کو حاصل کیا جاتا ہے (مسند احمد)

اس سے ملتی جلتی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [2]

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر ومنت درحقیقت عبادت کے کام کے لئے ہوتی ہے، فضول یا گناہ کے کام کے لئے نہیں ہوتی۔ [3]

اور اعتکاف چونکہ عبادت والا کام ہے نہ کہ فضول اور اس سے بڑھ کر نعوذ باللہ تعالیٰ گناہ والا، اس لئے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا درست ہے۔

اور جس اعتکاف کی نذر ومنت مان لی جائے، اُس کو کرنا واجب ہوجاتا ہے، اس لئے نذر

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن عمران بن حصين، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :لا نذر فى معصية الله، ولا فيما لا يملك ابن آدم (سنن النسائى، رقم الحديث ٣٨١٢، النذر فيما لا يملك)

عن ابن عباس، قال :بينا النبى صلى الله عليه وسلم يخطب، إذا هو برجل قائم، فسأل عنه فقالوا :أبو إسرائيل، نذر أن يقوم ولا يقعد، ولا يستظل، ولا يتكلم، ويصوم .فقال النبى صلى الله عليه وسلم :مره فليتكلم وليستظل وليقعد، وليتم صومه (بخارى، رقم الحديث ٦٧٠٤، باب النذر فيما لا يملك وفى معصية)

[3] (من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعص الله فلا يعصه) أى من نذر طاعة الله وجب عليه الوفاء بنذره ومن نذر معصية حرم عليه الوفاء به لأن النذر مفهومه الشرعى إيجاب قربة وذا إنما يتحقق فى الطاعة ويتصور نذر الواجب بأن يوقته وينقلب المندوب بالنذر واجبا (فيض القدير، تحت رقم الحديث ٩٠٥٦)

ومنت والا اعتکاف واجب اور منذور اعتکاف کہلاتا ہے۔

البتہ حنفیہ کے نزدیک کسی عبادت کی نذر ومنت منعقد ہونے کے لئے اس کا عبادتِ مقصودہ ہونا ضروری ہے، جبکہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کسی عبادت کی نذر ومنت منعقد ہونے کے لئے صرف اس کا عبادت اور ثواب والا کام ہونا کافی ہے، اور عبادتِ مقصودہ ہونا ضروری نہیں۔ [1]

اور اعتکاف کے عبادتِ مقصودہ ہونے نہ ہونے میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے، ہمارے

---

[1] نذر القرب غير المقصودة :يقصد بهذه القرب :ما لم يشرع عبادة، وإنما هى أعمال وأخلاق مستحسنة رغب الشارع فيها لعظم فائدتها، وقد يبتغى بها وجه الله تعالى، وذلك مثل :بناء المساجد، وتشييع الجنائز، وتشميت العاطس ونحو ذلك مما ليس له أصل فى الفروض.

وقد اختلف الفقهاء فى حكم التزامها بالنذر على مذهبين:

المذهب الأول :يرى أصحابه أنه يصح التزام أى من هذه القرب بالنذر ويلزم الوفاء به .وإلى هذا ذهب المالكية والحنابلة، وهو الصحيح من مذهب الشافعية .واستدلوا على صحة التزام هذه القرب بالنذر ووجوب الوفاء به بعموم الآيات الدالة على ذلك وقد سبق ذكرها، كما استدلوا بحديث عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من نذر أن يطيع الله فليطعه، ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه وبحديث عمر رضى الله عنه أنه قال :إنى نذرت فى الجاهلية أن أعتكف ليلة فى المسجد الحرام فقال النبى صلى الله عليه وسلم :أوف بنذرك فقد أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذين الحديثين بالوفاء بالنذر إذا كان فى طاعة الله سبحانه، ومن التزم قربة من القرب السابقة بالنذر فقد نذر أن يطيع الله فيلزمه الوفاء بما نذر من ذلك .واستدلوا كذلك بالقياس من حيث إن الشارع قد رغب فى هذه القرب وحض على تحصيلها، والعبد يتقرب بها إلى الله تعالى، فهى بمثابة العبادات المقصودة.وأضافوا :إن هذه القرب وإن لم يكن لها أصل فى الفروض، إلا أنه يصح التزامها بالنذر ويجب الوفاء بها قياسا على ما لو ألزم الناذر نفسه أضحية أو أوجب هديا أو اعتكافا أو عمرة، فإن هذه يصح التزامها بالنذر اتفاقا، وليست من الفروض وقالوا أيضا إن الناذر قد ألزم نفسه قربة على وجه التبرر فتلزمه بالنذر، قياسا على التزامه ما له أصل فى الفروض، والذى هو موضع إجماع العلماء.

المذهب الثانى :يرى من ذهب إليه أنه لا يصح التزام أى من هذه القرب بالنذر، ولا يصح النذر بها، وإليه ذهب الحنفية، وهو وجه فى مذهب الشافعية.واستدل هؤلاء بأن هذه القرب ليس لها أصل فى الفروض، فلا يصح التزامها بالنذر، إذ النذر إيجاب العبد، فيعتبر بإيجاب الله تعالى، إذ لا ولاية له على الإيجاب ابتداء وإنما صححنا إيجابه فى مثل ما أوجبه الله تعالى تحصيلا للمصلحة المتعلقة بالنذر، كما أن هذه القرب ليست على أوضاع العبادات فلا يصح التزامها بالنذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰ص ۱۴۷، ۱۴۸، مادة"نذر"اقسام النذر)

نزدیک راجح یہ ہے کہ اعتکاف عبادتِ مقصودہ ہے۔ ؎

؎ مشائخِ حنفیہ کے نزدیک انعقادِ نذر کے لئے منذور بہ کے عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ اس کی جنس میں سے کوئی امر واجب ہو یا واجب پر مشتمل ہو۔

اعتکاف کو اس اُصول پر منطبق کرنے کے سلسلہ میں مشائخِ حنفیہ کی توجیہات مختلف ہیں، بعض نے فرمایا کہ اعتکاف کی جنس میں سے وقوفِ عرفہ اور قعدۂ اخیرہ یا تعدیلِ ارکان واجب بلکہ فرض ہے، اس لئے اعتکاف کی نذر میں یہ شرط پائی جاتی ہے، اور بعض نے فرمایا کہ اعتکاف انتظارِ صلاۃ کے لئے مشروع ہے، اور انتظارِ صلاۃ کا حکم صلاۃ کا ہے، اور صلاۃ عبادتِ مقصودہ ہے، جبکہ بعض نے فرمایا کہ اعتکافِ منذور کے لئے روزہ شرط ہے، اس حیثیت سے اعتکافِ منذور روزہ کے وجوب پر مشتمل ہے۔

ولا شک أن ما سوى الاعتكاف من الصلاة والصوم وغيرهما له أصل فى الفروض، والاعتكاف له أصل أيضا فى الفروض وهو الوقوف بعرفة (بدائع الصنائع، ج۵، ص۸۳، كتاب النذر، بيان ركن النذر وشرائطه)

يجب أن يعلم بأن النذر بالاعتكاف صحيح .أما على قول من يقول بأن شرط صحة النذر أن يكون المنذور به عبادة لا أن يكون لله تعالى من جنسه إيجاب، فظاهر؛ لأن الاعتكاف عبادة مقصودة بنفسه؛ لأنه لبث وقرار فى المسجد، وانتظار للصلاة فى مكان الصلاة، وأما على قول من يقول بأن شرط صحة النذر كون المنذور به عبادة، وأن يكون لله تعالى من جنسه إيجاب؛ فلأن للاعتكاف شبهاً بالصلاة من حيث إنه لبث وقرار فى مكان الصلاة لانتظار الصلاة، والمنتظر للصلاة كأنه فى الصلاة إيجاب، أو يقول: النذر بالاعتكاف نذر بالصوم؛ لأن الصوم شرط لصحة الاعتكاف الواجب، والتزام الشىء التزام لشرائطه، ولله تعالى من جنس الصوم إيجاب (المحيط البرهانى، ج۲، ص۴۰۷، كتاب الصوم، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

ولا يرد الاعتكاف حيث لم يوجب فى الشرع من جنسه، وهو معتبر لأنه لبث فى مسجد جماعة عبادة، وهو من جنس الوقوف بعرفات، أو لأنه فى معنى الصلاة، لأنه انتظار أوقات الصلاة، ولهذا اختص بمسجد جماعة والمنتظر للصلاة كأنه فى الصلاة (البناية شرح الهداية، ج۹، ص۸۷، ص۸۸، كتاب أدب القاضى، فصل فى القضاء بالمواريث، قال مالى فى المساكين صدقة)

ولا يرد الاعتكاف حيث لم يوجب فى الشرع من جنسه شىء ، وهو معتبر؛ لأنه لبث فى مسجد جماعة عبادة وهو من جنس الوقوف بعرفات، أو؛ لأنه فى معنى الصلاة؛ لأنه لانتظار أوقات الصلاة، ولهذا اختص بمسجد جماعة، والمنتظر للصلاة كأنه فى الصلاة (العناية شرح الهداية، ج۷، ص۳۵۲، كتاب ادب القاضى، مسائل شتى من كتاب القضاء، فصل فى القضاء بالمواريث)

وأما الاعتكاف وهو اللبث فى مكان من جنسه واجب وهو القعدة الأخيرة فى الصلاة(البحر الرائق، ج۲، ص۳۱۷، كتاب الصوم، فصل ما يوجبه العبد على نفسه، فصل فى النذر)

(قوله :وهو القعدة الأخيرة فى الصلاة) قال فى المعراج فى باب الاعتكاف قلنا بل من جنسه واجب لله تعالى وهو اللبث بعرفة يوم عرفة وهو الوقوف أو النذر بالمشى إنما يصح إذا كان من جنسه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُـمَـرَ سَـأَلَ الـنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : كُـنْـتُ نَذَرْتُ فِي الْـجَـاهِـلِيَّةِ أَنْ أَعْتَـكِفَ لَيْـلَةً فِـي الْـمَسْجِدِ الْحَرَامِ، قَـالَ : فَـأَوْفِ بِنَذْرِكَ (بخاری) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت کے زمانہ میں یہ نذر (ومنت) مانی تھی کہ میں ایک رات کا مسجدِ حرام میں اعتکاف کروں گا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی نذر (ومنت) کو پورا کیجئے (بخاری)

اور دارقطنی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

واجب لله تعالى أو مشتمل على الواجب وهذا كذلك؛ لأن الاعتكاف يشتمل على الصوم ومن جنس الصوم واجب فيكون النذر به مشتملا على اللبث والصوم ومن جنس الصوم واجب وإن لم يكن من جنس اللبث واجب فيصح النذر ثم ذكر عن جامع فخر الإسلام النذر بالاعتكاف صحيح وإن كان ليس لله تعالى من جنسه إيجاب؛ لأن الاعتكاف إنما شرع لدوام الصلاة؛ ولذلك صار قربة فصار التزامه بمنزلة الصلاة والصلاة عبادة مقصودة (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ٢، ص ٣١٧، كتاب الصوم، فصل ما يوجبه العبد على نفسه، فصل فى النذر)

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اعتکاف قربتِ مقصودہ ہے، اور اسی وجہ سے نفل اعتکاف وقوفِ عرفہ کی طرح چلنے کی حالت میں اور ہر مسجد میں (خواہ وہاں جماعت بھی نہ ہوتی ہو) متحقق ہو جاتا ہے، جس کے دلائل نفلی اعتکاف کے بیان کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

[1] رقم الحديث ٢٠٣٢، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف ليلا؛ مسلم، ١٦٥٦ "٢٧"؛ ترمذى، رقم الحديث ١٥٣٩.

قال الترمذى: وفى الباب عن عبد الله بن عمرو، وابن عباس :حديث عمر حديث حسن صحيح. وقد ذهب بعض أهل العلم إلى هذا الحديث، قالوا :إذا أسلم الرجل وعليه نذر طاعة فليف به، وقال بعض أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم :لا اعتكاف إلا بصوم .وقال آخرون من أهل العلم :ليس على المعتكف صوم إلا أن يوجب على نفسه صوما، واحتجوا بحديث عمر أنه نذر أن يعتكف ليلة فى الجاهلية، فأمره النبى صلى الله عليه وسلم بالوفاء، وهو قول أحمد، وإسحاق.

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ سَأَلَ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ: فَاعْتَكَفَ عُمَرُ لَيْلَةً، إِسْنَادٌ ثَابِتٌ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں مسجدِ حرام میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر (ومنت) مانی تھی، پھر جب اسلام آ گیا، تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ آپ اپنی نذر (ومنت) پوری کیجئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کا اعتکاف کیا (امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ) اس کی سند ثابت ہے (سنن دار قطنی)

ان روایات میں رات کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننے کا ذکر ہے، جبکہ بعض روایات میں دن کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننے کا ذکر ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَكَيْفَ تَرٰى؟ قَالَ: اِذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا (مسلم) [2]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے جاہلیت کے زمانہ میں مسجدِ حرام میں ایک دن کے اعتکاف کی نذر (ومنت) مانی تھی، تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ جائیے، اور ایک دن کا اعتکاف کیجئے (مسلم)

اگر خاص رات کی نذر ومنت والی روایت کا اعتبار کیا جائے، تو نذر ومنت والے واجب

---

[1] رقم الحديث ۲۳۵۴، كتاب الصيام، باب الاعتكاف.

[2] رقم الحديث ١٦٥٦ ''٢٨'' كتاب الأيمان، باب نذر الكافر وما يفعل فيه إذا أسلم.

اعتکاف کے لئے روزہ کے شرط ہونے کی نفی ثابت ہوگی، کیونکہ روزہ دن میں ہوتا ہے، نہ کہ رات میں؛ اور اگر خاص دن کی نذرومنت والی روایت کا اعتبار کیا جائے، تو پھر نذرومنت والے واجب اعتکاف کے لئے دوسرے دلائل کے پیشِ نظر روزہ کی قید لگانا درست ہوگا، کیونکہ دن میں روزہ رکھنا معتبر ہوتا ہے۔ [1]

پھر فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نذرومنت والے واجب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک نذرومنت والے واجب اعتکاف کے لئے رمضان کے مسنون اعتکاف کی طرح روزہ ضروری ہے۔

ان حضرات کا فرمانا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دراصل ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی نذرومنت مانی تھی، بعض راویوں نے رات کا ذکر کردیا، جس میں دن بھی شامل ہے، اور بعض نے دن کا ذکر کردیا، جس میں رات بھی شامل ہے۔ [2]

---

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانۂ جاہلیت میں جو نذرومنت مانی تھی، اس کا اگرچہ اسلام لانے کے بعد پورا کرنا ضروری نہیں تھا، لیکن کیونکہ اعتکاف کی نذرومنت ایک عبادت کا عمل تھا، جس کو پورا کرنا ایک کارِ خیر تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمادیا، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان ہونے کی حالت میں اعتکاف کی نذرومنت مانے، تو اس کو پورا کرنا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے۔

واستشكل قوله نذرت فى الجاهلية الخ إذ ظاهره أنه الوقت الذى كان هو فيه على الجاهلية لأن الصحيح أن نذر الكافر غير صحيح .وأجيب :بأن المراد أنه نذر بعد إسلامه فى زمن لا يقدر أن يفى بنذره فيه لمنع الجاهلية للمسلمين من دخول مكة ومن الوصول إلى المحرم وهذا مردود بما أخرجه الدارقطنى من طريق سعيد بن بشير عن عبد الله بلفظ :نذر عمر أن يعتكف فى الشرك فهذا صريح فى أن نذره كان قبل إسلامه فى الجاهلية، فالمراد من قوله عليه الصلاة والسلام له :(أوف بنذرك) على سبيل الندب لا على سبيل الوجوب لعدم أهلية الكافر للتقرب فحمله على الندب أولى إذ لا يحسن تركه بالإسلام ما عزم عليه فى الكفر من الخير والله أعلم .وعند الحنابلة يصح النذر من الكافر وعبارة المرداوى فى تنقيح المقنع النذر مكروه وهو إلزام مكلف مختار ولو كافرا بعبادة نصا نفسه لله تعالى (ارشاد السارى، ج۳، ص ۴۴۱، باب جواز الاعتكاف ليلا)

[2] وأيضا هذا محمول على أنه كان نذر يوما وليلة، بدليل أن فى لفظ مسلم عن ابن عمر :أنه جعل على نفسه يوما يعتكفه، فقال، صلى الله عليه وسلم :أوف بنذرك .وقال ابن بطال :أصل الحديث :قال عمر :إنى نذرت أن أعتكف يوما وليلة فى الجاهلية، فنقل بعض الرواة ذكر الليلة وحدها، ويجوز للراوى أن ينقل بعض ما سمع (عمدة القارى، ج ۱۱، ص ۱۴۱، كتاب الاعتكاف)

اور اس واقعہ کی بعض روایات میں اعتکاف کے ساتھ روزہ کا ذکر آیا ہے۔ [1]

حضرت سعید بن مسیّب اور عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ اِعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ، وَأَنَّ السُّنَّةَ فِي الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَّا يَخْرُجَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ وَلَا يَتْبَعُ جِنَازَةً وَلَا يَعُوْدُ مَرِيْضًا وَلَا يَمَسُّ اِمْرَأَةً وَلَا يُبَاشِرُهَا، وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ وَسُنَّةُ مَنِ اعْتَكَفَ أَنْ يَّصُوْمَ (سنن الدارقطنی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا، اور معتکف کے لئے یہ سنت ہے کہ وہ صرف انسانی حاجت (قضائے حاجت وغیرہ) ہی کے لئے نکلے، اور جنازہ کے پیچھے نہ جائے، اور مریض کی عیادت نہ کرے، اور عورت کو نہ چھوئے، اور نہ اس سے مباشرت کرے، اور اعتکاف صرف جماعت والی مسجد میں ہوتا ہے، اور معتکف کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے (دارقطنی؛ ابوداؤد)

---

[1] چنانچہ عبداللہ بن بدیل کی روایت میں اعتکاف کے ساتھ روزہ کا بھی ذکر ہے، جس کو دارقطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ بن بدیل مطلقاً ضعیف نہیں، بلکہ اُن کی توثیق بھی ثابت ہے، اس لئے ان کی اس حدیث کو حسن قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن چونکہ اس واقعہ میں روزہ کی زیادتی دیگر ثقہ راویوں کے خلاف ہے، اس لئے انصاف کی بات یہ ہے کہ اس کا صحیح سند والی احادیث سے مقابلہ مشکل ہے "فلا يقبل تفرده بما يخالف الثقات"

عبد الله بن بديل ,عن عمرو بن دينار ,عن ابن عمر ,أن عمر قال للنبي صلى الله عليه وسلم :إني نذرت أن أعتكف يوما ,قال :اعتكف وصم .سمعت أبا بكر النيسابوري يقول :هذا حديث منكر ,لأن الثقات من أصحاب عمرو بن دينار لم يذكروه ,منهم ابن جريج ,وابن عيينة ,وحماد بن سلمة ,وحماد بن زيد وغيرهم ,وابن بديل ضعيف الحديث(سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۲۳۶۱)

[2] رقم الحديث ۲۳۶۴،كتاب الصيام، باب الاعتكاف، واللفظ لهٗ؛ سنن أبي داود، رقم الحديث ۲۴۷۳.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کی سند کم از کم حسن درجہ میں داخل ہے، اور یہ اگرچہ موقوف ہے، مگر حکماً مرفوع ہے۔ [1]

اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہونے کے اور بھی بعض آثار ہیں، مگر ان میں یہ ذکر نہیں کہ واجب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، یا مسنون اعتکاف کے لئے، احتمال دونوں کا پایا جاتا ہے۔ [2]

اور امام احمد رحمہ اللہ کی راجح روایت کے مطابق اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں، مگر یہ کہ نذر و منت مانتے وقت کوئی روزہ کو بھی اپنے اوپر واجب

---

[1] عن عائشة :أنها قالت :السنة على المعتكف :أن لا يعود مريضا، ولا يشهد جنازة، ولا يمس امرأة، ولا يباشرها، ولا يخرج لحاجة؛ إلا لما لا بد منه .ولا اعتكاف إلا بصوم، ولا اعتكاف إلا في مسجد جامع . (قلت :إسناده حسن صحيح) إسناده :حدثنا وهب بن بقية :أخبرنا خالد عن عبد الرحمن -يعني :ابن إسحاق -عن الزهري عن عروة عن عائشة ... قال أبو داود " :غير عبد الرحمن لا يقول فيه :قالت :السنة ." قال أبو داود " :جعله قول عائشة ." قلت :وهذا إسناد حسن، ورجاله كلهم ثقات على شرط مسلم؛ على ضعف يسير في عبد الرحمن بن إسحاق، لا ينزل حديثه عن رتبة الحسن .وإعلال المصنف لحديثه -بمخالفته لغيره -يرده أنه تابعه ابن جريج :عند الدارقطني، والليث :عند البيهقي، كما خرجته في "الإرواء ويؤيد هذا :أنه ذكره معلقا من رواية الزهري عن عروة عن عائشة ...وقال عقبه ":كذا رواه غير واحد عن الزهري ."فقول الدارقطني ":يقال :إن قوله :والسنة للمعتكف ...مدرج في الحديث من كلام الزهري !"غير مقبول؛ كيف لا وقد اتفق الليث وابن جريج مع عبد الرحمن بن إسحاق في جعله من قول عائشة؟ ! فاتفاقهم يبعد شبهة خطأ عبد الرحمن في ذلك .وهذا الجواب أولى مما أجاب به ابن القيم في "تهذيب السنن ؛ فراجعه إن شئت .وحينئذ؛ فهو في حكم المرفوع، كما هو مقرر في علم مصطلح الحديث .والحديث رواه البيهقي من طريق المؤلف(صحيح أبي داود للألباني، تحت رقم الحديث ۲۱۳۵، باب المعتكف يعود المريض)

مگر بندہ کا رجحان اس طرف ہے کہ اس روایت کا تعلق مسنون اعتکاف سے ہے، اور جہاں تک منذور اعتکاف کا تعلق ہے، تو وہ اپنی نذر کے مطابق منعقد ہوا کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی اس میں عیادتِ مریض اور جنازہ میں حاضری کا استثناء کرے، تو بھی معتبر ہوجاتا ہے؛ جبکہ اگر کوئی مسنون اعتکاف کے شروع میں ان چیزوں کے لئے خروج کی نیت کرے، تو وہ مسنون نہیں رہتا، بلکہ نفل بن جاتا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ روزہ وغیرہ کی پابندیاں مسنون اعتکاف کے ساتھ وابستہ ہیں۔

[2] اس طرح کے بعض آثار مسنون اعتکاف کے ذیل میں گزر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کرلئے جائیں، اور بندہ کا ذاتی رجحان اس طرف ہے کہ وہ آثار مسنون اعتکاف سے متعلق ہیں۔

کرلے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض روایات کے مطابق رات کے اعتکاف کی نذرومنت مانی تھی، جس کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا کرنے کا حکم فرمایا، اس کے علاوہ اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اور روزہ ایک الگ مستقل عبادت ہے؛ لہٰذا اعتکاف کی نذرومنت سے اعتکاف ہی واجب ہوگا، اور اعتکاف کی نذرومنت سے روزہ واجب نہیں ہوگا، اور روزہ کی عبادت اس وقت تک واجب نہیں ہوگی، جب تک کہ اسے اپنے اوپر واجب نہ کیا جائے، جیسا کہ اس کے برعکس روزہ کی نذرومنت ماننے سے روزہ ہی واجب ہوا کرتا ہے، اس کے ساتھ اعتکاف واجب نہیں ہوا کرتا، البتہ اگر کوئی معتکف روزہ بھی رکھے، تو افضل ہے، تاکہ اس کی اعتکاف والی عبادت کی فضیلت میں اضافہ ہوجائے۔ [1]

---

[1] العلماء اختلفوا فی صوم المعتکف هل هو واجب علیه أم لا فقال مالک والثوری والحسن بن حی وأبو حنیفة لا اعتکاف إلا بصوم وهو قول اللیث وقال الشافعی وأحمد بن حنبل وداود بن علی وابن علیة الاعتکاف جائز بغیر صوم وهو قول الحسن وسعید بن المسیب وعطاء بن أبی رباح وعمر بن عبد العزیز کلهم قالوا لیس علی المعتکف صوم إلا أن یوجبه علی نفسه (التمهید لما فی الموطألابن محمد بن عبد البر القرطبی، ج ۱۱، ص ۱۹۹، و ۲۰۰، باب الطاء، تابع لمحمد بن شهاب الزهری، الحدیث الثامن والاربعون)

(قال) علیه الصلاة والسلام له :(أوف بنذرک) الذی نذرته فی الجاهلیة أی علی سبیل الندب ولیس الأمر للإیجاب، واستدل به علی جواز الاعتکاف بغیر صوم لأن اللیل لیس ظرفا للصوم، فلو کان شرطا لأمره النبی -صلی الله علیه وسلم -به لکن عند مسلم من حدیث سعید عن عبید الله یوما بدل لیلة فجمع ابن حبان وغیره بین الروایتین بأنه نذر اعتکاف یوم ولیلة، فمن أطلق لیلة أراد بیومها، ومن أطلق یوما أراد بلیلته، وقد ورد الأمر بالصوم فی روایة عمرو بن دینار عن ابن عمر صریحا لکن إسنادها ضعیف، وقد زاد فیها أنه قال :له" :اعتکف وصم "أخرجه أبو داود والنسائی من طریق عبد الله بن بدیل وهو ضعیف، وقد ذکر ابن عدی والدارقطنی أنه تفرد بذلک عن عمرو بن دینار وروایة من روی یوما شاذة، وقد وقع فی روایة سلیمان بن بلال الآتیة إن شاء الله تعالی فاعتکف لیلة فدل علی أنه لم یزده علی نذره شیئا وأن الاعتکاف لا صوم فیه قاله فی فتح الباری وهذا مذهب الشافعیة والحنابلة .وعن أحمد أیضا لا یصح بغیر صوم والأول هو الصحیح عندهم وعلیهم أصحابهم، وقال المالکیة والحنفیة :لا یصح إلا بصوم، واحتجوا بأنه -صلی الله علیه وسلم -لم یعتکف إلا بصوم وفیه نظر لما فی الباب الذی بعده أنه اعتکف فی شوال (ارشاد الساری، ج۳، ص ۴۴۱، باب جواز الاعتکاف لیلا)

(مسألة الاعتکاف بغیر صوم)مسألة :قال :(ویجوز بلا صوم، إلا أن یقول فی نذره بصوم) المشهور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْمُعْتَكِفِ صِيَامٌ إِلَّا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

في المذهب أن الاعتكاف يصح بغير صوم .روى ذلك عن علي، وابن مسعود، وسعيد بن المسيب، وعمر بن عبد العزيز، والحسن، وعطاء ، وطاوس، والشافعي، وإسحاق.

وعن أحمد، رواية أخرى، أن الصوم شرط في الاعتكاف .قال :إذا اعتكف يجب عليه الصوم . وروى ذلك عن ابن عمر، وابن عباس، وعائشة .وبه قال الزهري، ومالك، وأبو حنيفة، والليث، والثوري، والحسن بن يحيى؛ لما روى عن عائشة، عن النبي -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :لا اعتكاف إلا بصوم .رواه الدارقطني.

وعن ابن عمر، أن عمر جعل عليه أن يعتكف في الجاهلية، فسأل النبي -صلى الله عليه وسلم - فقال :اعتكف، وصم .رواه أبو داود .ولأنه لبث في مكان مخصوص .فلم يكن بمجرده قربة، كالوقوف.

ولنا، ما روى ابن عمر، عن عمر، أنه قال :يا رسول الله، إني نذرت في الجاهلية أن أعتكف ليلة في المسجد الحرام .فقال النبي -صلى الله عليه وسلم :-أوف بنذرك .رواه البخاري .ولو كان الصوم شرطا لما صح اعتكاف الليل، لأنه لا صيام فيه، ولأنه عبادة تصح في الليل، فلم يشترط له الصيام كالصلاة، ولأنه عبادة تصح في الليل، فأشبه سائر العبادات، ولأن إيجاب الصوم حكم لا يثبت إلا بالشرع، ولم يصح فيه نص، ولا إجماع.

قال سعيد :حدثنا عبد العزيز بن محمد، عن أبي سهل، قال :كان على امرأة من أهلي اعتكاف، فسألت عمر بن عبد العزيز .فقال :ليس عليها صيام، إلا أن تجعله على نفسها .فقال الزهري :لا اعتكاف إلا بصوم .فقال له عمر عن النبي -صلى الله عليه وسلم -؟ قال :لا .قال :فعن أبي بكر؟ قال :لا .قال :فعن عمر؟ قال :لا .قال :وأظنه قال :فعن عثمان؟ قال :لا .فخرجت من عنده، فلقيت عطاء وطاوسا، فسألتهما، فقال طاوس :كان فلان لا يرى عليها صياما، إلا أن تجعله على نفسها، وأحاديثهم لا تصح .أما حديثهم عن عمر، فتفرد به ابن بديل، وهو ضعيف، قال أبو بكر النيسابوري :هذا حديث منكر .والصحيح ما رويناه، أخرجه البخاري، والنسائي، وغيرهما.

وحديث عائشة موقوف عليها، ومن رفعه فقد وهم، ولو صح فالمراد به الاستحباب؛ فإن الصوم فيه أفضل، وقياسهم ينقلب عليهم؛ فإنه لبث في مكان مخصوص، فلم يشترط له الصوم كالوقوف، ثم نقول بموجبه، فإنه لا يكون قربة بمجرده، بل بالنية .إذا ثبت هذا فإنه يستحب أن يصوم؛ لأن النبي -صلى الله عليه وسلم -كان يعتكف وهو صائم، ولأن المعتكف يستحب له التشاغل بالعبادات والقرب، والصوم من أفضلها، ويتفرغ به مما يشغله عن العبادات، ويخرج به من الخلاف (المغني لابن قدامة، ج٣،ص١٨٨، ١٨٩، كتاب الاعتكاف)

أَنْ يَّجْعَلَهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معتکف پر روزہ لازم نہیں، مگر یہ کہ وہ روزہ کو اپنے اوپر لازم کرلے (حاکم)

اس حدیث کے مرفوع ہونے کو بعض نے صحیح اور بعض نے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت حسن

---

[1] رقم الحديث ١٦٠٣، ج ١ ص ٦٠٥، كتاب الصوم؛ سنن الدار قطني، رقم الحديث ٢٣٥٥؛ السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ٨٥٨٧؛ تاريخ اصبهان، ج ١، ص ٣٥١.

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الدار قطني: رفعه هذا الشيخ وغيره لا يرفعه.
وقال البيهقي: "تفرد به عبد الله بن محمد بن نصر الرملي هذا وقد رواه أبو بكر الحميدى عن عبد العزيز بن محمد عن أبي سهيل بن مالك قال :اجتمعت أنا ومحمد بن شهاب عند عمر بن عبد العزيز وكان على امرأتي اعتكاف ثلاث في المسجد الحرام ,فقال ابن شهاب :لا يكون اعتكاف إلا بصوم ,فقال عمر بن عبد العزيز :أمن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال :لا ,قال: فمن أبي بكر؟ قال :لا، قال :فمن عمر؟ قال :لا ,قال :فمن عثمان؟ قال :لا، قال أبو سهيل: فانصرفت فوجدت طاوسا وعطاء فسألتهما عن ذلك فقال طاوس :كان ابن عباس لا يرى على المعتكف صياما إلا أن يجعله على نفسه وقال عطاء :ذلك رأى .هذا هو الصحيح موقوف ورفعه وهم، وكذلك رواه عمرو بن زرارة عن عبد العزيز موقوفا وهو فيما.
وقال أبو نعيم الأصبهاني: نصر بن محمد بن نصر بن خالد الفقيه أبو محمد يعرف بابن نصرويه كان يفتي على مذهب الشافعي في الجامع عشرين سنة.
وقال ابن الجوزي: قالوا قد قال الدارقطني رفعه السوسي وغيره لا يرفعه قلنا السوسي ثقة قال أبو بكر الخطيب دخل بغداد وحدث أحاديث مستقيمة (التحقيق في أحاديث الخلاف، تحت رقم الحديث ١١٨٧)

اور بعض حضرات نے مندرجہ بالا حدیث میں ''یجعلہ'' کی ضمیر کا مرجع اعتکاف کو قرار دیا ہے، اور اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ معتکف پر فی نفسہٖ روزہ نہیں ہوتا، مگر یہ کہ جب اعتکاف کو اپنے اوپر واجب کرلے، تو پھر روزہ واجب ہوجاتا ہے۔
مگر علمی وفقہی تعصب سے بالاتر ہوکر انصاف کی بات یہ ہے کہ ''یجعلہ'' کی ضمیر کا یہ مرجع خلافِ ظاہر اور خلافِ متبادر ہے، کیونکہ اس ضمیر سے قبل روزہ کا ذکر ہے، جس سے متبادر یہی ہے کہ اس ضمیر کا مرجع صیام (یعنی روزہ) ہے، بالخصوص جبکہ بعض آثار سے بھی اسی مرجع کے مراد ہونے کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، مزید براں بڑے بڑے جلیل القدر فقہائے کرام ومحدثینِ عظام نے اس روایت سے منذور اعتکاف میں روزہ شرط نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، جو عربی قواعد سے ہمارے مقابلہ میں کہیں زیادہ واقف تھے۔ احادیث وروایات اور نصوص میں اس طرح کی تاویلات کرکے ان کو اپنے موقف کے تابع کرنے کا طرزِ عمل غیر مناسب طریقہ ہے۔

بصری رحمہما اللہ کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایات مروی ہیں۔

چنانچہ حضرت حکم سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ ، وَعَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَا: اَلْمُعْتَكِفُ لَيْسَ عَلَيْهِ صَوْمٌ ، إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ ذٰلِكَ عَلٰى نَفْسِهٖ (مُصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ معتکف پر روزہ ضروری نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ روزہ کی اپنے اوپر شرط لگالے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ابو معشر سے مروی ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ صَوْمٌ ، إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ أَوْجَبَ ذٰلِكَ عَلٰى نَفْسِهٖ (مُصنف ابن أبی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ معتکف پر روزہ ضروری نہیں ہے، مگر یہ کہ وہ روزہ کو اپنے اوپر واجب کرلے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ؛ مِثْلَ قَوْلِ إِبْرَاهِيْمَ (مُصنف ابن أبی شیبة) [3]

ترجمہ: حضرت حسن سے حضرت ابراہیم نخعی کے قول کی طرح مروی ہے (کہ معتکف پر روزہ ضروری نہیں، مگر یہ کہ وہ روزہ کو اپنے اوپر واجب کرلے) (ابنِ ابی شیبہ)

خلاصہ یہ کہ نذر و منت مانے ہوئے واجب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہونے نہ ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ٩٧١٦، كتاب الصيام، باب من قال :لا اعتكاف إلا بصوم.

[2] رقم الحديث ٩٧٢١، كتاب الصيام، باب من قال :لا اعتكاف إلا بصوم.

[3] رقم الحديث ٩٧٢٢، كتاب الصيام، باب من قال :لا اعتكاف إلا بصوم.

[4] ومنها :الصوم فإنه شرط لصحة الاعتكاف الواجب بلا خلاف بين أصحابنا، وعند الشافعي ليس بشرط، ويصح الاعتكاف بدون الصوم والمسألة مختلفة بين الصحابة -رضي الله عنهم- وروي عن ابن عباس وعائشة وإحدى الروايتين عن علي -رضي الله عنهم- مثل مذهبنا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کسی بھی قسم کے اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں، اور مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک واجب اور مسنون اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروی عن علی وعبد الله بن مسعود مثل مذهبه(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ج۲ص ۱۰۹، کتاب الاعتکاف،فصل شرائط صحة الاعتکاف)

مسئلة من نذر ان یعتکف قال ابو حنیفة ومالک یجب علیه ان یصوم ویعتکف وقال الشافعی واحمد لا یجب علیه الصوم ومبنی الخلاف علی اختلافهم فی انه بل یشترط الصوم للاعتکاف أم لا فقال الشافعی واحمد لا یشترط ویصح الاعتکاف بغیر صوم وباللیل واقله ساعة وقال مالک یشترط وهو روایة عن احمد وروایة الحسن عن ابی حنیفة وفی الأصل مذهب ابی حنیفة ان الصوم شرط لصحة الواجب من الاعتکاف دون التطوع منه وبه قال محمد (التفسیر المظهری، ج۶، ص ۲۹۶، سورة الحج، تحت رقم الآیة ۲۹)

[1] اس سلسلہ میں مختلف آثار اور حنفیہ اور دیگر فقہائے کرام کے اقوال اوپر ذکر کیے جا چکے ہیں؛ جس سے مسئلہ ھٰذا کا مجتہد فیہ ہونا ظاہر ہو چکا ہے، جس میں قطع نظر تقلیدِ محض کے فی نفسہٖ صواب وخطاء کا جانبین میں احتمال ہے، بندہ کا ذاتی رجحان دلائل کے پیشِ نظر اس طرف ہے کہ منذور اعتکاف کے لئے اس وقت تک روزہ شرط نہیں ہونا چاہئے، جب تک کہ نذر مانتے وقت اس کی تصریح نہ کی ہو، کیونکہ اعتکاف بذاتِ خود قُربتِ مقصودہ ہے، جس پر کلام پہلے گزر چکا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نفل اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اور وہ چلتے چلتے بھی نیت کرنے سے متحقق ہو جاتا ہے، جس سے ظاہر ہوا کہ اعتکاف کو فی الجملہ روزہ اور انتظارِ صلاۃ وغیرہ کے ضمِ ضمیمہ کے بغیر وجود حاصل ہو جاتا ہے، جو اس کے قُربتِ مقصودہ ہونے کی دلیل ہے، اور اعتکافِ منذور کی شرعاً کوئی مدت مقرر نہیں، بلکہ وہ ناذر کی مشیّت پر منعقد ہوتا ہے؛ اس حیثیت سے اس کو نفل اعتکاف سے مشابہت حاصل ہے؛ پس جس طرح نفل اعتکاف معتکِف کی مشیّت پر تھوڑی اور زیادہ دیر کے لئے متحقق ہو سکتا ہے، اسی طرح سے ناذر کی نذر سے منذور اعتکاف بھی متحقق ہونا چاہئے؛ اور جن اخبار وآثار سے اعتکاف کے لئے روزہ کا شرط نہ ہونا معلوم ہوتا ہے، بندہ کے نزدیک اُن کا محمل یہی مندوب ومنذور اعتکاف ہے، برخلاف اعتکافِ مسنون کے کہ اُس کا محل رمضان ہے، جو کہ روزہ کا محل ہے؛ نیز اعتکافِ مسنون کامل عشرہ سے وجود میں آتا ہے (اس سے ایک لحہ کے لئے بھی کم وقت سے وجود میں نہیں آتا) جس میں کامل یوم کے علاوہ کامل لیل بھی داخل ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکافِ مسنون روزہ کو بھی متضمن ہے، اور اس اعتکاف کے مسنون ہونے کا مقتضیٰ بھی یہی ہے، کیونکہ مسنون اعمال اپنے وقت اور مالہٗ وماعلیہا کے ساتھ ہی مسنون کہلایا کرتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنون اعتکاف میں روزہ ثابت اور اس کے خلاف غیر ثابت ہے؛ جس کی وجہ سے آخری عشرہ کے اعتکاف کی حیثیت منجملہ رمضان کے دیگر مسنون اعمال کے ہوگئی، اور روزہ رمضان کے فرض اعمال میں سے ہے "فصار الاعتکاف المسنون کالسنن التی قبل المکتوبة وبعدہٗ"

لہٰذا اعتکافِ مسنون کے لئے روزہ شرط ہونا چاہئے، اور جن اخبار وآثار اور دلائل سے اعتکاف کے لئے روزہ کا شرط ہونا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تمہید کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر 1...... اگر کوئی عاقل، بالغ مسلمان اعتکاف کرنے کی نذر و منت مان لے، تو اس پر اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔

اور اعتکاف کی نذر و منت ماننے کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

معلوم ہوتا ہے، بندہ کے نزدیک اُن کا محمل یہی اعتکافِ مسنون ہے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کا قرینہ بھی موجود ہے، اور مذکورہ تفصیل سے مختلف اخبار و آثار میں باہم تطبیق بھی ہو جاتی ہے، اور اگر منذور و مسنون دونوں قسم کے اعتکاف کے لئے ان اخبار کو مختص قرار دیا جائے، تو پھر نفل اعتکاف کو اس حکم سے مستثنیٰ کرنے کے لئے مستقل دلیل درکار ہوگی) اور منذور اعتکاف کو ہمہ جہتی اعتبار سے مسنون اعتکاف پر قیاس کرنا راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ مسنون اعتکاف میں وقت وغیرہ کے لحاظ سے معتکِف کی مشیت کو دَخل نہیں ہے، جبکہ اعتکافِ منذور میں ناذر کی مشیت کو دَخل ہے، یہی وجہ ہے کہ اعتکافِ مسنون اگر کوئی عشرے سے کم کا کرنا چاہے، یا اس میں کوئی استثناء کرنا چاہے، تو اس کے لئے یہ اختیار نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی ایسا کرے بھی تو وہ سنت سے نکل کر نفل بن جاتا ہے، برخلاف اعتکافِ منذور کے، کہ اُس میں اس قسم کا اختیار حاصل ہے، جس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں آتی ہے۔

بندہ کی یہ تحقیق اور رجحان حنفیہ کی تصریحات سے ماخوذ نہیں ہے، بلکہ اصل مآخذ و دلائل کی روشنی میں فیما بینی و بین اللہ بندہ کے بار بار کے قلبی رُجحان بلکہ اطمینان اور شرح صدر پر مبنی ہے، جس کو اختیار و ظاہر کرنا بندہ کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اور اسی وجہ سے اعتکافِ منذور کی حد تک آگے ذکر شُدہ مسائل میں بندہ کا رُجحان اُن فقہائے کرام کے اقوال کی طرف ہے، جو تھوڑے وقت کے لئے بھی اعتکافِ منذور کو درست قرار دیتے ہیں، اور اس کے لئے روزہ کو شرط قرار نہیں دیتے، بالخصوص جبکہ اعتکاف کے قُربتِ مقصودہ ہونے کے دلائل بھی اپنی جگہ موجود ہیں، اور اگر اعتکاف کو نماز کے انتظار کے لئے موضوع مانا جائے، تو اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اگر کوئی نماز کے انتظار کے لئے اعتکاف کی نذر مانے، تو یہ نذر معتبر ہونی چاہئے، کیونکہ نماز کا انتظار بحکمِ صلاۃ ہے، مگر پھر بھی اس کے لئے روزہ کا شرط نہ ہونا لازم آتا ہے، اور اسی وجہ سے اس کے لئے روزہ کو شرط قرار نہیں دیا جا سکتا، ایسے حالات میں ناذر کی اُس نذر کو جو ایک یوم سے کم ہو، لغو قرار دینے اور جبکہ ایک یوم یا اُس سے زائد کی ہو، مگر ناذر اعتکاف کے ساتھ روزہ کے متضمّن ہونے پر راضی نہ ہو، یا وہ اس سے معذور ہو، اور اُس کے الفاظ اور نیت روزہ کی نذر کی نہ ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر اُس کی نفی کی ہو، پھر بھی اُس پر روزہ کو لازم قرار دینے یا بعض صورتوں میں نذر کو لغو قرار دینے پر قلب کا اطمینان نہیں ہوتا، جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کی نذر بذاتِ خود روزہ کو متضمن ہوا کرتی ہے، تو یہ بحث ایک بعد کی چیز ہے، جس میں مزید کلام کی گنجائش ہے، مگر ہمارے مدعا کے اس پر موقوف نہ ہونے کی وجہ سے اس سے تعرُّض کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی؛ اگر کوئی صاحبِ علم اس پر مزید علمی بحث کے خواہش مند ہوں تو علمی حد تک بشرطِ حیات ضرورت پڑنے پر کلام کیا جا سکتا ہے، فی الحال بندہ نے اپنے رُجحان کے دلائل اجمالی حد تک محدود رکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

(۱)......غیر مشروط نذر ومنت (۲)......مشروط نذر ومنت

غیر مشروط نذر ومنت: جسے عربی میں نذرِ مطلق کہا جاتا ہے وہ ہے کہ جس میں کسی کام کے ہونے کی شرط لگائے بغیر زبان سے الفاظ ادا کر کے اعتکاف کو اپنے اوپر لازم و واجب کیا جائے، مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ''اللہ کے لئے مجھ پر اتنے دنوں یا فلاں دن کا اعتکاف لازم یا واجب ہے، تو اس طرح نذر ومنت ماننے سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔

مشروط نذر ومنت: جسے عربی میں نذرِ معلق کہا جاتا ہے، وہ ہے کہ جس میں مشروط طریقہ پر زبان سے الفاظ ادا کر کے اعتکاف کو اپنے اوپر لازم و واجب کیا جائے۔

مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مجھ پر اتنے دنوں یا فلاں دن کا اعتکاف ہے، تو اس طرح کی کسی شرط کے ساتھ نذر ومنت کو اگر مشروط کیا ہو، اور وہ شرط پوری ہو جائے تو نذر ومنت کے مطابق اعتکاف کرنا واجب ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] وينقسم إلى واجب، وهو المنذور تنجيزا أو تعليقا(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف)

والاعتكاف "المطلوب شرعا "على ثلاثة أقسام واجب فى المنذور تنجيزا أو تعليقا (مراقى الفلاح، ص۲۶۵، باب الاعتكاف)

فالاعتكاف فى الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن يقول: لله على أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول :إن شفى الله مريضى، أو إن قدم فلان فلله على أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك. والثانى فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع فى التطوع ملزم عندنا كالنذر (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۰۸، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف)

وإن علق النذر بشرط فوجد الشرط فعليه الوفاء بنفس النذر(الهداية، ج۲، ص ۳۲۱، كتاب الايمان، فصل فى الكفارة)

وفى فتاوى قاضى خان الاعتكاف سنة مشروعة يجب بالنذر والتعليق بالشرط والشروع فيه اعتبارا بسائر العبادات .اهـ.

ثم قال :ولو نذر أن يعتكف رجب فعجل شهرا قبله يجوز فى قول أبى يوسف خلافا لمحمد وأجمعوا على أن النذر لو كان معلقا بأن قال إن قدم غائبى أو شفى الله مريضى فلانا فلله على أن أعتكف شهرا فعجل شهرا قبل ذلك لم يجز .اهـ.

وهذه العبارة بوضعها دالة على صحة تعليقه بالإجماع؛ لأن مفهومها أن النذر صحيح وأنه يجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 2...... اعتکاف بلکہ کسی بھی عبادت کی نذر ومنت منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نذر ومنت ماننے والے میں اس کی اہلیت موجود ہو، کہ وہ مسلمان اور عاقل بالغ ہو۔

اسی طرح نذر ومنت کے منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ زبان سے نذر ومنت کے الفاظ ادا کئے جائیں (مثلاً یہ کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے اعتکاف واجب ہے، یا اگر میرا فلاں کام ہوجائے تو مجھ پر اتنے دنوں یا فلاں دن کا اعتکاف ہے) صرف دل میں نیت کر لینے سے یا زبان سے ایسے الفاظ کہہ دینے سے نذر ومنت منعقد نہیں ہوتی، کہ جو نذر ومنت پر دلالت نہ کرتے ہوں، بلکہ صرف ارادے کے اظہار یا صرف وعدے پر دلالت کرتے ہوں (مثلاً یہ کہ میرا فلاں دن اعتکاف کرنے کا ارادہ ہے، یا میں اس سال رمضان میں اعتکاف کروں گا، اس طرح کے الفاظ سے نذر ومنت نہیں ہوتی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوفاء به إذا وجد شرطه، وأما تعجيله قبل وجود شرطه فغير جائز وهذا هو الموضع الثالث مما أخطئوا فيه في بيان ما لا يصح تعليقه والخطأ هنا أقبح من الأولين وأفحش لكثرة الصرائح بصحة تعليقه وأنا متعجب لكونهم تداولوا هذه العبارات متونا وشروحا وفتاوى ولم يتنبهوا لما اشتملت عليه من الخطأ بتغير الأحكام، والله الموفق للصواب .وقد يقع كثيرا أن مؤلفا يذكر شيئا خطأ في كتابه فيأتي من بعده من المشايخ فينقلون تلك العبارة من غير تغيير ولا تنبيه فيكثر الناقلون لها وأصلها لواحد مخطء كما وقع في هذا الموضع ولا عيب بهذا على المذهب(البحر الرائق، ج٦ص ٢٠٠، ٢٠١،باب السلم)

[1] الكلام في هذا الكتاب في الأصل في ثلاثة مواضع : في بيان ركن النذر، وفي بيان شرائط الركن، وفي بيان حكم النذر أما الأول :فركن النذر هو الصيغة الدالة عليه وهو قوله " :لله عز شأنه على كذا، أو على كذا، أو هذا هدى، أو صدقة، أو مالي صدقة، أو ما أملك صدقة، ونحو ذلك.
(فصل): وأما شرائط الركن فأنواع :بعضها يتعلق بالناذر، وبعضها يتعلق بالمنذور به، وبعضها يتعلق بنفس الركن .أما الذي يتعلق بالناذر فشرائط الأهلية.:(منها) العقل.(ومنها) البلوغ، فلا يصح نذر المجنون والصبي الذي لا يعقل، لأن حكم النذر وجوب المنذور به، وهما ليسا من أهل الوجوب، وكذا الصبي العاقل؛ لأنه ليس من أهل وجوب الشرائع، ألا ترى أنه لا يجب عليهما شيء من الشرائع بإيجاب الشرع ابتداء ؟ فكذا بالنذر، إذ الوجوب عند وجود الصيغة من الأهل في المحل بإيجاب الله -تعالى -لا بإيجاب العبد، إذ ليس للعبد ولاية الإيجاب، وإنما الصيغة علم على إيجاب الله -تعالى -.(ومنها) الإسلام فلا يصح نذر الكافر، حتى لو نذر ثم أسلم لا يلزمه الوفاء به،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 3...... اعتکاف کی صرف دل میں نیت کر لینے سے نذر و منت نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے۔ [1]

اسی وجہ سے اگر کسی نے چند دن کے اعتکاف کی صرف دل میں نیت کی، اور زبان سے نذر و منت نہیں مانی، اور پھر اس نے اعتکاف شروع کر کے درمیان میں ختم کر دیا، اور جتنے دن کی نیت کی تھی، اتنے دن پورے نہیں کئے، اور یہ اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف بھی نہیں تھا، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا؛ کیونکہ صرف نیت کرنے کی وجہ سے اس پر اعتکاف واجب نہیں ہوا تھا، بلکہ اس کے حق میں یہ اعتکاف نفل تھا، اور نفل اعتکاف مسجد سے نکلنے سے مکمل ہو جاتا ہے، ٹوٹتا نہیں ہے، اور اس کی قضاء بھی واجب نہیں ہوتی، جیسا کہ نفل اعتکاف کے بیان میں گزرا۔ [2]

مسئلہ نمبر 4...... جو فقہائے کرام نذر و منت والے واجب اعتکاف کے لئے روزہ کو ضروری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ وهو ظاهر مذهب الشافعي -رحمه الله -؛ لأن كون المنذور به قربة شرط صحة النذر، وفعل الكافر لا يوصف بكونه قربة .(وأما) حرية الناذر فليست من شرائط الصحة؛ فيصح نذر المملوک، ثم إن كان المنذور به من القرب الدينية كالصلاة والصوم ونحوهما يجب عليه للحال، ولو كان من القرب المالية كالإعتاق والإطعام ونحو ذلک يجب عليه بعد العتاق؛ لأنه ليس من أهل الملک للحال ولو قال :إن اشتريت هذه الشاة فهي هدى، أو إن اشتريت هذا العبد فهو حر، فعتق لم يلزمه حتى يضيفه إلى ما بعد العتق في قياس قول أبي حنيفة، وقد ذكرناه في كتاب العتاق .(وأما) الطواعية فليست بشرط عندنا خلافا للشافعي رحمه الله كما في اليمين، وكذا الجد والهزل والله عز شأنه أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۱، ۸۲، کتاب النذر)

[1] إذا أراد إيجاب الاعتكاف على نفسه ينبغي أن يذكر بلسانه، ولا يكفي لإيجابه النية بالقلب ذكره شمس الأئمة كذا في النهاية وهكذا في الخلاصة(الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۳، کتاب الصوم، الباب السابع، مسائل في الاعتكاف)

ولو اراد ايجاب الاعتكاف على نفسه ينبغي ان يذكر بلسانه ولايكفي بنية القلب والله اعلم (خلاصة الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۷۲، کتاب الصوم، الفصل السادس في الاعتكاف)

(قوله بلسانه)فلا يكفي لإيجابه النية منح عن شمس الأئمة (ردالمحتار، ج۲، ۴۴۱، باب الاعتكاف)

[2] وإذا اعتكف الرجل من غير أن يوجب على نفسه شيئا فهو معتكف فإن خرج من المسجد فقطع الاعتكاف فليس عليه شيء من قبل أنه لم يوجب على نفسه شيئا وهو معتكف ما أقام في المسجد تارک لذلک حتى يخرج منه(الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ۲ ص ۲۷۶، باب الاعتكاف)

ولو اعتكف الرجل من غير أن يوجب على نفسه ثم خرج من المسجد لا شيء عليه كذا في الظهيرية (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۴، کتاب الصوم، الباب السابع، مسائل في الاعتكاف)

قرار نہیں دیتے جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ، اُن کے نزدیک اعتکاف کی نذر ومنت خواہ دن کے وقت کی ہو یا رات کے وقت کی، اور خواہ لمبے وقت کے لئے ہو، یا مختصر وقت کے لئے، مثلاً ایک لمحہ کے لئے، وہ منعقد ہو جاتی ہے، اور اُس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

البتہ ان حضرات کے نزدیک کم از کم پورے دن کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا افضل ہے، تا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اختلاف کی رعایت اور مسنون اعتکاف سے مطابقت ہو جائے۔[1]

اور جو فقہائے کرام نذر ومنت والے اعتکاف کے لئے روزہ کو ضروری قرار دیتے ہیں، جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، اُن کے نزدیک مکمل ایک دن (یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے) سے کم وقت کے لئے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا معتبر نہیں ہوتا۔

اسی وجہ سے اگر کسی نے رات کے وقت اعتکاف کرنے کی نذر ومنت مانی، اور دن کی نیت

---

[1] ولو نذر اعتكاف ساعة صح نذره ولزمه اعتكاف ساعة ولو نذر اعتكافا مطلقا كفاه عن نذره اعتكاف لحظة والأفضل أن يعتكف يوما ليخرج من خلاف أبى حنيفة وموافقيه نص عليه الشافعى واتفق عليه الأصحاب (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ٤٩٠، كتاب الاعتكاف)

باب الاعتكاف وأحكام المساجد وهو :لزوم المسجد لطاعة الله على صفة مخصوصة من مسلم عاقل ولو مميزا طاهر مما يوجب غسلا وأقله ساعة فلو نذر اعتكافا وأطلق أجزأته ولا يكفى عبوره ويستحب ألا ينقص عن يوم وليلة ويسمى جوارا قاله ابن هبيرة (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ا ، ص ٣٢١، كتاب الصيام، باب الاعتكاف وأحكام المساجد)

قال رحمه الله :(ويصح بلا صوم).أى :ويصح الاعتكاف بلا صوم، وهذا له صور :الصورة الأولى: أن تعتكف فى الليل مجرداً عن النهار، وقد ثبت بذلك الحديث الصحيح عن عمر رضى الله عنه كما فى الصحيح لما سأل النبى صلى الله عليه وسلم :أنه نذر أن يعتكف ليلة، فأمره النبى صلى الله عليه وسلم أن يوفى بنذره، فدل هذا على مسألتين :المسألة الأولى :أن الاعتكاف لا يشترط له الصوم، وهذا هو أصح قولى العلماء ، خلافاً للحنفية والمالكية رحمة الله عليهم الذين يقولون باشتراط الصوم لصحة الاعتكاف.والأمر الثانى :أنه يجوز أن تعتكف أجزاء النهار؛ لأنه إذا لم يشترط الصوم فإنه يجوز لك أن تعتكف أجزاء النهار؛ لأن الليل جزء من اليوم، فدل على جواز اعتكاف جزء من اليوم، سواء كان ليلة كاملة أو كان نهاراً كاملاً أو كان ساعة كاملة، بل قال العلماء :لو أن إنساناً دخل الفريضة فنوى أن يعتكف مدة جلوسه فى المسجد فإنه معتكف، ويكون له فضل الاعتكاف إذا نوى ذلك؛ وذلك لإطلاق الكتاب والسُّنة.والأفضل والأكمل :التأسى بالنبى صلى الله عليه وسلم بالاعتكاف الكامل خاصةً فى العشر الأواخر(شرح زاد المستقنع لمحمد بن محمد المختار الشنقيطى، باب الاعتكاف، جواز الاعتكاف بلا صوم)

نہیں کی، یا دن کے وقت اعتکاف کرنے کی نذر و منت مانی، لیکن پورے دن کے اعتکاف کی نذر و منت نہیں مانی، بلکہ دن کے کچھ حصے کے اعتکاف کرنے کی نذر و منت مانی، تو ان حضرات کے نزدیک یہ نذر و منت معتبر نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر 5...... اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کرنے کی نذر و منت مانی تو اس پر صرف ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا، جس کا آغاز طلوعِ فجر سے ہوگا، اور اس کا اختتام سورج غروب ہونے پر ہوگا، البتہ اگر اُس نے دن کے الفاظ کہتے وقت رات کو شامل کرنے کی بھی نیت کی ہو، تو پھر دن کے ساتھ رات کا اعتکاف بھی لازم ہو جائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک اس پر اس دن کا روزہ بھی ضروری ہوگا، اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک روزہ ضروری نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] ولو قال :لله على أن أعتكف ليلة؛ لم يصح ولم يلزمه شيء عندنا؛ لأن الصوم شرط صحة الاعتكاف، فالليل ليس بمحل للصوم ولم يوجد منه ما يوجب دخوله فى الاعتكاف تبعا؛ فالنذر لم يصادف محله.وعند الشافعي يصح؛ لأن الصوم عنده ليس بشرط لصحة الاعتكاف(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۱۰، كتاب الاعتكاف، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[2] فإن قال لله على أن أعتكف يوما فقط سواء نواه أو لم تكن له نية ولا يدخل ليلته ويدخل المسجد قبل الفجر ويخرج بعد الغروب فإن نوى الليلة معه لزماه(البحرالرائق، ج۲، ص۳۲۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فلو نذر اعتكاف يوم لزمه فقط نواه أو لم ينو وإن نوى الليلة معه لزماه(ردالمحتار، ج۲ص ۴۵۱، باب الاعتكاف)

إذا نذر اعتكاف يوم دخل المسجد قبل طلوع الفجر، وأقام فيه إلى أن تغرب الشمس(المحيط البرهانى، ج۲ص۴۰۸، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

أما لو نذر اعتكاف اليوم ونوى الليلة معه لزماه كما فى البحر (قوله والفرق لا يخفى) وهو أنه فى الأولى لما جعل اليوم تبعا لليلة، وقد بطل نذره فى المتبوع وهو الليلة بطل فى التابع وهو اليوم وفى الثانية أطلق الليلة وأراد اليوم مجازا مرسلا بمرتبتين حيث استعمل المقيد وهو الليلة فى مطلق الزمن ثم استعمل هذا المطلق فى المقيد وهو اليوم فكان اليوم مقصودا(ردالمحتار، ج۲، ص ۴۴۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

قال أصحابنا إذا نذر اعتكاف يوم لم يلزمه معه ليله بلا خلاف بل يلزمه أن يدخل فيه قبل طلوع الفجر ويخرج منه بعد غروب الشمس لأن حقيقة اليوم ما بين الفجر وغروب الشمس هكذا قاله الخليل بن أحمد وغيره من أئمة اللغة وغيرهم وإذا كان كذلک وجب الدخول قبل الفجر والمكث إلى بعد غروب الشمس ليسقط الفرض كما يجب على الصائم إمساک جزء بعد الغروب لاستكمال اليوم (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ۴۹۴، كتاب الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 6...... اگر کسی نے زبان سے ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی یہ نذر و منت صحیح نہیں ہوگی اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں رکھا جاسکتا اور حنفیہ کے نزدیک واجب اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے روزہ ضروری ہے۔

البتہ بعض حنفیہ کے نزدیک اگر اس نے مذکورہ نذر و منت مانتے وقت دن کی نیت بھی شامل کی، تو اس کی یہ نذر و منت صحیح ہو جائے گی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال أصحابنا إذا نذر اعتكاف يوم لم يلزمه معه ليلة هذا هو المذهب وبه قطع الأصحاب فى كل الطرق ونقل إمام الحرمين اتفاق الأصحاب عليه فقال قال أصحابنا إذا نذر اعتكاف يوم لم يلزمه ضم الليلة إليه بالاتفاق إلا أن ينويها قال ثم اتفقوا على أنه إذا نواها لزمه اعتكافها مع اليوم ثم استشكله الإمام من حيث إن الليلة لم يذكرها والنية المجردة لا يلزم بها النذر ثم أجاب عنه بأن اليوم قد يطلق ويراد به اليوم بليلته وهذا شائع على الجملة وإن لم يكن هو الظاهر من اللفظ فعملت النية فيه هذا كلامه وهو كلام نفيس وحكى الرافعى قولا غريبا أن الليلة تلزم فى نذر اعتكاف اليوم إلا أن ينوى يوما بلا ليلة وهذا شاذ ضعيف ولا تفريع عليه (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ٤٩٦، كتاب الاعتكاف)

[1] مشائخِ احناف نے رات کے اعتکاف کی نذر کو صحیح قرار نہیں دیا، اگرچہ اس کے ساتھ دن کی نیت بھی شامل کر لی جائے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک دن کی نیت بھی شامل کرنے کی صورت میں رات اور دن کی نذر کو لازم قرار دیا ہے۔
اور اگر دن کو رات کے ساتھ شامل نہیں کیا، بلکہ رات بول کر دن مراد لیا، تو پھر اس نذر کو درست قرار دیا ہے۔
البتہ مبسوط سرخسی میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول میں حقیقی اختلاف کی نفی کی گئی ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ امام محمد کا جواب اس صورت میں ہے، جبکہ کچھ نیت نہ ہو، اور اگر رات کی دن کے ساتھ نیت ہو، تو امام ابو یوسف کی طرح ان کے نزدیک بھی نیت مؤثر ہوگی۔
(فلو نذر اعتكاف ليلة لم يصح) وإن نوى معها اليوم لعدم محليتها للصوم أما لو نوى بها اليوم صح والفرق لا يخفى(الدر المختار مع ردالمحتار، ج٢، ص ٤٤٢، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)
ولو نذر اعتكاف ليلة لا يلزمه شيء لعدم الصوم .وعن أبى يوسف تلزمها بيومها، ولو نوى بالليلة اليوم لزمه(فتح القدير، ج٢ص ٤٠١، باب الاعتكاف)
ولو نذر اعتكاف ليلة لا يلزمه شىء ، وإن نوى اليوم معها لم تصح نيته، وعن أبى يوسف أنه يلزمه، ويصير تقدير المسألة كأنه قال :لله علىّ أن أعتكف ليلة بيومها(المحيط البرهانى، ج٢ص٤٠٧، كتاب الصوم، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)
لو نذر اعتكاف ليلة لم يصح؛ لأن الصوم من شرطه والليل ليس بمحل له، ولو نوى اليوم معها لم يصح كذا فى الظهيرية وعن أبى يوسف إن نوى ليلة بيومها لزمه ولم يذكر محمد هذا التفصيل(البحر الرائق، ج٢ص ٣٢٣، باب الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک ایک رات کے اعتکاف کی یہ نذر ومنت درست ہوجائے گی، کیونکہ اُن کے نزدیک نذر ومنت والے اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں، لہٰذا رات میں بھی اعتکاف جائز ہے، اور جب اُس نے صرف رات کے اعتکاف کی نیت کی، اور رات ہی کے الفاظ ادا کیے، تو اس میں دن شامل نہیں ہوگا "وھو الارجح عندی" [1]

مسئلہ نمبر 7...... اگر کسی نے دو دنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر دو دن اور دو راتوں کا اعتکاف لازم ہوجائے گا، جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف شروع کرے، اور پورے اگلے دن کا اور پھر آنے والی رات کا بھی اعتکاف کرے، اور پھر اس کے بعد والا پورا دن اعتکاف کر کے سورج غروب ہونے پر اختتام کرے۔

جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں صرف دو دنوں اور ان کے درمیان کی ایک رات کا اعتکاف لازم ہوگا، اور پہلی رات اعتکاف میں شامل نہیں ہوگی، جس کا آغاز طلوعِ فجر سے ہوگا، اور یہ پورا دن اور پھر آنے والی رات کو شامل کر کے اس کے بعد والا پورا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ولو نذر اعتكاف ليلة لم يصح سواء كان نواها فقط، أو لم تكن له نية فإن نوى اليوم معها لم يصح كما قدمناه عن الظهيرية،وفي فتاوى قاضي خان لو نذر اعتكاف ليلة ونوى اليوم لزمه الاعتكاف وإن لم ينو لم يلزمه شيء ولا معارضة لما في الكتابين؛ لأن ما في الظهيرية إنما هو أنه نوى اليوم معها وهنا نوى بالليلة فليتأمل (البحر الرائق، ج۲ ص ۳۲۸، ۳۲۹، باب الاعتكاف)

بيانه أنه في الأولى لما جعل اليوم تبعا لليلة وقد بطل نذره في المتبوع وهو الليلة بطل في التابع وهو اليوم وفي الثانية أطلق الليلة وأراد اليوم مجازا مرسلا بمرتين حيث استعمل المقيد وهو الليلة في مطلق الزمن ثم استعمل هذا المطلق في المقيد وهو اليوم فكان اليوم مقصودا قاله بعض الفضلاء (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲ ص ۳۲۸، باب الاعتكاف)

(قال) : وإن نذر اعتكاف ليلة لم يلزمه شيء ، وروى عن أبي يوسف أنه إن نوى ليلة بيومها يلزمه وليس بينهما اختلاف في الحقيقة ولكن جواب محمد -رحمه الله تعالى- فيما إذا لم تكن له نية فاسم الليل خاص بزمان لا يقبل الصوم وشرط الاعتكاف الواجب الصوم فإذا نوى ليلة بيومها عملت نيته اعتبارا للفرد بالجمع فصار شرط الاعتكاف وهو الصوم بنيته موجودا فصح نذره (المبسوط للسرخسي، ج۳ص ۱۲۴،باب الاعتكاف)

[1] ولو نذر اعتكاف ليلة فهو في معنى اعتكاف اليوم على سبق فيدخل المسجد قبل غروب الشمس ويمكث حتى يطلع الفجر (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ۴۹۵، كتاب الاعتكاف)

دن اعتکاف کر کے سورج غروب ہونے پر اختتام ہوگا۔ [1]

اور اکثر شافعیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں راجح یہ ہے کہ اگر دو دن مسلسل اعتکاف کرنے کی زبان سے تصریح یا دل میں نیت کی، تو صرف ایک درمیانی رات اور دو دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا، ورنہ صرف دو دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا، اور کوئی رات بھی اس میں شامل نہیں ہوگی، کیونکہ تصریح یا نیت کئے بغیر دن میں رات شامل نہیں ہوا کرتی۔ [2]

البتہ اگر دو یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی اور یہ نیت تھی کہ صرف دن میں اعتکاف کیا کروں گا اور رات کو مسجد سے باہر آجایا کروں گا تو حنفیہ کے نزدیک بھی اس کی یہ نیت معتبر ہوجائے گی، اور اس صورت میں صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا، چنانچہ ایسا شخص روزانہ طلوعِ فجر یا صبح صادق سے پہلے مسجد میں جائے اور سورج غروب ہونے کے بعد

---

[1] ولو قال: لله علی أن أعتکف یومین ولا نیة له؛ یلزمه اعتکاف یومین بلیلتیهما وتعیین ذلک إلیه فإذا أراد أن یؤدی؛ یدخل المسجد قبل غروب الشمس فیمکث تلک اللیلة ویومها، ثم اللیلة الثانیة ویومها إلی أن تغرب الشمس ثم یخرج من المسجد وهذا قول أبی حنیفة ومحمد وقال أبو یوسف اللیلة الأولی لا تدخل فی نذره وإنما تدخل اللیلة المتخللة بین الیومین.
فعلی قوله یدخل قبل طلوع الفجر وروی عن ابن سماعة أن المستحب له أن یدخل قبل غروب الشمس، ولو دخل قبل طلوع الفجر جاز (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۰، کتاب الاعتکاف، فصل شرائط صحة الاعتکاف)

[2] إن نوی التتابع أو صرح به لزمته اللیلة وإلا فلا قال الرافعی هذا الوجه الثالث هو الراجح عند الأکثرین قال ورجح صاحب المهذب وآخرون أنها لا تلزمه مطلقا قال والوجه أن یتوسط فیقال إن کان المراد بالتتابع توالی الیومین فالصواب قول صاحب المهذب وإن کان المراد تواصل الاعتکاف فالصواب ما قاله الاکثرون هذا الذی اختاره الرافعی جزم الدارمی به فقال إذا نوی اعتکاف یومین متتابعا لزمته اللیلة معهما وإن نوی المتابعة فی النهار کالصوم لم یلزمه اللیل وإن لم ینو تتابعا فوجهان (المجموع شرح المهذب، ج۶، ص۴۹۷، کتاب الاعتکاف)
ولو نذر اعتکاف یومین، ففی لزوم اللیلة التی بینهما، ثلاثة أوجه. أحدها: لا تلزم، إلا إذا نواها، والثانی: تلزم، إلا أن یرید بیاض النهار فقط، والثالث: إن نوی التتابع، أو صرح به، لزمت، لیحصل التواصل، وإلا، فلا. وهذا الثالث أرجح عند الأکثرین. ورجح صاحب المهذب وآخرون الأول.
والوجه: التوسط. فإن کان المراد بالتتابع توالی الیومین، فالحق ما قاله صاحب المهذب وإن کان المراد تواصل الاعتکاف، فالحق ما ذکره الأکثرون (روضة الطالبین وعمدة المفتین، ج۲ ص۴۰۱، کتاب الاعتکاف)

آجایا کرے، اور اس صورت میں اتنے دنوں کا اعتکاف لگاتار کرنا بھی جائز ہے، اور الگ الگ بھی کہ ایک دن کا ایک مرتبہ کرے، اور دوسرے دن کا پھر کچھ وقفہ ڈال کر کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر 8...... اگر دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی تو حنفیہ کے نزدیک اتنے دنوں اور راتوں دونوں کا اعتکاف کرنا ہوگا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، اور رات روزہ کا محل نہیں، اس لئے دو یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر ومنت اتنے دنوں کو بھی شامل اور مقتضی ہوگی۔ [2]

اور اگر دو یا زیادہ راتوں کا اعتکاف کرنے کی نذر ومنت مانتے وقت نیت صرف رات ہی کے وقت اعتکاف کرنے کی تھی، دن کو شامل نہیں کیا تھا، تو حنفیہ کے نزدیک یہ نذر ومنت درست نہیں ہوگی، اس لئے اس صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک واجب اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، اور رات کا وقت روزہ کا زمانہ نہیں۔ [3]

---

[1] وإن نوى الأيام دون الليالي صحت نيته؛ لما قلنا ويلزمه اعتكاف ثلاثة أيام بغير ليلة وله خيار التفريق؛ لأن القربة تعلقت بالأيام .والأيام متفرقة؛ فلا يلزمه التتابع إلا بالشرط كما في الصوم ويدخل كل يوم قبل طلوع الفجر إلى غروب الشمس ثم يخرج(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۱۰، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

(قوله صحت نيته) فيلزمه الأيام بغير ليل، وله خيار التفريق لأن القربة تعلقت بالأيام، وهي متفرقة، فلا يلزمه التتابع إلا بالشرط كما في الصوم ويدخل المسجد كل يوم قبل طلوع الفجر، ويخرج بعد غروب الشمس بدائع (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۵۱،باب الاعتكاف)

متى لم يدخل في وجوب اعتكافه الليل جاز له التفريق (الفتاویٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۴، كتاب الصوم، الباب السابع)

[2] ولو قال :لله علي أن أعتكف ليلتين ولا نية له؛ يلزمه اعتكاف ليلتين مع يوميهما، وكذلك لو قال :ثلاث ليال أو أكثر من ذلك من الليالي ويلزمه متتابعا لكن التعيين إليه لما قلنا ويدخل المسجد قبل غروب الشمس(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۱۰، ۱۱۱، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

ولو قال لله على ان اعتكف ثلاث ليال صح نذره ويلزمه اعتكاف ثلثة ايام بالليالي (خلاصة الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۷۰، كتاب الصوم، الفصل السادس في الاعتكاف)

[3] ولو نوى الليل دون النهار؛ صحت نيته؛ لأنه نوى حقيقة كلامه ولا يلزمه شيء ؛ لأن الليل ليس وقتا للصوم .والأصل في هذا أن الأيام إذا ذكرت بلفظ الجمع يدخل ما بإزائها من الليالي .وكذا الليالي إذا ذكرت بلفظ الجمع يدخل ما بإزائها من الأيام(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۱۱، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

جبکہ شافعیہ کے نزدیک گزشتہ مسئلہ کی طرح اس پر صرف اتنی راتوں کا اعتکاف لازم ہوگا، جتنی راتوں کے اعتکاف کی نذر و منت مانی تھی، اور اس میں دن شامل نہیں ہوں گے، الا یہ کہ اس نے دنوں کے شامل کرنے کی زبان سے تصریح یا دل میں نیت کی ہو، کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اس لئے صرف چند راتوں کے اعتکاف کی نذر و منت ماننا بھی درست ہے، لہٰذا اس نے زبان سے جتنی راتوں کے اعتکاف کی نذر و منت مانی، اتنی ہی راتوں کا اعتکاف لازم ہوگا، اور دنوں کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے دن خود بخود یعنی دل کی نیت یا زبان کی تصریح کے بغیر، اس نذر و منت میں شامل نہیں ہوں گے۔ [1]

مسئلہ نمبر 9...... جب کسی نے ایک سے زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر و منت مانی ہو، مثلاً دس دن یا مہینہ کی (جس میں رات، دن دونوں شامل ہوں) تو حنفیہ کے نزدیک اس کو اتنے دِنوں کا پے درپے اور لگاتار اعتکاف کرنا واجب ہوگا، خواہ اُس کی یہ نذر و منت عام زمانے کے اعتکاف کی ہو، یعنی مخصوص مہینے یا دِنوں کی قید نہ لگائی ہو، یا اس کی نذر و منت خاص زمانے کے اعتکاف کی ہو، یعنی اس نے مخصوص مہینے یا دِنوں کی قید لگالی ہو اور صراحت کر دی ہو، مثلاً یہ کہ وہ فلاں مہینے کا اعتکاف کرے گا، یا فلاں مہینے کی اُس تاریخ سے اُس تاریخ تک اعتکاف کرے گا۔ [2]

---

[1] ولو نذر اعتكاف ليلتين، ففي النهار المتخلل بينهما هذا الخلاف(روضة الطالبين وعمدة المفتين، ج٢ص ٤٠١، كتاب الاعتكاف)

(كعكسه) بأن نذر اعتكاف ليلتين أو عشرين ليلة أو نحوها فإنه لا تجب الأيام المتخللة إلا إن شرط التتابع أو نواه على ما مر وقد يتوهم من وجوب الليالي أو الأيام المتخللة بنية التتابع وجوب التتابع وليس كذلك فإنه إنما يجب بشرطه كما مر(اسنى المطالب فى شرح روضة الطالب، ج ا ص ٤٣٩، كتاب الاعتكاف، فصل من نذر اعتكاف شهر مثلا تناول الليالي منه)

[2] پھر خواہ وہ اسی متعین وقت میں اعتکاف کر رہا ہو، یا اس وقت میں تو بالکل اعتکاف نہیں کر سکا تھا، بعد میں قضاء کر رہا تھا، تب بھی حنفیہ کے نزدیک تتابع وتسلسل ضروری ہوگا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

وكل اعتكاف وجب في الأيام والليالي جميعا :يلزمه اعتكاف شهر يصومه متتابعا.

ولو أوجب على نفسه اعتكاف شهر بعينه بأن قال :لله علي أن أعتكف رجب؛ يلزمه أن يعتكف فيه يصومه متتابعا، وإن أفطر يوما أو يومين؛ فعليه قضاء ذلك ولا يلزمه قضاء ما صح اعتكافه فيه كما إذا أوجب على نفسه صوم رجب على ما ذكرنا في كتاب الصوم ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو پے در پے اعتکاف کرنا ضروری نہیں، بلکہ اتنے دنوں کا اعتکاف متفرق دنوں میں کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے ذمہ درحقیقت اتنے دنوں کی تعداد کا پورا کرنا لازم ہے، جتنے دنوں کی اس نے نذر ومنت مانی ہے، اگرچہ لگاتار کرنا افضل ہے، الّا یہ کہ اس نے اتنے دنوں کے پے در پے اعتکاف کرنے کی شرط لگائی ہو، یا متعین مہینے کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی ہو، اور وہ اسی مہینے میں اعتکاف ادا کر رہا ہو، کیونکہ شرط لگانے کی صورت میں تو تتابع اور تسلسل ظاہر ہے، اور متعین مہینے کی صورت میں تتابع اور تسلسل اس مہینے کا اقتضاء ہے، اور قضاء ہونے کی صورت میں وہ اقتضاء فوت ہوجاتا ہے۔

وهو الارجح عندى، وبها قال زفر، وهو قول امام الشعبى. [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن لم يعتكف فى رجب حتى مضى؛ يلزمه اعتكاف شهر يصومه متتابعا؛ لأنه لما مضى رجب من غير اعتكاف؛ صار فى ذمته اعتكاف شهر بغير عينه فيلزمه مراعاة صفة التتابع فيه كما إذا أوجب على نفسه اعتكاف شهر بغير عينه ابتداء بأن قال :لله على أن أعتكف شهرا(بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٢، كتاب الاعتكاف،فصل شرائط صحة الاعتكاف)

(قوله اعتكاف أيام) كعشرة مثلا (قوله ولاء) حال من الليالى والأصل أنه متى دخل الليل والنهار فى اعتكافه فإنه يلزمه متتابعا ولا يجزيه لو فرق بحر وكذا لو نذر اعتكاف شهر غير معين لزمه اعتكاف شهر أى شهر كان متتابعا فى الليل والنهار، بخلاف ما إذا نذر صوم شهر ولم يذكر التتابع ولا نواه فإنه يخير إن شاء فرق لأن الاعتكاف عبادة دائمة ومبناها على الاتصال لأنه لبث وإقامة والليالى قابلة لذلك بخلاف الصوم وتمامه فى البدائع (رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص٤٥١،باب الاعتكاف)

ومتى دخل الليل والنهار فإنه يلزمه متتابعا هكذا فى البدائع فلو نذر اعتكاف شهر بعينه أو بغير عينه أو ثلاثين يوما لزمه متتابعا ومتى شاء إن لم يعين الشهر كذا فى الظهيرية(الفتاوىٰ الهندية، ج١، ص٢١٤، كتاب الصوم، الباب السابع)

[1] (قوله وإن لم يشترط التتابع) هذا ظاهر الرواية وأطلقه الشافعى عند عدم التصريح به وهو رواية وبها قال زفر كما فى البرهان (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج١، ص٢١٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، مبطلات الاعتكاف)

عن إسماعيل بن أبى خالد ، عن الشعبى ؛ فى امرأة نذرت أن تعتكف خمسين يوما ، فاعتكفت أربعين ، ثم جاء زوجها فأرسل إليها فأتته ، قال :تتم ما بقى (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٩٧٨٠)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اگر کسی نے چند دِنوں مثلاً ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی تھی، اور چند دِن اعتکاف کرنے کے بعد کچھ دن کا اعتکاف نہ کرسکا، خواہ عذر ہی کی وجہ سے ہو، تو حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے مخصوص دِنوں کی نذر ومنت مانی تھی، مثلاً یہ کہ وہ فلاں مہینے کا اعتکاف کرے گا، تو اس کے اُس مہینے میں اعتکاف کیے ہوئے دن معتبر ہوجائیں گے، اور صرف باقی ماندہ دِنوں کا اعتکاف کرنا ہی ذمہ میں واجب رہ جائے گا۔

اور اگر اس نے مخصوص دِنوں کی نذر ومنت نہیں مانی تھی، تو اس کو ازسرِ نو پورے اتنے دِنوں کا اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، جتنے دنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی تھی، اور جتنے دنوں کا اعتکاف کرچکا ہے، اتنے دنوں کا اعتکاف اس نذر ومنت کی طرف سے معتبر نہ ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كان فى اعتكاف منذور نظرت فان لم يشرط فيه التتابع لم يبطل مامضى من اعتكافه لما ذكرناه فى التطوع ويلزمه أن يتمم لان الجميع قد وجب عليه وقد فعل البعض فوجب الباقى وإن كان قد شرط فيه التتابع بطل التتابع ويجب عليه أن يستأنفه ليأتى به على الصفة التى وجب عليها (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص٥٣٦، كتاب الاعتكاف)

لو (نذر مدة) ولو غير معينة (وشرط تتابعها) كلله على اعتكاف شهر، أو شهر كذا متتابعا (لزمه) تتابعهما (أداء) مطلقا (وقضاء) فى المعينة لالتزامه إياه لفظا فإن لم يشرطه لم يلزمه إلا فى أداء المعينة، وإن نواه لا يلزمه كما لو نذر أصل الاعتكاف بقلبه ولو شرط التفريق خرج عن العهدة بالتتابع؛ لأنه أفضل (حاشية البجيرمى على شرح المنهج، ج٢ص٩٧، فصل فى الاعتكاف المنذور)

[1] ثم فى الاعتكاف والصوم أن أفسد يوماً إن كان شهراً معيناً لا يلزمه الاستقبال لعدم القدرة وإن غير معين يلزمه لقدرته على التتابع (الفتاوى البزازية، الثالث فى النذر)

المنذور به إن كان اعتكاف شهر بعينه يقضى قدر ما فسد لا غير ولا يلزمه الاستقبال كالصوم المنذور به فى شهر بعينه إذا أفطر يوما أنه يقضى ذلك اليوم ولا يلزمه الاستئناف كما فى صوم رمضان؛ لما ذكرنا فى كتاب الصوم.

وإذا كان اعتكاف شهر بغير عينه؛ يلزمه الاستقبال؛ لأنه يلزمه متتابعا فيراعى فيه صفة التتابع (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٢ص١١٧، كتاب الاعتكاف، فصل بيان حكم الاعتكاف إذا فسد)

وفى شرح الطحاوى اوجب على نفسه اعتكاف شهر بعينه لزمه متتابعا ولو افطر يوما او يومين عليه قضاء ماافطر ولايلزمه قضاء ماصح اعتكافه فيه ولايجب الاستقبال وان لزمه التتابع كما فى صوم رمضان ان افطر يوما لايلزمه الاستقبال وان اوجب التتابع ولولم يعتكف ذلك الشهر بعينه حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 10...... اگر کسی نے مخصوص دن یا مہینے کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی تھی، پھر وہ اس دن یا اس مہینے میں اعتکاف نہ کرسکا، اور وہ وقت گزر گیا، تو اس کو بعد میں دوسرے وقت میں اس اعتکاف کی قضا کرنی پڑے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر 11...... اگر کسی نے مثلاً ایک مہینہ کے اعتکاف کی بغیر روزہ کے نذر ومنت مانی، مثلاً اس طرح نذر ومنت مانی کہ میرے اوپر اللہ کے لئے ایک مہینہ کا اعتکاف بغیر روزہ کے واجب ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی یہ نذر ومنت درست اور معتبر ہوجائے گی، اور اس پر ان دنوں میں روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اس کی روزہ نہ رکھنے کی شرط لگانا خلافِ مقتضیٰ اور غیر معتبر ہے، لہٰذا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مہینے کے اعتکاف کرنے کی روزہ کی شرط لگا کر یا شرط لگائے بغیر مطلق اعتکاف کی نذر ومنت مانی ہو۔

جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہ نذر ومنت معتبر بھی ہوجائے گی، اور اس پر روزہ رکھنا ضروری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مضی یلزمه اعتکاف شهر متتابع بصوم وفی غیر المعین یلزمه متتابعا ایضاً (خلاصة الفتاویٰ، ج ۱، ص ۲۷۱ و ۲۷۲، کتاب الصوم، الفصل السادس فی الاعتکاف)

خلاصۃُ الفتاویٰ کی مذکورہ عبارت میں تصریح ہے کہ جب متعین مہینے کے اعتکاف کی نذر ہو تو اداءً وقضاءً تتابع ضروری ہے، لیکن اگر تعینِ وقت کی صورت میں کچھ دن یا کسی دن اعتکاف نہ کرسکا، تو استیناف ضروری نہیں، بلکہ صرف باقی ماندہ دنوں کا اعتکاف لازم ہے، اور غیر متعین مہینے کے اعتکاف کی نذر میں بہرحال تتابع ضروی ہے۔ لہٰذا خلاصۃُ الفتاویٰ میں ہر صورت میں تتابع کے غیر ضروری ہونے کا حکم نہیں لگایا گیا، جیسا کہ بعض حضرات نے سمجھا۔ اور حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ کی صورتوں کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱)......نذر متعین مہینے کی ہو، اور اسی مہینے میں اعتکاف کر رہا ہو تو تتابع ضروری ہے۔

(۲)......نذر متعین مہینے کی تھی، مگر اس مہینے میں اعتکاف مطلقاً نہ کرسکا، بعد میں قضاء کرتے وقت تتابع ضروری ہے۔

(۳)......نذر متعین مہینے کی تھی، پھر کچھ دن اس مہینے میں اعتکاف کیا، اور کچھ دن نہ کیا تو بعد میں صرف باقی ماندہ دنوں کا اعتکاف واجب ہے۔

(۴)......نذر غیر متعین مہینے کی تھی، تو بہرحال تتابع ضروری ہے، اور تتابع وتسلسل مفقود ہوجانے کی صورت میں استیناف واجب ہے۔ فقط: محمد رضوان

[1] ولو أوجب علی نفسه اعتکاف شهر بعینه وترک الاعتکاف فیه حتی مضی یجب علیه قضاء شهر متتابعا لأنه وجب علیه قضاء شهر بغیر عینه (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ۱ ص ۳۷۶، باب الاعتکاف)

نہیں ہوگا، کیونکہ اُن کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 12...... اگر کسی نے چند دِنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، اور اُس کے سب دنوں کو مستثنیٰ کردیا، مثلاً اس طرح نذر ومنت مانی کہ میرے ذمہ اللہ کے لئے ایک مہینہ کا اعتکاف لازم ہے، لیکن اس مہینہ کے دنوں کا اعتکاف لازم نہیں، تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک اُس کی یہ نذر ومنت لغو چلی جائے گی، کیونکہ دِنوں کا استثناء کرنے کی وجہ سے نذر و منت صرف راتوں سے متعلق باقی رہ گئی ہے، اور راتیں روزے کا محل نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک اعتکاف کی نذر ومنت کے لئے روزہ شرط ہے۔

البتہ اگر کسی نے مثلاً ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، اور اُس میں سے ایک رات یا چند راتوں کو یا چند دنوں کو نذر ومنت مانتے وقت زبان سے مستثنیٰ کردیا، تو اُس کے اعتکاف کی نذر ومنت اس کے استثناء کے مطابق ہی جتنے دن استثناء کرنے کے بعد پیچھے باقی ہوں، ان کے متعلق منعقد ہوجائے گی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے صرف اتنے دنوں کے ہی اعتکاف کی نذر ومنت مانی ہے۔ [2]

جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی یہ نذر ومنت بہرحال اس کے استثناء کے مطابق معتبر ہوجائے گی، جس طرح سے کہ چند دنوں یا مہینہ کی صرف راتوں کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا درست ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اس لئے ایک یا چند

---

[1] (قوله وشرط الصوم لصحة الأول) أى النذر حتى لو قال :لله على أن أعتكف شهرا بغير صوم فعليه أن يعتكف ويصوم بحر عن الظهيرية (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۴۲، باب الاعتكاف)

ولو قال لله على أن أعتكف شهرا بغير صوم فعليه أن يعتكف ويصوم كذا فى الظهيرية (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۱، كتاب الصوم، الباب السابع)

[2] ولو استثنى الأيام لا يجب عليه شىء لأن الباقى الليالى المجردة ولا يصح فيها لمنافاتها شرطه وهو الصوم .اهـ .فتح (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۵۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

لو نذر أن يعتكف شهرا واستثنى الأيام لا يجب عليه شىء ؛ لأن الباقى الليالى المجردة ولا يصح فيها لمنافاتها شرطه وهو الصوم كذا فى فتح القدير (البحرالرائق، ج ۲، ص ۳۲۸، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

راتوں کے اعتکاف کی نذر و منت بھی درست ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 13...... اگر کسی نے کسی متعین دن یا مہینہ کے اعتکاف کی نذر و منت مانی، پھر اس نے اس دن یا مہینہ کے آنے سے پہلے ہی اعتکاف کر لیا، تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کے اس اعتکاف سے اس کی نذر و منت پوری ہو جائے گی، اور بعض حضرات کے نزدیک قبل از وقت اعتکاف کر کے اس کی نذر و منت پوری نہیں ہوگی۔ [2]

---

[1] وكذا لو قال :ليالي هذا الشهر، لا تلزمه الأيام(روضة الطالبين وعمدة المفتين ،ج۲ص ۴۰۱، كتاب الاعتكاف)

[2] یہ صاحبین کے مابین اختلاف ہے، اور مشائخِ احناف کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف نذرِ غیر معلق کے بارے میں ہے، بخلاف نذرِ معلق کے، کہ اس میں وقت سے پہلے تقدیم جائز نہیں۔

ولو أوجب اعتكاف شهر بعينه فاعتكف شهرا قبله عن نذره بأن قال :لله علی أن أعتكف رجبا فاعتكف شهر ربيع الآخر؛ أجزأه عن نذره عند أبی يوسف وعند محمد رحمهما الله تعالى لا يجزئه .وهو على الاختلاف فی النذر بالصوم فی شهر معين فصام قبله ونذكر المسألة فی كتاب النذر إن شاء الله تعالى(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۱۲،كتاب الاعتكاف، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

وأما النذر بالعبادات البدنية فإما أن يضيفه إلى مكان أو زمان أما إذا أضافه إلى زمان بأن قال :لله علی أن أصوم رجب فصام شهرا قبله أجزأه عن المنذور فی قول أبی يوسف، وهو رواية الحسن بن زياد عن أبی حنيفة رحمهما الله تعالى وفی قول محمد وزفر لا يجزئه وكذلك لو قال :لله علی أن أعتكف رجب فاعتكف شهرا قبله أو قال :لله علی أن أصلی ركعتين غدا فصلی اليوم فهو على هذا الخلاف(المبسوط للسرخسی، ج۳ص ۱۳۰، كتاب نوادر الصوم)

فی البدائع لو أوجب اعتكاف شهر بعينه فاعتكف شهرا قبله أجزأه عند أبی يوسف لا عند محمد وهو على الاختلاف فی النذر بصوم شهر معين فصام قبله اهـ أی بناء على أن النذر غير المعلق لا يختص بزمان ولا مكان كما مر بخلاف المعلق وقدمنا أن الخلاف فی صحة التقديم لا التأخير والظاهر أنه لا فرق بين نذر اعتكاف رمضان أو شهر معين غيره فيصح اعتكافه قبله وبعده فی القضاء وغيره سوى رمضان آخر غير أنه إن فعله فی غير رمضان الأول أو قضائه لا بد له من صوم مقصود كما هو صريح المتن، وليس فی كلامهم ما يدل على أنه لا يصح فی غيرهما مطلقا، وإنما فيه الفرق بينهم وبين غيرهما بأنه لو فعله فيهما أغنى عن صوم مقصود للاعتكاف بسبب شرف الوقت وخلفه وفی غيرهما لا بد من صوم مقصود له وهذا ظاهر لا خفاء فيه فافهم(ردالمحتار، ج۲ص ۴۴۴،باب الاعتكاف)

(لا يختص نذر غير معلق بزمان ومكان ودرهم وفقير) أما الزمان فأن يقول :لله علی أن أصوم رجبا أو أعتكف رجبا فصام أو اعتكف شهرا قبله أو ذكر الصلاة على هذا الوجه جاز عن النذر وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 14...... اگر کسی نے گزرے ہوئے زمانہ کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، مثلاً یہ کہا کہ میرے اوپر اللہ کے لئے گزشتہ کل یا گزشتہ مہینہ کا اعتکاف واجب ہے، تو یہ نذر ومنت صحیح نہیں ہوگی، اور اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر 15...... اگر کسی نے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، اور پھر نعوذ باللہ تعالیٰ نذر ومنت ماننے کے بعد دائرۂ اسلام سے خارج یعنی مرتد ہوگیا، پھر اس کے بعد وہ اسلام لایا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی وہ نذر ومنت ضائع چلی جائے گی۔ [2]

مسئلہ نمبر 16...... اگر کسی نے عیدُ الفطر یا عیدُ الاضحیٰ کے دن میں اعتکاف کرنے کی نذر ومنت مانی، تو اس کی یہ نذر ومنت ماننا صحیح ہے۔

پھر حنفیہ کے نزدیک اُس کو عیدُ الاضحیٰ یا عیدُ الفطر کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں، اور حنفیہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ محمد وزفر لا يجوز، ولو قال لله على أن أتصدق بكذا غدا فتصدق به اليوم جاز عندنا خلافا لزفر وأما المكان فإنه لو نذر أن يصلى أو يعتكف أو يصوم أو يتصدق بمكة ففعل فى غيرها جاز عندنا خلافا لزفر وأما الدرهم والفقير فأن يقول لله على أن أتصدق بهذا الدرهم أو على هذا الفقير فتصدق بغيره أو على غيره جاز عندنا خلافا لزفر (بخلاف النذر (المعلق) يعنى لو قال إن جاء فلان فلله على أن أتصدق أو أصوم أو أصلى أو أعتكف ففعل قبله لم يجز والفرق أن النذر سبب فى الحال والداخل تحت النذر ما هو قربة، وهو أصل التصدق دون التعيين فبطل التعيين ولزمته القربة بخلاف المعلق؛ لأن التعليق يمنع كونه سببا فلم يجز التعجيل قبله(درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ٢١٢، كتاب الصوم)

ولو كان النذر معلقا بان قال اذا قدم غائبى او شفى الله مريضى فلله على ان اعتكف شهرا فجعل شهرا قبل ذلك لم يجز (خلاصة الفتاوىٰ، ج ا، ص ٢٧١، كتاب الصوم، الفصل السادس فى الاعتكاف)

[1] ولو نذر اعتكاف شهر مضى لم يصح نذره هكذا فى البحر الرائق فى باب النذر بالصوم (الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ٢١٤، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

ولو قال لله على ان اعتكف رجبا فمضى رجب وهو لايعلم انه قد مضى لاشىء عليه يريد بهذا اذا اوجب على نفسه اعتكاف رجب السنة التى هو فيها (خلاصة الفتاوىٰ، ج ا، ص ٢٧١، كتاب الصوم، الفصل السادس فى الاعتكاف)

قال فى الأم إذا نذر اعتكاف شهر وكان قد مضى الشهر لم يلزمه لأن الاعتكاف فى شهر ماض محال(المجموع شرح المهذب، ج٦ ص ٤٩٢، كتاب الاعتكاف)

[2] ولو نذر اعتكاف شهر ثم ارتد ثم أسلم لم يلزمه شىء كذا فى محيط السرخسى (الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ٢١٤، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، اس لئے اس کو اس دن روزہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی خاطر اس دن کے اعتکاف کی نذرومنت کو کسی اور دن میں پورا کرنا چاہیے۔

جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک کیونکہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اس لئے اُن کے نزدیک روزہ رکھے بغیر نذرومنت ماننے والا عیدُ الفطر یا عیدُ الاضحیٰ کے دن اپنی نذرومنت کے مطابق اعتکاف کرکے گناہ گار ہوئے بغیر اپنی نذرومنت سے بری ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 17...... اگر رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں مثلاً شعبان کے مہینے میں اعتکاف کرنے کی نذرومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس نذرومنت کو رمضان کے مہینہ میں رمضان کے روزوں کے ساتھ پورا کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس نذرومنت کی وجہ سے اس کے ذمہ میں

---

[1] پھر اگر اس نے عید کے دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرلیا، تو حنفیہ کے نزدیک وہ اپنی نذر سے گناہ گار ہونے کے ساتھ بری ہوجائے گا۔

فلو نذر اعتكاف يوم النحر صح ولزمه الفطر والقضاء فإن اعتكف فيه بالصوم صح كما فى الولوالجية وأراد بقوله أفطر على وجه الوجوب خروجا عن المعصية (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢،ص ٣١٦، كتاب الصوم)

ولو نذر اعتكاف يوم العيد قضاه فى وقت آخر، وعليه كفارة اليمين إن نوى اليمين فلو اعتكف فيه أجزأه، وأساء كذا فى الخلاصة (الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص ٢١٤، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

ولو نذر أن يعتكف يومى العيد وأيام التشريق؛ فهو على الروايتين اللتين ذكرناهما فى الصوم وأن على رواية محمد عن أبى حنيفة يصح نذره لكن يقال له :اقض فى يوم آخر ويكفر اليمين إن كان أراد به اليمين، وإن اعتكف فيها؛ جاز وخرج عن عهدة النذر وكان مسيئا وعلى رواية أبى يوسف وابن المبارك عن أبى حنيفة لا يصح نذره بالاعتكاف فيها أصلا كما لا يصح نذره بالصوم فيها وإنما كان كذلك؛ لأن الصوم من لوازم الاعتكاف الواجب؛ فكان الجواب فى الاعتكاف كالجواب فى الصوم .والله أعلم(بدائع الصنائع، ج٢ص ١١٢، كتاب الاعتكاف، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

واحتج أصحابنا بحديث عائشة "أن النبى صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الأول من شوال" رواه مسلم بهذا اللفظ ورواه البخارى "وقال عشرة من شوال "والمراد به الأول كما فى رواية مسلم وهذا يتناول اعتكاف يوم العيد ويلزم من صحته أن الصوم ليس بشرط (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص٤٨٧، كتاب الصيام، فرع فى مذاهب العلماء فى الصوم فى الاعتكاف)

ويصح الاعتكاف فى أيام النهى التى لا يصح صومها، ولو صام، ثم أفطر عمدا، لم يبطل اعتكافه (المبدع فى شرح المقنع،لابن مفلح، ج٣،ص ٦١، كتاب الاعتكاف)

اعتکاف کے ساتھ ساتھ روزے بھی مستقل طور پر لازم ہو چکے ہیں، اور رمضان کے روزے اس پر الگ سے فرض ہیں۔ [1]

جبکہ شافعیہ وغیرہ کے نزدیک چونکہ اعتکاف کے لئے سِرے سے روزہ ضروری نہیں، اس لئے ان کے نزدیک مذکورہ صورت میں رمضان کے مہینے میں بھی اعتکاف کرنے سے یہ نذر ومنت پوری ہوجائے گی۔ کمامر مراراً.

مسئلہ نمبر 18...... اگر کسی نے رمضان کے مہینہ کے اعتکاف کی نذرومنت مانی، تو اس کی یہ نذرومنت ماننا درست ہے، اور اس پر اس کی وجہ سے رمضان کے مہینہ کا اعتکاف لازم ہوجائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف رمضان کے روزے رکھ کر ہی ادا ہوجائے گا۔

اور اگر اس نے رمضان میں اعتکاف نہ کیا، لیکن رمضان کے روزے رکھ لئے، تو بعد میں الگ سے روزے رکھ کر اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔ [2]

---

[1] لو أوجب على نفسه اعتكاف شعبان فلم يعتكف حتى دخل رمضان فاعتكف لا ينوب ذلك عما وجب عليه من الصوم الذى هو شرط صحة الاعتكاف؛ لأن ذلك صار دينا عليه حقا لله تعالى بمضى الوقت، والدين يؤدى بما هو له لمن هو عليه لا بما عليه فكذا هذا(بدائع الصنائع، ج ا ص ١٩٠، كتاب الصلاة،فصل فى كيفية أداء سجدة التلاوة)

لو نذر اعتكاف شهر ثم اعتكف رمضان لا يجزيه(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ٢١١، كتاب الصوم، الباب السابع فى الاعتكاف)

[2] جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق اگر اس نے رمضان میں اعتکاف نہ کیا، تو بعد میں اس کی قضا لازم نہیں ہوگی، بلکہ اس کی نذر ساقط ہوجائے گی۔

اور اگر کسی نے رمضان کے بعد بھی اس کو قضا نہ کیا، تو حنفیہ کے نزدیک اگلے رمضان میں روزے رکھ کر اس کی قضا کرنا درست نہیں ہوگا۔

ولو قال :لله على أن أعتكف شهر رمضان؛ يصح نذره ويلزمه أن يعتكف فى شهر رمضان كله؛ لوجود الالتزام بالنذر فإن صام واعتكف فيه؛ خرج عن عهدة النذر لوجود شرط صحة الاعتكاف وهو الصوم وإن لم يكن لزومه بالتزامه الاعتكاف؛ لأن ذلك ليس بشرط، إنما الشرط وجوده معه كمن لزمه أداء الظهر، وهو محدث؛ يلزمه الطهارة، ولو دخل وقت الظهر وهو على الطهارة يصح أداء الظهر بها؛ لأن الشرط هو الطهارة وقد وجدت كذا هذا .ولو صام رمضان كله ولم يعتكف؛ يلزمه قضاء الاعتكاف بصوم آخر فى شهر آخر متتابعا، كذا ذكر محمد فى الجامع وروى عن أبى يوسف أنه لا يلزمه الاعتكاف، بل يسقط نذره وجه قوله :أن نذره انعقد غير موجب للصوم .وقد تعذر إبقاؤه كما انعقد فتسقط لعدم الفائدة فى البقاء ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جو فقہائے کرام نذر ومنت والے اعتکاف کے لئے روزہ کو ضروری قرار نہیں دیتے، ان کے نزدیک رمضان کے مہینہ کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننے والا شخص اگر کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکے، تب بھی رمضان کے مہینہ میں اعتکاف کر کے اپنی نذر ومنت سے بریٔ ہوجائے گا، اور اگر رمضان میں اعتکاف نہ کرسکا، تو رمضان کے بعد بھی بغیر روزوں کے اعتکاف کرنے سے بریٔ الذمہ ہوجائے گا۔

البتہ اگر کسی نے رمضان کے اعتکاف کی روزوں کی شرط لگا کر نذر ومنت مانی تھی، تو پھر ان کے نزدیک بھی روزے رکھنا ضروری ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر 19...... اگر کسی نے طلوعِ فجر کے بعد کسی وقت بھی اسی دن کے اعتکاف کی نذر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وجه قول محمد -رحمه الله تعالى- أن النذر بالاعتكاف في رمضان قد صح ووجب عليه الاعتكاف فيه، فإذا لم يؤد؛ بقي واجبا عليه. كما إذا نذر بالاعتكاف في شهر آخر بعينه فلم يؤده حتى مضى الشهر وإذا بقي واجبا عليه ولا يبقى واجبا عليه إلا بوجوب شرط صحة أدائه وهو الصوم فيبقى واجبا عليه بشرطه وهو الصوم وأما قوله: إن نذره ما انعقد موجبا للصوم في رمضان؛ فنعم لكن جاز أن يبقى موجبا للصوم في غير رمضان وهذا لأن وجوب الصوم لضرورة التمكن من الأداء ولا يتمكن من الأداء في غيره إلا بالصوم؛ فيجب عليه الصوم ويلزمه متتابعا؛ لأنه لزمه الاعتكاف في شهر بعينه وقد فاته فيقضيه متتابعا كما إذا أوجب اعتكاف رجب فلم يعتكف فيه؛ أنه يقضيه في شهر آخر متتابعا، كذا هذا. ولو لم يصم رمضان ولم يعتكف فيه؛ فعليه اعتكاف شهر متتابعا بصوم، وقضاء رمضان فإن قضى صوم الشهر متتابعا وقرن به الاعتكاف؛ جاز ويسقط عنه قضاء رمضان وخرج عن عهدة النذر؛ لأن الصوم الذي وجب فيه الاعتكاف باق فيقضيهما جميعا يصوم شهرا متتابعا وهذا لأن ذلك الصوم لما كان باقيا لا يستدعي وجوب الاعتكاف فيها صوما آخر؛ فبقي واجب الأداء بعين ذلك الصوم كما انعقد. ولو صام ولم يعتكف حتى دخل رمضان القابل فاعتكف قاضيا لما فاته بصوم هذا الشهر؛ لم يصح لما ذكرنا أن بقاء وجوب الاعتكاف يستدعي وجوب صوم يصير شرطا لأدائه فوجب في ذمته صوم على حدة وما وجب في الذمة من الصوم لا يتأدى بصوم الشهر (بدائع الصنائع، ج٢ص١١٢، كتاب الاعتكاف، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

[1] وإن نذر اعتكاف رمضان ففاته أجزأه في غيره بلا صوم بخلاف نذره اعتكاف شهر رمضان صائما ففاته (حاشية الرملي الكبير على هامش اسنى المطالب في شرح روضة الطالب، ج١ص٤٣٥، فصل صوم المعتكف)

(وإن نذر أن يعتكف رمضان ففاته) اعتكاف رمضان لعذر أو غيره (لزمه) اعتكاف (شهر غيره) ليفي بنذره (ولا يلزمه الصوم) في الشهر الذي يعتكفه قضاء عن رمضان (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج٢ص٣٤٩، باب الاعتكاف واحكام المسجد)

ومنت مانی، تو حنفیہ کے نزدیک اس دن کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا درست نہیں ہوگا۔ [1]

اور جو فقہائے کرام اعتکاف کے لئے روزہ کو ضروری قرار نہیں دیتے، اُن کے نزدیک بہر حال اس دن کے اعتکاف کی نذر ومنت ماننا درست ہوجاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 20...... اگر کسی خاص شہر یا خاص مسجد میں اعتکاف کرنے کی نذر ومنت مانی، تو اسی شہر یا اسی مسجد میں اعتکاف کرنا واجب نہیں ہوگا، بلکہ کسی بھی شہر اور علاقہ کی کسی بھی مسجد میں اعتکاف کرنا درست ہوجائے گا۔ [2]

---

[1] خواہ وہ اس دن روزہ کی حالت میں ہو، یا روزہ کی حالت میں نہ ہو؛ البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زوال سے پہلے پہلے (ضحوۂ کبریٰ تک) نذر مانے، تو اس کی نذر منعقد ہوجاتی ہے، اور اس دن روزہ سے ہو، یا اب تک کچھ کھایا پیا نہ ہو، تو روزہ کی نیت کر کے نذر کو پوری کرنا معتبر ہوجاتا ہے، کیونکہ اس وقت تک روزہ کی نیت درست ہے، اور ان کے نزدیک اعتکاف کے لئے اکثرِ یوم کافی ہے، اور اس دن کھا پی چکا ہو، تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے "لعدم وجود الصوم"

ولو نذر اعتكاف يوم قد أكل فيه؛ لم يصح ولم يلزمه شيء ؛ لأن الاعتكاف الواجب لا يصح بدون الصوم ولا يصح الصوم في يوم قد أكل فيه، وإذا لم يصح الصوم؛ لم يصح الاعتكاف(بدائع الصنائع، ج٢ص ١١٠،كتاب الاعتكاف، فصل شرائط صحة الاعتكاف)

إذا أصبح الرجل صائماً متطوعاً، ثم قال في بعض النهار :لله تعالى عليّ أن أعتكف هذا اليوم، فلا اعتكاف عليه في قياس قول أبي حنيفة؛ لأن الاعتكاف الواجب لا يصح إلا بالصوم، فلو وجب الاعتكاف وجب الصوم، والصوم في أول اليوم انعقد تطوعاً، فلا يمكن جعله واجباً بعد ذلك، وقال أبو يوسف :إن قال ذلك بعد الزوال، فلا اعتكاف، وإن كان قبل الزوال، فعليه الاعتكاف، وكذلك قال أبو يوسف في رجل أصبح مفطراً، ثم قال :لله عليّ أن أعتكف هذا اليوم وكان ذلك قبل انتصاف النهار فإنه يلزمه ويعتكفه بصومه وإن لم يفعل، فعليه القضاء (المحيط البرهاني، ج٢، ص٤٠٧، كتاب الصوم، الفصل الثاني عشر في الاعتكاف)

[2] عن عمرو بن هرم ، قال :سئل جابر بن زيد ، عن امرأة جعلت عليها أن تعتكف شهرا في المسجد الجامع ، فطلب إليها أمر لا تستطيع أن تظهر ، قال :تعتكف في مسجد تأمن به(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الرواية ١٢٧٢٨،في امرأة نذرت أن تعتكف في مسجد فمنعت)

عن بن المسيب قال من نذر أن يعتكف في مسجد إيلياء فاعتكف في مسجد النبي ﷺ بالمدينة أجزأ عنه ومن نذر أن يعتكف في مسجد النبي ﷺ بالمدينة فاعتكف في المسجد الحرام أجزأ عنه قال معمر ومن نذر أن يعتكف على رأس جبل فإنه لا ينبغي له أن يعتكف فيه وأن يعتكف في مسجد جماعة (عبدالرزاق، رقم الحديث ٨٠٢٥، باب لا جوار إلا في مسجد جماعة)

إذا نذر الاعتكاف بالمسجد الحرام فاعتكف في غيره فإنه يجوز (البحرالرائق، ج٢، ص ٣٢٩)

لو نذر أن يصلي أو يعتكف أو يصوم أو يتصدق بمكة ففعل في غيرها جاز عندنا خلافا لزفر (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج١ ص ٢١٢، كتاب الصوم)

مسئلہ نمبر 21...... جن چیزوں کے لئے سنت اعتکاف میں نکلنا جائز ہے ان کے لئے واجب اعتکاف میں بھی نکلنا جائز ہے اور جن چیزوں کے لئے سنت اعتکاف میں نکلنا جائز نہیں، ان چیزوں کے لئے واجب اعتکاف میں بھی نکلنا جائز نہیں، کیونکہ اعتکاف کے معنیٰ مسجد میں عبادت کی نیت سے ٹھہرنے کے ہیں، اور جس چیز کے لئے نکلنا شریعت کی طرف سے جائز ہے، وہ اس ٹھہرنے کے خلاف نہیں۔ [1]

مگر جن فقہائے کرام کے نزدیک واجب اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اگرچہ افضل وبہتر ہے، ان کے نزدیک اگر کوئی روزہ رکھ کر واجب اعتکاف کرے، پھر اس کا روزہ فاسد ہوجائے، یا کسی دن کا روزہ نہ رکھ سکے، تو واجب اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک ابتداء ہی سے واجب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری نہیں، البتہ جن حضرات کے نزدیک واجب اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے، ان کے نزدیک روزہ نہ رکھنے یا رکھ کر فاسد کردینے سے اعتکاف بھی فاسد ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر 22...... اگر کوئی شخص نذرومنت مانتے وقت ساتھ ہی زبان سے کسی ایسی چیز کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کا استثناء کرلے یا شرط لگالے کہ جس کے لئے استثناء کئے اور شرط لگائے بغیر مسجد سے نکلنا جائز نہیں تھا، تو پھر یہ استثناء اور شرط لگانا اُس کے اعتکاف کا حصہ بن جاتا ہے، اور اُس کو اپنی شرط واستثناء کے مطابق مسجد سے نکلنا جائز ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] (وحرم علیه) أی علی المعتکف اعتکافا واجبا أما النفل فله الخروج لأنه منه لا مبطل کما مر (الخروج إلا لحاجة الإنسان) طبیعیة کبول وغائط وغسل لو احتلم (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲ص۴۴۵،باب الاعتکاف)

[2] عن الثوری، عن منصور، عن إبراهیم قال :یشترط المعتکف الجمعة، والجنازة، والمریض، وإن نهزته حاجة (مصنف عبدالرزاق، رقم الروایة ۸۰۴۶، باب :للمعتکف شرطه)

عن ابن جریج، عن عطاء قال :إن اشترط أن یعتکف النهار، وأن یأتی البیت باللیل، فذلک له (ایضاً، رقم الروایة ۸۰۴۷)

عن معمر، عن قتادة قال :للمعتکف ما اشترط عند اعتکافه (ایضاً، رقم الروایة ۸۰۴۲)

عن ابن جریج، عن عطاء قال :له شرطه (ایضاً، رقم الروایة ۸۰۴۳)

چنانچہ اگر کوئی اعتکاف کی نذر و منت مانتے وقت زبان سے یہ استثناء کر لے کہ وہ مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ یا درس وتدریس یا ملازمت وغیرہ کے لئے یا اتنے وقت کے لئے مسجد سے نکلا کرے گا، تو اُس کو اس غرض کے لئے اور اس وقت مسجد سے نکلنا جائز ہو جائے گا، اور اس کی وجہ سے اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ [1]

اس مسئلہ کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر 23...... اگر کسی نے اعتکاف کی نذر و منت ماننے کے ساتھ ہی متصلاً ان شاء اللہ کہہ دیا، مثلاً یہ کہا کہ میرے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، تو اس پر اعتکاف واجب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بھی استثناء کی ایک صورت ہے، جس میں اس نے ان شاء اللہ کہہ کر اس پورے اعتکاف کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ [2]

---

[1] ولو شرط وقت النذر الالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا فى التتارخانية ناقلا عن الحجة(الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ٢١٢، كتاب الصوم، الباب السابع)

وفى التتارخانية عن الحجة لو شرط وقت النذر أن يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلك فليحفظ(الدرالمختار مع ردالمحتار)

(قوله لو شرط) فيه إيماء إلى عدم الاكتفاء بالنية أبو السعود (قوله جاز ذلك) قلت :يشير إليه قوله فى الهداية وغيرها عند قوله ولا يخرج إلا لحاجة الإنسان لأنه معلوم وقوعها فلا بد من الخروج فيصير مستثنى اهـ والحاصل أن ما يغلب وقوعه يصير مستثنى حكما وإن لم يشترطه وما لا فلا إلا إذا شرطه (ردالمحتار، ج٢، ص٤٤٨، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

[2] عن ابن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :من حلف على يمين، فقال :إن شاء الله فقد استثنى، فلا حنث عليه "وفى الباب عن أبى هريرة :.حديث ابن عمر حديث حسن .وقد رواه عبيد الله بن عمر وغيره، عن نافع، عن ابن عمر موقوفا .وهكذا روى عن سالم، عن ابن عمر موقوفا .ولا نعلم أحدا رفعه غير أيوب السختياني وقال إسماعيل بن إبراهيم :وكان أيوب أحيانا يرفعه، وأحيانا لا يرفعه والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم :أن الاستثناء إذا كان موصولا باليمين فلا حنث عليه، وهو قول سفيان الثورى، والأوزاعى، ومالك بن أنس، وعبد الله بن المبارك، والشافعى، وأحمد، وإسحاق(سنن الترمذى، رقم الحديث ١٥٣١، ابواب النذور والايمان ، باب ماجاء فى الاستثناء فى اليمين)

(قوله :ولو وصل بحلفه إن شاء الله تعالى بر) لقوله -عليه الصلاة والسلام -من حلف على يمين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 24...... اگر کسی نے چند دِنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی تھی، پھر وہ کسی وجہ سے اس نذر ومنت کو پورا نہ کر سکے، اور اس سے عاجز وقاصر ہو جائے، تو حنفیہ کے نزدیک فوت ہونے سے پہلے اس کو اپنے ذمہ میں واجب شدہ اعتکاف کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک دن کے اعتکاف کی طرف سے ایک صدقۂ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے، اور جتنے دن کے اعتکاف کی نذر ومنت ہو، اتنے ہی دنوں کے حساب سے ہر دن کی طرف سے ایک صدقۂ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے، لاجل الصوم لا لاجل الاعتکاف۔ [1]

مسئلہ نمبر 25...... اگر کسی شخص نے چند دِنوں کے اعتکاف کی نذر ومنت مانی، اور وہ نذر ومنت مانتے وقت مریض وبیمار ہونے (یا روزہ سے عاجز وقاصر ہونے) کی وجہ سے اس نذر ومنت کے پورا کرنے پر قادر نہیں تھا، اور پھر وہ فوت ہو گیا، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

البتہ اگر نذر ومنت ماننے کے بعد ایک دن بھی صحت یاب ہو گیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر ومنت کے تمام دِنوں کی طرف سے فدیہ دینے کا حکم ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال :إن شاء الله تعالى فقد بر في يمينه إلا أنه لا بد من الاتصال؛ لأنه بعد الفراغ رجوع، ولا رجوع في اليمين إلا إذا كان انقطاعه لتنفس، أو سعال ونحوه فإنه لا يضر وظاهر كلام المصنف -رحمه الله تعالى -أن اليمين منعقدة إلا أنه لا حنث عليه أصلا لعدم الاطلاع على مشيئة الله تعالى وهذا قول أبي يوسف -رحمه الله تعالى -وعند أبي حنيفة ومحمد -رحمة الله تعالى عليهما -أن التعليق بالمشيئة إبطال ولذا قال في التبيين وأراد بقوله بر عدم الانعقاد لأن فيه عدم الحنث كالبر فأطلق عليه اهـ(البحر الرائق، ج۴ص ۳۲۲، کتاب الایمان)

[1] ولو نذر اعتكاف شهر فمات أطعم لكل يوم نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو شعير إن أوصى كذا في السراجية ويجب عليه أن يوصي هكذا في البدائع وإن لم يوص، وأجازت الورثة جاز ذلك (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۴، کتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فی الاعتکاف)

[2] ولو نذر اعتكاف شهر، وهو مريض فلم يبرأ حتى مات لا شيء عليه، وإن صح يوما ثم مات أطعم عنه عن جميع الشهر كذا في السراجية (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱، ص ۲۱۴، کتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فی الاعتکاف)

وإن قدر على البعض دون البعض فلم يعتكف فكذلك إن كان صحيحا وقت النذر فإن كان مريضا وقت النذر فذهب الوقت وهو مريض حتى مات؛ فلا شيء عليه وإن صح يوما؛ فهو على الاختلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 26...... اگر کوئی اعتکاف کی نذر ومنت ماننے کے بعد اس کو ادا کرنے پر قادر نہ رہے (مثلاً روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے) تو حنفیہ کے نزدیک اس کی طرف سے دوسرے شخص کے اعتکاف کرنے سے اس کا واجب ادا نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الذی ذکرناه فی الصوم المنذور فی وقت بعینه وإذا نذر اعتکاف شهر بغیر عینه؛ فجمیع العمر وقته کما فی النذر بالصوم فی وقت بغیر عینه وفی أی وقت أدی؛ کان مؤدیا لا قاضیا؛ لأن الإیجاب حصل مطلقا عن الوقت وإنما یقتضی علیه الوجوب إذا أیس من حیاته وعند ذلک یجب علیه أن یوصی بالفدیة کما فی قضاء رمضان والصوم المنذور المطلق.

فإن لم یوص حتی مات؛ سقط عنه فی أحکام الدنیا عندنا حتی لا تؤخذ من ترکته ولا یجب علی الورثة الفدیة إلا أن یتبرعوا به.

وعند الشافعی لا تسقط وتؤخذ من ترکته وتعتبر من جمیع المال والمسألة مضت فی کتاب الزکاة والله الموفق(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج۲ص۱۱۷،۱۱۸، کتاب الاعتکاف،فصل بیان حکم الاعتکاف إذا فسد)

[1] (قوله :النیابة تجزء فی العبادات المالیة عند العجز والقدرة، ولم تجر فی البدنیة بحال، وفی المرکب منهما تجزء عند العجز فقط) بیان لانقسام العبادة إلی ثلاثة أقسام مالیة محضة کالزکاة وصدقة الفطر والإعتاق والإطعام والکسوة فی الکفارات والعشر والنفقات سواء کانت عبادة محضة أو عبادة فهی معنی المؤنة أو مؤنة فیها معنی العبادة کما عرف فی الأصول وبدنیة محضة کالصلاة والصوم والاعتکاف، وقراء ة القرآن والأذکار والجهاد، ومرکبة من البدن والمال کالحج والأصل فیه أن المقصود من التکالیف الابتلاء والمشقة، وهی فی البدنیة بإتعاب النفس والجوارح بالأفعال المخصوصة وبفعل نائبه لا تتحقق المشقة علی نفسه فلم تجز النیابة مطلقا لا عند العجز، ولا عند القدرة(البحرالرائق، ج۳، ص۶۴ وص۶۵، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر)

ثم العبادة أنواع مالیة محضة کالزکاة والعشور والکفارة وبدنیة محضة کالصلاة والصوم والاعتکاف وقراء ة القرآن والأذکار ، ومرکبة منهما کالحج فإنه مالی من حیث اشتراط الاستطاعة ووجوب الأجزیة بارتکاب محظوراته وبدنی من حیث الوقوف والطواف والسعی

قال -رحمه الله -(النیابة تجزی فی العبادة المالیة عند العجز والقدرة) ؛ لأن المقصود فیها سد خلة المحتاج ، وذلک یحصل بفعل النائب کما یحصل بفعله ، ویحصل به تحمل المشقة بإخراج المال کما یحصل بفعل نفسه فیتحقق معنی الابتلاء فیستوی فیه الحالتان قال -رحمه الله -(ولم تجز فی البدنیة بحال) أی لا تجزی النیابة فی العبادة البدنیة بحال من الأحوال ؛ لأن المقصود فیها إتعاب النفس الأمارة بالسوء طلبا لمرضاته -تعالی ؛ لأنها انتصبت لمعاداته -تعالی -ففی الوحی عاد نفسک فإنها انتصبت لمعاداتی وذلک لا یحصل بفعل النائب أصلا فلا تجزی فیها النیابة لعدم الفائدة قال -رحمه الله -(وفی المرکب منهما تجزی عند العجز فقط) أی فی المرکب من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر 27...... اگر کسی نے ایسی چیز پر اعتکاف کی نذر و منت کو مشروط کیا کہ جس کے ہونے کو وہ نہیں چاہتا تھا، مثلاً یہ کہ اگر میں نے فلاں گناہ کیا تو میرے اوپر اتنے دنوں کا اعتکاف ہے، تو اس صورت میں، اس شرط کے پائے جانے پر جس طرح اتنے دنوں کا اعتکاف کرنے سے بریٔ ہوجائے گا، اسی طرح قسم کا کفارہ دینے سے بھی بریٔ ہوجائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المال والبدن تجزى النيابة عند العجز لحصول المشقة بدفع المال ولا تجزى عند القدرة لعدم إتعاب النفس عملا بالشبهين بالقدر الممكن (تبيين الحقائق، ج۲، ص۸۵، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

(العبادات ثلاثة أنواع) : مالية محضة كالزكاة وصدقة الفطر، وبدنية محضة كالصلاة والصوم، ومركبة منهما كالحج .والإنابة تجرى في النوع الأول في حالتي الاختيار والاضطرار ولا تجرى فى النوع الثانى وتجرى فى النوع الثالث عند العجز، كذا فى الكافى (الفتاوىٰ الهندية، ج۱، ص۲۵۷، كتاب المناسک، الباب الرابع عشر)

[1] عن قتادة ، قال :أتت امرأة شريحا ، فقالت :إنى نذرت أن أعتكف فى المسجد ، وإن السلطان منعنى ، قال :فكفرى ، عن يمينک (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الرواية ۱۲۷۲۷ ،فى امرأة نذرت أن تعتكف فى مسجد فمنعت)

إذا قال إن فعلت كذا فعلي حجة أو صوم شهر أو صدقة ما أملكه أجزأه من ذلک كفارة يمين وهو قول محمد، ويخرج عن العهدة بالوفاء بما سمى أيضا) حتى لو كان معسرا كان مخيرا بين أن يصوم ثلاثة أيام وأن يصوم شهرا.

وهذا مروى عن أبى حنيفة في النوادر .ووجهه ما روى فى السنن مسندا إلى عقبة بن عامر أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال كفارة النذر كفارة اليمين قالوا (هذا إذا كان شرطا لا يريد كونه) لأن بين الحديثين كما ترى تعارضا .فحملنا الحديث الأول على النذر المرسل وعلى مقيد أراد الحالف كونه .والثانى على مقيد لا يريد كونه جمعا بين الآثار، والمعنى الفقهى فى ذلک أن فى الشرط الذى لا يريد كونه كلامه يشتمل على معنى النذر واليمين جميعا، أما معنى النذر فظاهر، وأما معنى اليمين فلأنه قصد به المنع عن إيجاد الشرط (العناية شرح الهداية، ج۵ص۹۳، كتاب الايمان، فصل فى الكفارة)

(قوله :ومن نذر نذرا مطلقا، أو معلقا بشرط ووجد وفى به) أى وفى بالمنذور لقوله -عليه السلام -من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى وهو بإطلاقه يشمل المنجز والمعلق ولأن المعلق بالشرط كالمنجز عنده أطلقه فشمل ما إذا علقه بشرط يريد كونه أو لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

والراجح عندی ان الصوم لیس بشرط لنذر الاعتکاف کما مر۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعن أبی حنیفة أنه رجع عنه فقال إن فعلت كذا فعلی حجة، أو صوم سنة أو صدقة ما أملكه أجزأه عن ذلك كفارة يمين وهو قول محمد ويخرج عن العهدة بالوفاء بما سمى أيضا إذا كان شرطا لا يريد كونه؛ لأن فيه معنى اليمين وهو المنع وهو بظاهره نذر فيتخير ويميل إلى أي الجهتين شاء بخلاف ما إذا كان شرطا يريد كونه كقوله إن شفى الله مريضي لانعدام معنى اليمين فيه قال في الهداية وهذا التفصيل هو الصحيح وبه كان يفتي إسماعيل الزاهد كما في الظهيرية وقال الولوالجي :مشايخ بلخ وبخارى يفتون بهذا وهو اختيار شمس الأئمة -ولكثرة البلوى في هذا الزمان -وظاهر الرواية كما في المختصر للحديث المتقدم، ووجه الصحيح حديث مسلم كفارة النذر كفارة اليمين وهو يقتضي السقوط بالكفارة مطلقا فتعارضا فيحمل مقتضى الإيفاء بعينه على المنجز، أو المعلق بشرط يريد كونه وحديث مسلم على المعلق بشرط لا يريد كونه لأنه إذا علقه بشرط لا يريده يعلم منه أنه لم يرد كونه المنذور حيث جعله مانعا من فعل ذلك الشرط، مثل دخول الدار وكلام زيد؛ لأن تعليقه حينئذ لمنع نفسه عنه بخلاف الشرط الذي يريد كونه إذا وجد الشرط فإنه في معنى المنجز ابتداء فيندرج في حكمه وهو وجوب الإيفاء (البحر الرائق، ج۴ص ۳۲۰، كتاب الايمان)

[1] مذکورہ مسائل میں حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ کے موقف کو الگ الگ ذکر کر دیا گیا ہے، جن میں روزہ کے شرط ہونے نہ ہونے کے اختلاف کا بھی ساتھ ہی ذکر کر دیا گیا ہے، جس سے روزہ شرط ہونے نہ ہونے کے مسئلہ کا مجتہد فیہ ہونا ظاہر ہو چکا ہے؛ جہاں تک بندہ کے ذاتی رجحان کا تعلق ہے، تو دلائل کے پیشِ نظر بندہ کا فی مابيني وبين الله ذاتی رجحان اس بات کی طرف ہے کہ نذر ماننے والا رات اور دن میں یا رات و دن کے کسی حصہ میں بھی اعتکاف کرنے کی نذر و منت مانے، تو اس کی وہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جاتی ہے، کیونکہ اعتکاف عباداتِ مقصودہ ہے، جس کی نذر منعقد ہونے کے لئے روزہ شرط نہیں، تا آنکہ نذر و منت ماننے والا روزہ کی شرط نہ لگائے۔

اور مجتہد فیہ مسئلہ میں دلائل پر نظر کرتے ہوئے اختلاف کی نہ صرف گنجائش ہے، بلکہ یہ طرزِ عمل نہ تو مذموم ہے، اور نہ قابلِ ملامت، بلکہ باعثِ اجر ہے، اور متقدمین کا یہی طریق رہا ہے، اگرچہ موجودہ علمی دنیا میں اکثر اس طرزِ عمل کو تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا، اور سارا زور تقلیدِ محض اور جمودِ محض پر دیا جاتا ہے۔

اس کی اصولی بحث بندہ نے فقہ واجتہاد سے متعلق اپنے الگ مضمون میں ذکر کر دی ہے۔

قال في جواهر الفتاوى :لو أن رجلا من أهل الاجتهاد برء من مذهبه في مسألة أو في أكثر منها باجتهاد لما وضح له من دليل الكتاب أو السنة أو غيرهما من الحجج لم يكن ملوما ولا مذموما بل كان مأجورا محمودا وهو في سعة منه وهكذا أفعال الأئمة المتقدمين(العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج۲ ص۳۲۷، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة وغير ذلك)

اعتکاف سے متعلق چند منکرات وقابلِ اصلاح امور

اعتکاف سے متعلق چند منکرات اور قابلِ اصلاح امور ذکر کیے جاتے ہیں، جن پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(1)...... بہت سے معتکف حضرات مسجد کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے، اور مسجد کو گندا اور ملوث کرتے ہیں، بعض لوگ ضرورت سے زیادہ سامان مسجد میں لے آتے ہیں جس سے مسجد کی جگہ رکتی ہے اور نمازیوں یا دوسرے معتکف حضرات کو تکلیف پہنچتی ہے۔

بعض معتکف حضرات دوسرے طریقوں سے لوگوں یا دیگر معتکف حضرات کو تکلیف پہنچاتے ہیں، مثلاً دوسروں کے آرام کے وقت اونچی آواز سے بات چیت یا ذکر وتلاوت کرتے ہیں یا بجلی وغیرہ جلا کر روشنی کر دیتے ہیں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے، اور نیند نہیں آتی۔

بعض معتکف حضرات دوسرے کی چیزوں کو ان کی اجازت اور خوش دلی کے بغیر استعمال کر لیتے ہیں۔

بعض لوگ مسجد کی بجلی اور پانی، گیس وغیرہ کا بے جا اور فضول استعمال کرتے ہیں۔

بعض معتکف مسجد کی من پسند اور آرام دہ جگہ پر قبضہ جما لیتے ہیں اور دوسروں کے ساتھ اس پر لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اس طرح کی تمام حرکات سے معتکف کو بچنا اور پرہیز کرنا چاہئے۔

(2)......بعض لوگوں نے اعتکاف کو صرف ایک رسم اور نام ونمود کا ذریعہ سمجھ کر اختیار کیا ہوا ہے، اسی وجہ سے جن لوگوں کو نہ پاکی ناپاکی، نماز روزے کا صحیح اہتمام ہوتا، اور نہ ہی اعتکاف کے بنیادی مسائل معلوم ہوتے وہ لوگ بھی اعتکاف کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

اور یہ لوگ نام ونمود اور اپنی شہرت کی خاطر اعتکاف کو بنیاد بنا کر نہ جانے مسجد میں کتنے گناہ اور مسجد کے احترام کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں اور اس طرح سنت اعتکاف کا ثواب اور فضیلت حاصل کرنے کے بجائے کئی ایسے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جن سے بچنا

اعتکاف کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

اسی شہرت اور نام ونمود حاصل کرنے کی خاطر بعض لوگ (اپنے علاقے کی مسجدوں کو چھوڑ کر) بلا عذر صرف شہرت کی غرض سے کسی مشہور ومعروف مسجد میں جا کر اعتکاف کرتے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب نیت میں اخلاص نہ رہا تو ثواب کیسے حاصل ہوگا؟

لہٰذا اعتکاف کرنے سے پہلے اپنی نیتوں کا جائزہ لینا اور اعتکاف ومسجد کے آداب کا ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(3)......بعض لوگ اپنے علاقے کی مسجدوں میں اعتکاف کرنے سے شرم اور عار محسوس کرتے ہیں اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

یہ بھی اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔

(4)......بعض لوگ اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا انتخاب کرتے ہیں جہاں خوب عیش وعشرت کے سامان ہوں اور ان کو وہاں رہ کر کسی خواہش کی خلاف ورزی کی پابندی نہ کرنی پڑے۔

ان لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ اعتکاف جو کہ خود پابندیاں پیدا کرنے اور خواہشات پر قابو پانے کے لئے تھا جب اسی کی خلاف ورزی ہوگئی تو اعتکاف کے پورے مقاصد کس طرح حاصل کیے جا سکتے ہیں؟

(5)......بعض لوگ اعتکاف کے لئے ایسی مساجد تلاش کرتے ہیں جہاں ان کو گناہوں کے زیادہ مواقع میسر آئیں، چنانچہ وہ ایسی مساجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھتے ہیں جہاں بے پردہ عورتوں کی آمدورفت اور بدعات اور اسی طرح کے بعض منکرات ہوتے ہیں۔

اعتکاف کے عنوان سے درِپردہ گناہوں اور نفس کی بے جا خواہشوں میں مبتلا ہونا سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

(6)......بعض لوگ اپنے دوستوں اور بعض خواتین اپنی سہیلیوں کے ساتھ کسی ایک جگہ (مسجد یا گھر) کا اعتکاف کے لئے انتخاب کرتے ہیں، تاکہ دل لگا رہے اور ایک دوسرے

کے ساتھ وقت گزارنا آسان ہو اور پھر اعتکاف میں ہنسی مذاق، فضول گوئی، گپ شپ، دل لگی جاری رہتی ہے۔

یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے۔

(7)......بعض معتکفین دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور ایک دوسرے سے مقابلہ بازی میں افطار پارٹیاں دیتے ہیں۔

کسی مسلمان کا روزہ افطار کرانا تو ثواب کا کام ہے، لیکن اس میں اخلاص بنیادی شرط ہے، اور مقابلہ بازی اور بڑائی کا اظہار اخلاص کے خلاف ہے۔

(8)......آج کل بعض لوگ اعتکاف ختم ہونے پر اجتماعی دعا کو خاص اہمیت دینے لگے ہیں یا اس کو ضروری سمجھنے لگے ہیں۔

یہ بھی حد سے تجاوز ہے، کیونکہ شرعاً اس موقع پر اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں پایا جاتا۔

(9)......بعض جگہ اعتکاف کرنے والے عید کا چاند نظر آنے پر ایک دوسرے سے گلے ملنے کا بہت اہتمام کرتے اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔

حالانکہ اس موقع پر گلے ملنا شریعت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کو ثواب یا ضروری سمجھنا درست نہیں ہے۔

(10)......اعتکاف ختم ہونے پر آج کل بہت سے لوگ مبارک باد دینا اور لینا بھی ضروری سمجھنے لگے ہیں، اور اگر کوئی مبارک باد پیش نہ کرے تو اسے معیوب اور حقیر سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ اس موقع پر مبارک باد دینا ضروری نہیں، البتہ کوئی اخلاص کے ساتھ بطور دعا کے مبارک باد دینا چاہے تو جائز ہے، لہٰذا اس کو ضروری سمجھنا اور جو اس پر عمل نہ کرے، اس کو معیوب خیال کرنا درست نہیں۔

(11)......بعض علاقوں میں اعتکاف کرنے والوں کو (دوست احباب اور رشتہ داروں کی طرف سے) نقدی، سوٹ بوٹ، مٹھائی یا دوسری چیزوں کے تحفے وتحائف پیش کرنا بھی

ضروری سمجھا جانے لگا ہے اور اگر کوئی قریبی شخص تحفہ پیش نہ کرے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔
یہ بھی غلو اور گناہ ہے، اگر رسم اور لازم سمجھے بغیر ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ایسا کم ہے۔

(12)...... اعتکاف ختم کرنے کے موقع پر بعض جگہ ٹولیوں اور وفد کی شکل میں اعتکاف کرنے والوں کا پُر جوش استقبال کیا جاتا ہے اور پھولوں یا نوٹوں وغیرہ کے ہار بھی معتکفین کے گلوں میں ڈالے جاتے ہیں، بعض جگہ نعرے بازی اور نعت خوانی کے ساتھ گلی محلوں کے نمائشی چکر لگا کر گھروں میں معتکف کی واپسی ہوتی ہے۔

یہ چیزیں بھی نمود ونمائش اور اخلاص کے خلاف ہیں، جن سے بچنا چاہئے۔

(13)......بعض لوگ اعتکاف کے اختتام پر کئی طرح کی دوسری خرافات کرتے ہیں، مثلاً ڈھول ڈھماکے، تصویر سازی، نامحرم عورتوں کا مخلوط اجتماع وغیرہ۔

ان خرافات اور منکرات سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ نیکی برباد گناہ لازم ہونے کا اندیشہ ہے۔

(14)......بعض معتکف حضرات اعتکاف سے فارغ ہوتے وقت مسجد کو غسل دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

حالانکہ شریعت نے اس موقع پر مسجد کو غسل دینے اور دھونے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا اس کو شریعت کا حکم سمجھنا غلط ہے، البتہ مسجد کی صفائی کا خیال ضروری ہے، اسی صفائی کی غرض سے کوئی مسجد کو دھوئے، اور اس کو اعتکاف یا اس کے اختتام کی عبادت نہ سمجھے، تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ اور شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اعتکاف کرنے اور اس کے فضائل وفوائد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۱/ رجب ۱۴۳۳ھ ـ 12 / جون 2012ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

اعتکاف

سے متعلق

چند علمی وتحقیقی مسائل ورسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کے بعد قضاء کی تحقیق

ماہِ رمضان کا مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد اس کے فاسد ہونے
کی صورت میں قضاء کے حکم سے متعلق فقہائے کرام کے اقوال
اور اس سلسلہ میں حنفیہ کے قول کی تحقیق

مؤلف

مفتی محمد رضوان

قَضَاءُ الْاِعْتِكَافِ بَعْدَ الْاِفْسَادِ

مسنون اعتکاف فاسد ہو جانے کے بعد قضا کی تحقیق

مسنون اعتکاف کے فاسد ہو جانے کے بعد اس کی قضاء کے وجوب اور عدمِ وجوب اور اس کی دلیل کی افہام وتفہیم کے متعلق بعض حنفیہ اہلِ علم حضرات میں بحث وتمحیص رہتی ہے۔ اس لئے اہلِ علم حضرات کے لئے اس مسئلہ پر قدرے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ محمد رضوان

مسنون اعتکاف کا زمانہ رمضان کے مہینے کا آخری عشرہ ہے، اور مسنون اعتکاف رمضان کے آخری مکمل عشرہ کی سنت ہے، اس سے کم وقت کا اعتکاف مسنون اعتکاف نہیں کہلاتا۔

مسنون اعتکاف فاسد ہونے پر قضا کا حکم

پھر اگر مسنون اعتکاف شروع کرکے اس کو پورا کرنے سے پہلے درمیان میں فاسد کردیا جائے، تو اس کی قضاء کے لازم ہونے نہ ہونے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی قضاء لازم نہیں، اور جتنے دن یا جتنے وقت کا اعتکاف کیا، اس کا نفلی درجے میں ثواب حاصل ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں، اور حج وعمرہ کے علاوہ کسی بھی تطوع عمل کو شروع کرنے کے بعد فاسد کردینے سے قضا لازم نہیں۔

فصل إذا فعل فى الاعتكاف ما يبطله من خروج أو مباشرة أو مقام فى البيت بعد زوال العذر نظرت فان كان ذلك فى تطوع لم يبطل ما مضى من اعتكافه لان ذلك القدر لو أفرده بالاعتكاف واقتصر عليه اجزأه ولا يجب عليه اتمامه لانه لا يجب المضى فى فاسده ولا يكره بالشروع كالصوم وإن كان فى اعتكاف منذور نظرت فان لم يشرط فيه التتابع لم يبطل مامضى من اعتكافه لما ذكرناه فى التطوع ويلزمه أن يتمم لان الجميع قد وجب عليه وقد فعل البعض فوجب الباقى وإن كان قد شرط فيه التتابع بطل التتابع ويجب عليه أن يستأنفه ليأتى به على الصفة التى وجب عليها (المجموع شرح المهذب، ج٦، ص ٥٣٦، كتاب الاعتكاف)

فصل: وكل موضع فسد اعتكافه، فإن كان تطوعا، فلا قضاء عليه؛ لأن التطوع لا يلزم بالشروع فيهفى غير الحج والعمرة. وإن كان نذرا نظرنا، فإن كان نذر أياما متتابعة، فسد ما مضى من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مسنون اعتکاف فاسد ہوجانے کی بعض صورتوں میں قضاء لازم ہے، اور بعض صورتوں میں قضا لازم نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اعتكافه، واستأنف؛ لأن التتابع وصف فى الاعتكاف، وقد أمكنه الوفاء به، فلزمه، وإن كان نذر أياما معينة، كالعشرة الأواخر من شهر رمضان، ففيه وجهان :أحدهما، يبطل ما مضى، ويستأنفه؛ لأنه نذر اعتكافا متتابعا، فبطل بالخروج منه، كما لو قيده بالتتابع بلفظ هو الثانى، لا يبطل؛ لأن ما مضى منه قد أدى العبادة فيه أداء صحيحا، فلم يبطل بتركها فى غيره، كما لو أفطر فى أثناء شهر رمضان، والتتابع هاهنا حصل ضرورة التعيين، والتعيين مصرح به، وإذا لم يكن بد من الإخلال بأحدهما ففيما حصل ضرورة أولى، ولأن وجوب التتابع من حيث الوقت، لا من حيث النذر، فالخروج فى بعضه لا يبطل ما مضى منه، كصوم رمضان إذا أفطر فيه، فعلى هذا يقضى ما أفسد فيه حسب .وعليه الكفارة على الوجهين جميعا؛ لأنه تارك لبعض ما نذره.وأصل الوجهين فى من نذر صوما معينا، فأفطر فى بعضه، فإن فيه روايتين، كالوجهين اللذين ذكرناهما .فصل :إذا نذر اعتكاف أيام متتابعة بصوم، فأفطر يوما، أفسد تتابعه، ووجب استئناف الاعتكاف، لإخلاله بالإتيان بما نذره على صفته(المغنى لابن قدامة، ج٣،ص ١٩٩، كتاب الاعتكاف)

قال :ولا قضاء عليه إلا أن يكون واجبا .ش :إذا أفسد الاعتكاف بالوطء ، نظرت فإن كان تطوعا لم يجب القضاء ، بناء على قاعدتنا من أن النوافل ما عدا الحج والعمرة لا تلزم بالشروع، وقد تقدم ذلك فى الصوم(شرح الزركشى،لشمس الدين محمد بن عبد الله الزركشى الحنبلى، ج٣ص١٣، كتاب الاعتكاف)

[1] حدثنا محمد بن بشار قال :حدثنا ابن أبى عدى، قال :أنبأنا حميد الطويل، عن أنس بن مالك قال :كان النبى صلى الله عليه وسلم يعتكف فى العشر الأواخر من رمضان، فلم يعتكف عاما، فلما كان فى العام المقبل اعتكف عشرين :هذا حديث حسن صحيح غريب من حديث أنس بن مالك واختلف أهل العلم فى المعتكف إذا قطع اعتكافه قبل أن يتمه على ما نوى ، فقال بعض أهل العلم : إذا نقض اعتكافه وجب عليه القضاء ، واحتجوا بالحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج من اعتكافه، فاعتكف عشرا من شوال، وهو قول مالك، "وقال بعضهم :إن لم يكن عليه نذر اعتكاف أو شىء أوجبه على نفسه، وكان متطوعا، فخرج، فليس عليه أن يقضى إلا أن يحب ذلك اختيارا منه، ولا يجب ذلك عليه، وهو قول الشافعى "قال الشافعى :فكل عمل لك أن لا تدخل فيه، فإذا دخلت فيه، فخرجت منه، فليس عليك أن تقضى إلا الحج والعمرة وفى الباب عن أبى هريرة (سنن الترمذى، رقم الحديث ٨٠٣)

(قوله :أفسد اعتكافه واستأنفه) ، ولو كان تطوعا فى الأصل ؛ لأن من أفسد عبادة لزمه قضاؤها ومن باب أولى لو كان منذورا (حاشية العدوى على شرح مختصر خليل للخرشى المالكى،ج٢ ص٢٦٨، باب الاعتكاف،الناشر:دارالفكر ،بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سلسلہ میں حنفیہ کا قول

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے،تو حنفیہ کے نزدیک جو اعتکاف نذر ومنت ماننے سے ذمہ میں واجب ہوا ہو، اس کو فاسد کردینے کی صورت میں قضاء کے واجب ہونے میں تو شبہ نہیں۔

کیونکہ واجب اعتکاف کے فاسد ہوجانے سے ظاہر ہوگیا کہ اس کے ذمہ میں جو اعتکاف نذر ومنت ماننے سے واجب ہوا تھا، وہ ابھی تک ادا نہیں ہوا، اوراس کے جزوی مسائل ہم واجب ومنذور اعتکاف کے بیان میں ذکر کرچکے ہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ويرى المالكية أن العذر الذى يقطع الاعتكاف إما إغماء أو جنون أو حيض أو نفاس أو مرض، والاعتكاف إما نذر معين من رمضان أو غيره، أو نذر غير معين، وفى كل إما أن يطرأ العذر قبل الاعتكاف، أو مقارنا له، أو بعد الدخول فيه.فإن كانت تلك الموانع فى الاعتكاف المنذور المطلق أو المعين من رمضان، فلا بد من البناء بعد زوالها، سواء طرأت قبل الاعتكاف وقارنت، أو بعد الدخول.وإن كان نذرا معينا من غير رمضان، فإن طرأت خمسة الأعذار قبل الشروع فى الاعتكاف، أو مقارنة، فلا يجب القضاء .وإن طرأت بعد الدخول، فالقضاء متصلا.وإن كان تطوعا معينا أو غير معين فلا قضاء ، سواء طرأت الأعذار الخمسة قبل الشروع أو بعده أو مقارنة له .وبقى حكم ما إذا أفطر ناسيا، والحكم أنه يقضى، سواء كان الاعتكاف نذرا معينا من رمضان، أو من غيره، أو كان نذرا غير معين، أو كان تطوعا معينا أو غير معين.وأما إن أفطر فى اعتكافه متعمدا فإنه يبتدء اعتكافه، وكذلك يبتدء اعتكافه من جامع فيه ليلا أو نهارا ناسيا أو متعمدا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۴، ص۴۳، قضاء الاعتكاف)

[1] وإذا مرض المعتكف فخرج من المسجد يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل الاعتكاف إن كان اعتكافا واجبا وهذا قول أبى يوسف وقال أبو حنيفة إذا خرج ساعة من المسجد من غير عذر استقبل الاعتكاف وكذلك إذا خرج من المسجد لغير حاجة يوما أو أكثر من نصف يوم فعليه أن يستقبل اعتكافه فى قول أبى يوسف وكذلك لو أفطر يوما كان عليه أن يستقبل اعتكافه وكذلك لو واقع امرأته كان عليه أن يستقبل اعتكافه(الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج۲ص۲۷۳، ۲۷۴،كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأما بيان حكمه إذا فسد فالذى فسد لا يخلو :إما أن يكون واجبا وأعنى به المنذور، وإما أن يكون تطوعا فإن كان واجبا يقضى إذا قدر على القضاء إلا الردة خاصة؛ لأنه إذا فسد التحق بالعدم فصار فائتا معنى فيحتاج إلى القضاء جبرا للفوات ويقضى بالصوم؛ لأنه فاته مع الصوم فيقضيه مع الصوم (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۱۷، كتاب الاعتكاف، فصل بيان حكم الاعتكاف إذا فسد)

اور جو اعتکاف اپنے اوپر واجب کیے بغیر شروع کیا جائے، اُس کے قطع اور ختم کردینے کی صورت میں الاصل کی ظاہرِ روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُس پر کچھ بھی واجب نہیں، کیونکہ اپنے اوپر واجب کیے بغیر جو اعتکاف کیا جاتا ہے، وہ اُس وقت تک باقی رہتا ہے، جب تک کہ مسجد میں رہے، اور مسجد سے نکلنے سے وہ پورا ہوجاتا ہے، فاسد نہیں ہوتا۔ [1]

جبکہ حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکافِ تطوع کے لئے روزہ شرط ہے، لہٰذا اس کی مقدار کم از کم ایک دن پر مشتمل ہے۔ [2]

---

[1] وإذا اعتكف الرجل من غير أن يوجب على نفسه شيئا فهو معتكف فإن خرج من المسجد فقطع الاعتكاف فليس عليه شىء من قبل أنه لم يوجب على نفسه شيئا وهو معتكف ما أقام فى المسجد تارك لذلك حتى يخرج منه (الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج۲، ص۲۷۶، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

من غیر ان یوجب علی نفسه شیئا کے الفاظ سے ظاہر ہوا کہ وہ اعتکاف ایسا ہو کہ شروع کرنے سے اپنے اوپر واجب نہ ہوا ہو، اور یہ بات اُسی اعتکاف کے لئے ممکن ہے، جس کی کوئی مدت مقرر نہ ہو، اور وہ عام نفل اعتکاف ہے، برخلاف مسنون اعتکاف کے کہ اُس کے لئے روزہ شرط ہونے کی وجہ سے اُس کے ادنیٰ جزء کے معتبر ہونے کے لئے (کہ جس کو شریعت باطل نہ قرار دیتی ہو) ضروری ہے کہ وہ کم از کم ایک یوم پر مشتمل ہو، اور اگر رات کا وقت ہو تو روزہ کے اقتضاء کی وجہ سے دن پر بھی مشتمل ہو۔

[2] ثم الصوم شرط لصحة الواجب منه رواية واحدة ولصحة التطوع فيما روى الحسن عن أبى حنيفة لما ذكرنا من الأدلة من غير فصل وأقله على هذه الرواية يوم يدخل فى المسجد قبل طلوع الفجر ويخرج بعد غروب الشمس فإن قطعه قبل ذلك قضاه ولو أفسده يقضيه وفى ظاهر الرواية عن أبى حنيفة وهو قولهما إن الصوم ليس بشرط فيه وليس لأقله تقدير على الظاهر حتى لو دخل المسجد ونوى الاعتكاف إلى أن يخرج منه صح (تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۳۴۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

وأما اعتكاف التطوع فهل يفسد بالخروج لغير عذر كالخروج لعيادة المريض وتشييع الجنازة فيه روايتان :فى رواية الأصل لا يفسد، وفى رواية الحسن بن زياد عن أبى حنيفة يفسد، بناء على أن اعتكاف التطوع غير مقدر على رواية الأصل فله أن يعتكف ساعة من نهار أو نصف يوم أو ما شاء من قليل أو كثير، أو يخرج فيكون معتكفا ما أقام تاركا ما خرج وعلى رواية الحسن هو مقدر بيوم كالصوم ولهذا قال :إنه لا يصح بدون الصوم كما لا يصح الاعتكاف الواجب بدون الصوم.

وجه رواية الحسن أن الشروع فى التطوع موجب للإتمام على أصل أصحابنا صيانة للمؤدى عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے رمضان کے آخری عشرہ کا مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد اس کے فاسد ہو جانے کی صورت میں قضاء واجب ہونے نہ ہونے کا صراحتاً حکم منقول نہیں۔

لیکن غور کرنے سے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ الاصل کی ظاہرِ روایت اور حضرت حسن کی روایت دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

الاصل کی ظاہرِ روایت کا محمل ومصداق عام نفل اعتکاف ہے، کیونکہ نفل اعتکاف شروع کرنے کے بعد فاسد نہیں ہوا کرتا، جبکہ حضرت حسن کی روایت کا مصداق مسنون اعتکاف

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البطلان كما فى صوم التطوع وصلاة التطوع، ومست الحاجة إلى صيانة المؤدى ههنا؛ لأن القدر المؤدى انعقد قربة فيحتاج إلى صيانة، وذلك بالمضى فيه إلى آخر اليوم.

وجه رواية الأصل أن الاعتكاف لبث وإقامة فلا يتقدر بيوم كامل كالوقوف بعرفة وهذا لأن الأصل فى كل فعل تام بنفسه فى زمان :اعتباره فى نفسه من غير أن يقف اعتباره على وجود غيره.

وكل لبث وإقامة توجد فهو فعل تام فى نفسه، فكان اعتكافا فى نفسه فلا تقف صحته واعتباره على وجود أمثاله إلى آخر اليوم هذا هو الحقيقة إلا إذا جاء دليل التغيير فتجعل الأفعال المتعددة المتغايرة حقيقة متحدة حكما؛ كما فى الصوم ومن ادعى التغيير ههنا يحتاج إلى الدليل وقوله: الشروع فيه موجب مسلم، لكن بقدر ما اتصل به الأداء ولما خرج فما أوجب إلا ذلك القدر؛ فلا يلزمه أكثر من ذلك (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٥، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وأما اعتكاف التطوع إذا قطعه قبل تمام اليوم فلا شىء عليه فى رواية الأصل وفى رواية الحسن يقضى بناء على أن اعتكاف التطوع غير معتد فى رواية محمد عن أبى حنيفة وفى رواية الحسن عنه مقدر بيوم وقد ذكرنا الوجه للروايتين فيما تقدم (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٧، كتاب الاعتكاف، فصل بيان حكم الاعتكاف إذا فسد)

اور اعتکافِ تطوع سے مراد واجب سے نیچے کے درجے کا اعتکاف ہے، جو اپنے عمومی مفہوم کے ساتھ مسنون ونفل دونوں قسم کے اعتکاف کو شامل ہے، اسی حیثیت سے قبل الظہر وبعد الظہر کی سنتوں کو بھی تطوع کہہ دیا جاتا ہے۔

قلت أرأيت التطوع قبل الظهر كم هو قال أربع ركعات لا يفصل بينهن إلا بالتشهد قلت فكم التطوع بعدها قال ركعتان (الأصل المعروف بالمبسوط للشيبانى، ج١، ص١٥٦، باب مواقيت الصلاة)

اور ہمارے نزدیک حضرت حسن کی اس روایت کا محمل ومصداق مسنون اعتکاف ہے، جو اگرچہ ایک عشرہ پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن اس کو شروع کرنے کے بعد بوجہ روزہ شرط ہونے کے کم از کم ایک یوم یا ایک رات اور ایک یوم کا اعتکاف واجب ہو جایا کرتا ہے۔

ہے، جس کے شروع کرنے کے بعد فساد ممکن ہوتا ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام نفل اعتکاف کی کوئی تحدید وتوقیت نہیں، جتنے وقت کے لئے بھی کیا جائے، وہ ادا ہوجاتا ہے، اور شروع کرنے کے بعد واجب بھی نہیں ہوا کرتا، اور خلاف ورزی پر فاسد بھی نہیں ہوا کرتا؛ اور اسی وجہ سے اس کے لئے روزہ شرط نہیں، پس اس لئے الاصل کی ظاہرِ روایت کا مصداق یہی عام نفل اعتکاف ہونا چاہئے۔

اور مسنون اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ سے کم وقت کے لئے منعقد نہیں ہوتا۔

لہٰذا الاصل کی ظاہرِ روایت کا مسنون اعتکاف کو مصداق بنانا درست معلوم نہیں ہوتا۔

جبکہ مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، اور روزہ کم از کم ایک یوم سے وجود میں آتا ہے، اور رمضان کے آخری عشرہ کے مسنون اعتکاف کے لئے ہر ایک دن گویا کہ نماز کے ایک شفعہ یعنی دو رکعت کے قائم مقام ہے۔

لہٰذا مسنون اعتکاف کے شروع کرنے کے بعد ذمہ میں وجوب ہوجاتا ہے، اور خلاف ورزی پر فساد کا وجود پایا جاتا ہے، پس اس لئے حضرت حسن کی روایت کا مصداق یہی مسنون اعتکاف ہونا چاہئے۔ [1]

---

[1] (قوله على المذهب) راجع لقوله فقط وهو رواية الأصل ومقابله رواية الحسن أنه شرط للتطوع أيضا وهو مبنى على اختلاف الرواية فى أن التطوع مقدر بيوم أو لا ففى رواية الأصل غير مقدر، فلم يكن الصوم شرطا له وعلى رواية تقديره بيوم وهى رواية الحسن أيضا يكون الصوم شرطا له كما فى البدائع وغيرها.

قلت: ومقتضى ذلك أن الصوم شرط أيضا فى الاعتكاف المسنون لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر، ينبغى أن لا يصح عنه بل يكون نفلا فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية ويؤيده قول الكنز سن لبث فى مسجد بصوم ونية فإنه لا يمكن حمله على المنذور لتصريحه بالسنية ولا على التطوع لقوله بعده وأقله نفلا ساعة فتعين حمله على المسنون سنة مؤكدة، فيدل على اشتراط الصوم فيه، وقوله فى البحر لا يمكن حمله عليه لتصريحهم بأن الصوم إنما هو شرط فى المنذور فقط دون غيره فيه نظر لأنهم إنما صرحوا بكونه شرطا فى المنذور غير شرط فى التطوع، وسكتوا عن بيان حكم المسنون لظهور أنه لا يكون إلا بالصوم عادة ولهذا قسم فى متن الدرر الاعتكاف إلى الأقسام الثلاثة المنذور والمسنون والتطوع، ثم قال والصوم شرط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اُصولی قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسنون یا نفلی عبادت کو شروع کرنے کے بعد اگر اس کو فاسد اور قطع کر دیا جائے، تو اس کی قضاء واجب ہوا کرتی ہے۔

چنانچہ اگر کوئی نفل یا سنت نماز شروع کر کے اس کو درمیان میں فاسد وقطع کر دے، تو اس کی قضاء کا حکم ہوتا ہے۔

اور نماز کم از کم ایک شفعہ یعنی دو رکعتوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس سے کم نہیں، اس لئے نفل یا سنت نماز کی نیت باندھنے کے بعد کم از کم دو رکعتیں پڑھنا واجب ہو جایا کرتا ہے، اگر چہ اس نے دو سے زیادہ رکعتوں کی نیت باندھی ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لصحة الأول لا الثالث ولم يتعرض للثاني لما قلنا ولو كان مرادهم بالتطوع ما يشمل المسنون لكان عليه أن يقول شرط لصحة الأول فقط كما قال المصنف فعبارة صاحب الدرر أحسن من عبارة المصنف لما علمته هذا ما ظهر لي(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٤٤٢،باب الاعتكاف، كتاب الصوم)

[1] طرفین کے نزدیک نفل و مسنون نماز شروع کرنے کے بعد اتنی مقدار واجب ہوا کرتی ہے جس کے ساتھ شروع کرنے کا عمل متصل ہو۔

چنانچہ نفل اور مسنون نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، اس لئے اگر کسی نے دو یا زیادہ نفل یا مسنون نماز کی رکعتوں کی نیت باندھ کر نماز شروع کی، تو اس پر اُصولی اعتبار سے دو رکعتیں واجب ہوں گی، چنانچہ اگر اس نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، اور اگر اس نے اس نماز کو فاسد کر دیا، تو اس پر صرف دو رکعتیں ہی واجب ہوں گی، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں مختلف روایات منقول ہیں، ایک روایت کے مطابق جتنی رکعتوں کی نیت باندھی ہو، اتنی ہی لازم ہوں گی، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا طرفین کے قول کی طرف رجوع منسوب ہے، اور دلیل کے لحاظ سے طرفین کا قول راجح ہے، کیونکہ نمازِ تطوع کے وجوب کا سبب اس کا شروع کرنا ہے، اور شروع کرنے کا یہ سبب دو رکعتوں کے اتمام سے متصل ہوتا ہے؛ لہٰذا اس عمل کو بطلان سے بچانے کے لئے دو رکعتوں کا اتمام کافی ہے۔

اگر چہ بعض مشائخ نے امام ابو یوسف کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے۔

وأما بيان مقدار ما يلزم منه بالشروع فنقول لا يلزمه بالافتتاح أكثر من ركعتين، وإن نوى أكثر من ذلك في ظاهر الروايات عن أصحابنا إلا بعارض الاقتداء،وروى عن أبي يوسف ثلاث روايات روى بشر بن الوليد عنه أنه قال فيمن افتتح التطوع ينوي أربع ركعات ثم أفسدها :قضى أربعا ثم رجع وقال :يقضي ركعتين وروى بشر بن أبي الأزهر عنه أنه قال فيمن افتتح النافلة ينوي عددا: يلزمه بالافتتاح ذلك العدد وإن كان مائة ركعة وروى غسان عنه أنه قال :إن نوى أربع ركعات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ اُصول اور مسئلہ کے تناظر میں جب حنفیہ کے نزدیک مسنون اعتکاف کو شروع کرنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لزمه وإن نوى أكثر من ذلك لم يلزمه، ولا خلاف فى أنه يلزمه بالنذر ما تناوله وإن كثر، وجه رواية ابن أبى الأزهر عنه أن الشروع فى كونه سببا للزوم كالنذر ثم يلزمه بالنذر جميع ما تناوله وكذا بالشروع، وجه رواية غسان عنه أن ما وجب بإيجاب الله تعالى بناء على مباشرة سبب الوجوب من العبد دون ما وجب بإيجاب الله تعالى ابتداء وذا لا يزيد على الأربع فهذا أولى، وجه ظاهر الرواية أن الوجوب بسبب الشروع ما ثبت وضعا بل ضرورة صيانة المؤدى عن البطلان، ومعنى الصيانة يحصل بتمام الركعتين فلا تلزم الزيادة من غير ضرورة بخلاف النذر؛ لأنه سبب الوجوب بصيغته وضعا فيتقدر الوجوب بقدر ما تناوله السبب.

وأما قوله :إن الشروع سبب الوجوب كالنذر فنقول نعم لكنه سبب لوجوب ما وجد الشروع فيه، ولم يوجد الشروع فى الشفع الثانى فلا يجب، ولأنه ما وضع سببا للوجوب بل الوجوب لما ذكرنا من الضرورة ولا ضرورة فى حق الشفع الثانى، بخلاف النذر فإنه التزم صريحا فيلزمه بقدر ما التزم.

وكذا الجواب فى السنن الراتبة أنه لا يجب بالشروع فيها إلا ركعتين حتى لو قطعها قضى ركعتين فى ظاهر الرواية عن أصحابنا؛ لأنه نفل، وعلى رواية أبى يوسف قضى أربعا فى كل موضع يقضى فى التطوع أربعا ومن المتأخرين من مشايخنا اختار قول أبى يوسف فيما يؤدى من الأربع منها بتسليمة واحدة وهو الأربع قبل الظهر، وقال :لو قطعها يقضى أربعا (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ۱، ص ۲۹۱، ۲۹۲، كتاب الصلاة، فصل فى بيان مقدار ما يلزم منه بالشروع فى صلاة التطوع)

لا يلزمه بتحريمة النفل أكثر من الركعتين وإن نوى أكثر منهما وهو ظاهر الرواية عن أصحابنا إلا بعارض الاقتداء وصحح فى الخلاصة رجوع أبى يوسف إلى قولهما فهو باتفاقهم لأن الوجوب بسبب الشروع لم يثبت وضعا بل لصيانة المؤدى وهو حاصل بتمام الركعتين فلا تلزم الزيادة بلا ضرورة قيد بقوله نوى أربعا لأنه لو شرع فى النفل ولم ينو لا يلزمه إلا ركعتان اتفاقا وقيد بالشروع لأنه لو نذر صلاة ونوى أربعا لزمه أربع بلا خلاف كما فى الخلاصة لأن سبب الوجوب فيه هو النذر بصيغته وضعا وأطلق فى النفل فشمل السنة المؤكدة كسنة الظهر فلا يجب بالشروع فيها إلا ركعتان حتى لو قطعها قضى ركعتين فى ظاهر الرواية عن أصحابنا لأنها نفل وعلى قول أبى يوسف يقضى أربعا فى التطوع ففى السنة أولى (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۶۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

(قوله وعلى قول أبى يوسف إلخ) قال فى النهر قد علمت رجوعه فالخلاف ليس بناء على قوله بل اختيار لبعض المشايخ (منحة الخالق، على البحر الرائق، ج ۲، ص ۶۳، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

نقول :بأن الشروع إنما يلزم ما شرع فيه، وما لا ينفصل عنه، وأما ما ينفصل عما شرع فيه لا يلزمه، ألا ترى لو أنه نوى أربع ركعات، فسلم على رأس الركعتين لم يلزمه شىء آخر على ظاهر الرواية؟ لأن الشفع الأول ينفصل عن الشفع الثانى (المحيط البرهانى، ج ۲ ص ۱۴۳، كتاب الصلاة، الفصل الحادى والثلاثون فى صلاة المريض)

اور پورا کرنے سے پہلے فاسد کردینے کی صورت میں اس کی قضاء کے حکم کوملاحظہ کیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت نماز کی طرح مسنون اعتکاف بھی شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتا ہے۔ [1]

لیکن شروع کرنے کے بعد صرف اتنا حصہ ہی واجب ہوگا، جس کے ساتھ یہ شروع کا عمل متصل ہو، اور مسنون اعتکاف کے لئے کیونکہ روزہ شرط ہے، اور روزہ کا وقت دن میں ہوتا ہے نہ کہ رات میں، اس لئے اس اعتکاف کا معتبر حصہ وجود میں آنے کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ کم ازکم ایک دن پر مشتمل ہو، جیسا کہ نمازِ تطوع کا معتبر حصہ وجود میں آنے کے لئے ایک شفعہ یا دورکعتوں پر مشتمل ہونا ضروری ہے؛ اور اگر رات کا اعتکاف ہوتو اس کے ساتھ دن کا شامل ہونا بھی ضروری ہوگا، تا کہ روزہ کی شرط پوری ہوجائے۔

لہٰذا جب کوئی مسنون اعتکاف شروع کردے، تو اعتکاف کا جو حصہ اس کے شروع کرنے کے عمل سے متصل ہونے کی وجہ سے واجب ہوگیا ہے، اس کو فاسد ہونے سے بچانا ضروری

---

[1] فالاعتكاف فى الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن يقول :لله على أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول :إن شفى الله مريضى، أو إن قدم فلان فلله على أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك.

والثانى فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع فى التطوع ملزم عندنا كالنذر، والدليل على أنه فى الأصل سنة، مواظبة النبى -صلى الله عليه وسلم -(بدائع الصنائع، ج٢، ص١٠٨، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف)

ومقتضى النظر أنه لو شرع فى المسنون أعنى العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاؤه تخريجا على قول أبى يوسف فى الشروع فى نفل الصلاة ناويا أربعا لا على قولهما(فتح القدير لابن الهمام، ج٢، ص٣٩٣، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

قلت :لكن ذكر فى البدائع أن الشروع فيه ملزم بقدر ما اتصل به الأداء ، ولما خرج فما وجب إلا ذلك القدر فلا يلزمه أكثر منه اهـ فتأمل، نعم سنذكر فى الاعتكاف عن الفتح أن اعتكاف العشر فى رمضان ينبغى لزومه بالشروع(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص ٣١، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

إذا أوجب الاعتكاف فى وقت معين، ولم يعتكف قضى؛ لأن الاعتكاف قد لزمه فى ذلك الوقت، فلا يخرج عن العهدة إلا بالأداء فى الوقت أو بالقضاء خارج وقت كما فى الصوم (المحيط البرهانى، ج٢، ص٤٠٨، كتاب الصوم، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف)

ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر دن کا وقت ہو تو سورج غروب ہونے تک اس کو پورا کرے، اور اگر رات کا وقت ہو تو اگلے دن سورج غروب ہونے تک اس کو مکمل کرے، تاکہ روزہ کی شرط پوری ہونے سے اس کا اعتکاف فاسد ہونے سے بچ جائے۔

چنانچہ اگر کسی نے رمضان کی اکیسویں رات کو مسنون اعتکاف شروع کیا، تو اس پر کم از کم اس رات کا اور اس رات کے بعد آنے والے دن کا اعتکاف واجب ہو جائے گا۔

اور اس طرح ہر دن و رات کا وقت آنے کے ساتھ ساتھ اس پر کم از کم ایک دن کا اور زیادہ سے زیادہ ایک رات اور ایک دن کا اعتکاف واجب ہوتا چلا جائے گا۔

اس لئے اگر معتکف مسنون اعتکاف مکمل ہونے سے پہلے درمیان میں کسی بھی وقت اس کو فاسد کر دے، تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے دن کے وقت فاسد کیا، یا رات کے وقت؟

اگر دن کے وقت (یعنی طلوعِ فجر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کے درمیان کسی بھی وقت) فاسد کیا تو اس پر صرف ایک دن کی قضاء واجب ہوگی، کیونکہ اس پر اس دن کا اعتکاف واجب ہو گیا تھا، جس کو غروب تک پورا کرنا ضروری تھا؛ اور اگر رات کے وقت (یعنی سورج غروب ہونے سے لے کر طلوعِ فجر تک کے درمیان کسی بھی وقت) فاسد کیا، تو اس پر صرف اس رات کی اور اس کی وجہ سے اس کے دن کی قضاء واجب ہوگی، کیونکہ اس پر اس رات اور دن کا اعتکاف واجب ہو گیا تھا، جس کو غروب تک پورا کرنا ضروری تھا۔ [1]

---

[1] مسنون اعتکاف کو شروع کر کے فاسد کرنے کے بعد اس کی قضاء واجب ہو جایا کرتی ہے، اس لئے مسنون اعتکاف کی قضاء کا حکم واجب اعتکاف کی طرح ہو گیا، اور دن کے وقت فاسد ہونے کی صورت میں تو ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کا واجب ہونا ظاہر ہے، اور رات کے وقت میں فاسد ہو جانے کی صورت میں رات کے وقت کا اعتکاف فساد کی وجہ سے اور دن کا اعتکاف اس کے اقتضاء کی وجہ سے واجب ہوگا۔

(قوله وحرم إلخ) لأنه إبطال للعبادة وهو حرام -(ولا تبطلوا أعمالكم)بدائع (قوله أما النفل) أى الشامل للسنة المؤكدة ح .قلت :قدمنا ما يفيد اشتراط الصوم فيها بناء على أنها مقدرة بالعشر الأخير ومفاد التقدير أيضا اللزوم بالشروع تأمل ثم رأيت المحقق ابن الهمام قال :ومقتضى النظر لو شرع فى المسنون أعنى العشر الأواخر بنيته ثم أفسده أن يجب قضاؤه تخريجا على قول أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ کے نزدیک فاسد شدہ اعتکاف کی قضا کا حکم

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ طرفین (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک (اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا رجوع معتبر ماننے کی صورت میں ان کے بھی نزدیک) مسنون اعتکاف شروع کرنے کے بعد تکمیل سے پہلے جب بھی فاسد ہوجائے (خواہ ابتداء میں یا درمیان میں یا آخر میں) تو پورے دس دنوں کی یا باقی ماندہ دنوں کی قضا واجب نہیں ہوا کرتی، بلکہ صرف ایک دن کی (جبکہ دن کے کسی حصہ میں فاسد ہو) یا ایک رات اور ایک دن کی (جبکہ رات کے کسی حصہ میں فاسد ہو) واجب ہوا کرتی ہے، البتہ اگر کوئی بخوشی پورے دس دن کی یا باقیماندہ دنوں کی قضا کرے، تو اس میں بھی گناہ نہیں، بلکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی بعض روایات کے مطابق مناسب ہے۔فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان ۲۵/ رجب المرجب/۱۴۳۳ھ۔16 / جون/ 2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يوسف فی الشروع فی نفل الصلاة تناوبا أربعا لا على قولهما اهـ أى يلزمه قضاء العشر كله لو أفسد بعضه كما يلزمه قضاء أربع لو شرع فی نفل ثم أفسد الشفع الأول عند أبی يوسف، لكن صحح فی الخلاصة أنه لا يقضی لا ركعتين كقولهما نعم اختار فی شرح المنية قضاء الأربع اتفاقا فی الراتبة كالأربع قبل الظهر والجمعة وهو اختيار الفضلی وصححه فی النصاب وتقدم تمامه فی النوافل وظاهر الرواية خلافه وعلى كل. فيظهر من بحث ابن الهمام لزوم الاعتكاف المسنون بالشروع وإن لزوم قضاء جميعه أو باقيه مخرج على قول أبی يوسف أما على قول غيره فيقضی اليوم الذی أفسده لاستقلال كل يوم بنفسه وإنما قلنا أی باقيه بناء على أن الشروع ملزم كالنذر وهو لو نذر العشر يلزمه كله متتابعا، ولو أفسد بعضه قضى باقيه على ما مر فی نذر صوم شهر معين.والحاصل أن الوجه يقتضی لزوم كل يوم شرع فيه عند هما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقی لأن كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وإن كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه تأمل(ردالمحتار، ج۲، ص۴۴۵، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو قال لله على أن أعتكف ليلا ونهارا لزمه أن يعتكف ليلا ونهارا وإن لم يكن الليل محلا للصوم؛ لأن الليل يدخل فيه تبعا ولا يشترط للتبع ما يشترط للأصل(البحرالرائق، ج۲ص۳۲۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کی تحقیق

مسنون اور واجب اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کا حکم
اس سلسلہ میں اہلُ السنۃ والجماعۃ کے چاروں فقہاء کے اقوال
استثناء کرنے یا شرط لگانے کے بعد مسنون اعتکاف کی حیثیت

مؤلف
مفتی محمد رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حُکُمُ الشَّرُطِ وَالْاِسْتِثْنَاءِ فِی الْاِعْتِکَافِ

اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرنے کی تحقیق

سوال

بعض اہلِ علم حضرات سے یہ بات سُننے میں آئی ہے کہ اگر اعتکاف میں کوئی شرط لگالی جائے، یا کوئی استثناء کرلیا جائے مثلاً یہ کہ میں نمازِ جنازہ پڑھنے یا مریض کی عیادت وغیرہ کرنے یا فلاں کام کاج کے لئے مسجد سے اعتکاف کے دوران نکلا کروں گا تو اس کو اعتکاف کے دوران اس کام کے لئے نکلنا جائز ہوجاتا ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق درکار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

معتکف کو اعتکاف کے دوران جن کاموں کے لئے نکلنے کی شرعاً اجازت ہے، مثلاً قضائے حاجت وغیرہ، ان کے لئے تو بہرحال معتکف کو نکلنا جائز ہے، خواہ وہ ان چیزوں کے لئے نکلنے کی پہلے سے شرط لگائے یا نہ لگائے، اور نیت کرے یا نہ کرے، اور خواہ وہ اعتکاف واجب ہو، یا سنت یا نفل۔

مسنون اور واجب اعتکاف میں شرط لگانا اور استثناء کرنا

اور جو کام ایسے ہیں کہ معتکف کو ان کے لئے واجب یا مسنون اعتکاف کے دوران نکلنا جائز نہیں، تو ان کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ واجب (ومنذور) اعتکاف میں اگر کسی نے اعتکاف کی منت مانتے وقت زبان سے کسی جائز کام کے لئے نکلنے کی شرط لگالی یا استثناء کرلیا،

تو اس کی یہ شرط واستثناء نذر منعقد ہونے کے ساتھ ہی معتبر ہوجائے گا، اور اُس کو اِس شرط واستثناء کے مطابق اعتکاف سے نکلنا جائز ہوجائے گا۔

اور رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف شروع کرتے وقت ہی اگر کسی نے اپنے اعتکاف کے دوران کسی جائز کام کے لئے نکلنے کی نیت کرلی، تو بھی اس کی یہ نیت معتبر ہوجائے گی، لیکن اس کا یہ اعتکاف مسنون نہیں رہے گا، بلکہ نفل بن جائے گا۔

اور اگر واجب اعتکاف میں منت مانتے وقت زبان سے اس طرح کی شرط نہ لگائی ہو، خواہ دل میں نیت کی ہو، یا مسنون اعتکاف شروع کرتے وقت اس طرح کی نیت نہ ہو، بلکہ اعتکاف شروع کرنے کے بعد میں نیت کی ہو، تو اس کی اس نیت کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اُس کو اعتکاف کے دوران اِس کام کے لئے نکلنے سے اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ [1]

آگے اِس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى شُرُوْطِهِمْ

(مستدرک حاکم) [2]

---

[1] کیونکہ اعتکافِ مسنون حالتِ شروع کی اقترانِ نیت کے ساتھ وجود میں آچکا ہے۔

(بخلاف الصلاة والحج) ش :حيث يشترط اقتران النية بحال الشروع فيهما، ولا يجعل الأكثر كالكل م :(لأنهما أركان) ش :مختلفة كالركوع والسجود والوقوف والطواف م :(فيشترط قرانها) ش :أى قران النية م :(بالعقد) ش :أى بحال الشروع م :(على أدائهما) ش :لئلا تخلو بعض الأركان عن النية (البناية شرح الهداية، ج۴، ص ۱۱، كتاب الصوم، سبب فرضية شهر رمضان)

[2] رقم الحديث ۲۳۰۹، ج۲ ص۵۷، كتاب البيوع، سنن الدارقطنى، رقم الحديث ۲۸۹۰)

قال الحاكم: رواة هذا الحديث مدنيون ولم يخرجاه، وهذا أصل فى الكتاب وله شاهد من حديث عائشة وأنس بن مالك رضى الله عنهما .

وقال الالبانى: أما حديث أبى هريرة ,فيرويه كثير بن زيد عن الوليد بن رباح عن أبى هريرة مرفوعا بزيادة " :والصلح جائز بين المسلمين ."أخرجه أبو داود(۳۵۹۴)وابن الجارود (۶۳۷) و(۶۳۸)وابن حبان(۱۱۹۹)والدارقطنى(۳۰۰)والحاكم (۴۹/۲)والبيهقى (۹۷/۶)وابن عدى فى "الكامل "(ق ۱/۲۷۶) وقال " :كثير بن زيد الأسلمى لم أر بحديثه بأسا ,وأرجو أنه لا بأس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمین اپنی شرطوں کے مطابق ہوتے ہیں (حاکم، دارقطنی)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور بعض سندوں میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید بعض مرسل احادیث سے ہوتی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ به ."وقال الحاكم " :رواة هذا الحديث مدنيون ."فلم يصنع شيئا !ولهذا قال الذهبی " :قلت :لم يصححه ,وكثير ضعفه النسائی ,وقواه غيره ."قلت :فمثله حسن الحديث إن شاء الله تعالى ما لم يتبين خطئوه ,كيف وهو لم يتفرد به كما يأتی .وقال الحافظ فی " التقريب " :"صدوق يخطیء , "وصحح حدثه هذا عبد الحق فی "أحكامه "(ق ١/١٧٠) وزاد ابن الجارود بعد قوله " :شروطهم " :"ما وافق الحق منها ."وتأتی هذه الزيادة من حديث عائشة(ارواء الغليل فی تخريج احاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ١٣٠٣)

[1] حدثنا كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزنی، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :الصلح جائز بين المسلمين، إلا صلحا حرم حلالا، أو أحل حراما، والمسلمون على شروطهم، إلا شرطا حرم حلالا، أو أحل حراما(سنن الترمذی، رقم الحديث ١٣٥٢)

قال الترمذی:هذا حديث حسن صحيح.

عن رافع بن خديج، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :المسلمون عند شروطهم فيما أحل(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ٤٤٠٤)

[2] عن عطاء ، قال :بلغنا أن النبی صلى الله عليه وسلم ، قال :المؤمنون عند شروطهم(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الرواية ٢٢٤٥٤، باب من قال المسلمون عند شروطهم)

قال الالبانی:وهذا بلاغ مرسل صحيح، رجاله كلهم ثقات رجال مسلم، عبد الملک هو ابن أبی سليمان العرزمی أحد الأئمة، وعطاء هو ابن أبی رباح التابعی الجليل، من المكثرين عن ابن عباس وجابر وابن عمر وغيرهم من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم .فهو من أقوى المراسيل التی يستشهد بها كل العلماء محدثين وفقهاء ، كما هو مبسوط فی محله .وقال شيخ الإسلام ابن تيمية فی "إبطال التحليل "(ص٣٠) " : والمرسل صالح للاعتضاد باتفاق الفقهاء ."ولذلک علق الحديث الإمام البخاری فی "صحيحه "بصيغة الجزم، فقال (٤/٤٥١) "وقال النبی صلى الله عليه وسلم :المسلمون عند شروطهم ."وخرجه الحافظ فی "الفتح "عن بعض المذكورين، وكذلک جزم بنسبته إلى النبی صلى الله عليه وسلم ابن عبد البر فی " التمهيد (٧/١١٧)"وابن القيم أيضا فی "الإغاثة(٢/١٢ص٥٥) "وحسن إسناد أبی هريرة النووی فی "المجموع (٩/٣٧٦)"وقواه ابن دقيق العيد فی "الإلمام (٩٠٦ص٩٠٧) "وحسنه الشوكانی فی "نيل الأوطار(٥/٢١٦) "(السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٩١٥)

اس کے علاوہ بعض صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین کے آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

جس کی وجہ سے مذکورہ حدیث قابلِ استدلال ہے، جس میں مسلمانوں کے کسی جائز شرط کے لگانے کو معتبر قرار دیا گیا ہے، جس کے عام مفہوم میں اعتکاف میں شرط لگانا بھی داخل ہے۔

حضرت مقسم سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَلِيٌّ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُجَاوِرِ: لَهُ نِيَّتُهُ (مصنف عبدالرزاق) [2]

ترجمہ: حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ معتکف کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے (عبدالرزاق)

یعنی وہ شروع میں جس طرح کے اعتکاف کی نیت کرے، وہ نیت معتبر ہو جایا کرتی ہے، اور پھر اسے اپنی نیت کے مطابق اعتکاف کرنا جائز ہو جایا کرتا ہے۔

حضرت ابنِ جریج سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَرَأَيْتَ إِنْ نَذَرَ رَجُلٌ جِوَارًا فِيْ نَفْسِهِ، أَيَنْوِيْ فِيْ نَفْسِهِ حِيْنَ يَنْذُرُ أَنَّهُ لَا يَصُوْمُ، وَأَنَّهُ يَبِيْعُ، وَيَبْتَاعُ، وَيَأْتِي الْأَسْوَاقَ، وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ، وَيَتْبَعُ الْجِنَازَةَ، وَأَنَّهُ إِذَا كَانَ مَطَرٌ فَإِنَّهُ يَسْتَكِنُّ فِي الْبَيْتِ،

---

[1] عن ابن جريج قال :قال لی عطاء :يقال المسلمون على شروطهم فيما وافق الحق(مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ١٥٥٩٦)

عن خالد بن محمد ، عن شيخ من بنی كنانة ، قال :سمعت عمر يقول :المسلم عند شرطه(ايضاً ، رقم الرواية ٢٢٤٥٥)

عن جعفر ، عن أبيه ، عن علی ، قال :المسلمون عند شروطهم(ايضاً ،رقم الرواية ٢٢٤٦٣)

عن معمر قال :كتب عمر بن عبد العزيز :المسلمون على شروطهم فيما وافق الحق(مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ١٥٦٠٩)

عن عامر ، عن شريح ، قال :المسلمون عند شروطهم ما لم يعص الله(مصنف ابنِ ابی شيبة،رقم الرواية ٢٢٤٥٦)

عن شبيب بن غرقدة ، قال ، سمعت شريحا يقول :لكل مسلم شرطه(ايضاً ،رقم الرواية ٢٢٤٥٧)

[2] رقم الرواية ٨٠٤٤، كتاب الاعتكاف، باب :للمعتكف شرطه.

وَيَأْتِي الْخَلَاءَ فِيْ بَيْتِهٖ، وَأَنَّهٗ يُجَاوِرُ جِوَارًا مُتَقَطِّعًا؟ قَالَ: ذٰلِكَ عَلٰى نِيَّتِهٖ مَا كَانَتْ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عطاء سے عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے دل میں نذر مانے، کیا وہ اپنے دل میں نذر ماننے کے وقت یہ نیت کرسکتا ہے کہ وہ روزہ نہیں رکھے گا، اور خرید وفروخت کرے گا، اور بازار میں آئے گا، اور مریض کی عیادت کرے گا، اور جنازہ کے پیچھے جائے گا، اور جب بارش ہوگی تو وہ اپنے گھر میں رہے گا، اور اپنے گھر میں قضائے حاجت کے لئے آئے گا، اور وہ الگ الگ حصوں میں (یعنی درمیان میں وقفہ ڈال کر) اعتکاف کرے گا؟

تو حضرت عطاء نے فرمایا کہ وہ اپنی اس نیت کے مطابق عمل کرے گا جو اس نے کی ہو (عبدالرزاق)

اور حضرت ابنِ جریج سے ہی روایت ہے کہ حضرت عطاء نے فرمایا کہ:

إِنِ اشْتَرَطَ أَنْ يَّعْتَكِفَ النَّهَارَ، وَأَنْ يَّأْتِيَ الْبَيْتَ بِاللَّيْلِ، فَذٰلِكَ لَهٗ

(مصنف عبدالرزاق، رقم الرواية ۸۰۴۷، کتاب الاعتکاف، باب: للمعتکف شرطه)

ترجمہ: اگر یہ شرط لگالے کہ وہ دن میں اعتکاف کرے گا، اور رات میں گھر میں آئے گا، تو اس کے لئے یہ جائز ہے (عبدالرزاق)

اور حضرت ابنِ جریج ہی فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء نے فرمایا کہ:

لَا يَبِيْعُ الْمُعْتَكِفُ، وَلَا يَبْتَاعُ، وَلَا يَخْرُجُ إِلٰى سُلْطَانٍ فَيُخَاصِمُ إِلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَّنْوِيَ ذٰلِكَ (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: معتکف خرید وفروخت نہیں کرے گا، اور حاکم (وقاضی) کے پاس مقدمہ کے لئے نہیں جائے گا، مگر یہ کہ اس نے اس کی نیت کی ہو (عبدالرزاق)

---

[1] رقم الرواية ۸۰۴۵، کتاب الاعتکاف، باب: للمعتکف شرطه.

[2] رقم الحديث ۸۰۶۹، کتاب الاعتکاف، باب المعتکف وابتياعه وطلب الدنيا.

مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے ان چیزوں کے لئے نکلنے کی پہلے سے نیت کرلی ہو، تو اس کے لئے ان چیزوں کے لئے نکلنا جائز ہوگا، اور ان چیزوں کی وجہ سے اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

حضرت منصور سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يَشْتَرِطُ الْمُعْتَكِفُ الْجُمُعَةَ، وَالْجِنَازَةَ، وَالْمَرِيضَ، وَإِنْ نَهَزَتْهُ حَاجَةٌ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ معتکف جمعہ کی، اور جنازہ کی، اور مریض کی (عیادت کی) اور اگر اس کو کوئی حاجت پیش آ گئی، تو اس (کے لئے نکلنے) کی شرط لگا سکتا ہے (عبدالرزاق)

اور حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانُوا يُحِبُّونَ لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَّشْتَرِطَ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَهِيَ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ؛ عِيَادَةَ الْمَرِيضِ، وَأَنْ يَّتَّبِعَ الْجِنَازَةَ، وَيَشْهَدَ الْجُمُعَةَ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ صحابہ وتابعین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ معتکف ان چیزوں کی شرط لگالے، اور وہ اس کے لئے جائز ہیں، اگرچہ شرط نہ لگائے، مریض کی عیادت کرنا، اور جنازہ کے پیچھے جانا، اور جمعہ کے لئے حاضر ہونا (ابنِ ابی شیبہ)

مطلب یہ ہے کہ معتکف کو پہلے سے ان چیزوں کے لئے نکلنے کی شرط لگا لینا بہتر ہے، اور اگر شرط نہ لگائے، مگر نیت کرلے، تب بھی ان چیزوں کے لئے نکلنا جائز ہے۔

حضرت معمر سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الروایة ٨٠٤٦، کتاب الاعتکاف، باب :للمعتکف شرطه.

[2] رقم الحدیث ٩٧٢٨، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی المعتکف ، ما له إذا اعتکف مما یفعله ؟

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: لِلْمُعْتَكِفِ مَا اشْتَرَطَ عِنْدَ اعْتِكَافِهِ (مصنف عبدالرزاق)[1]

ترجمہ: حضرت قتادہ نے فرمایا کہ معتکف کے لئے اس پر عمل کرنا جائز ہے، جس کی اس نے اعتکاف (شروع کرنے) کے وقت شرط لگالی ہو (عبدالرزاق)

اور ابنِ ابی عروبہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ قَتَادَةَ ؛ أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا لِلْمُعْتَكِفِ أَنْ يَّشْتَرِطَ أَنْ يَتَعَشَّى فِيْ أَهْلِهِ وَيَتَسَحَّرَ (مصنف ابنِ ابی شيبة)[2]

ترجمہ: حضرت قتادہ معتکف کے لئے اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ وہ یہ شرط لگالے کہ وہ شام کا کھانا اور سحری اپنے گھر میں کھایا کرے گا (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت ہشام سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: إِنْ شَاءَ اِشْتَرَطَ أَنْ يَتَعَشَّى فِيْ أَهْلِهِ ، وَلَا يَدْخُلُ ظِلَّهُ ، وَلٰكِنْ يُؤْتٰى بِعَشَائِهِ فِيْ فِنَاءِ دَارِهِ (مصنف ابنِ ابی شيبة)[3]

ترجمہ: حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر معتکف چاہے تو یہ شرط لگالے کہ وہ اپنے گھر میں رات کا کھانا کھایا کرے گا، اور کمرے میں داخل نہیں ہوا کرے گا، بلکہ اس کا کھانا کمرے سے باہر صحن وغیرہ میں لے آیا جایا کرے گا (ابنِ ابی شیبہ)

مطلب یہ ہے کہ معتکف اگر کھانا گھر میں جا کر کھانے کی شرط لگالے، تو اس کو ایسا کرنا جائز ہے، وہ الگ بات ہے کہ اس سے مسنون اعتکاف کا ثواب نہ ملے۔

مذکورہ احادیث وروایات اور آثار کی روشنی میں بہت سے فقہائے کرام اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی اپنے اعتکاف میں کسی ایسے کام کے لئے نکلنے کی شرط لگالے کہ شرط لگائے بغیر اعتکاف کے دوران تو اس کام کے لئے نکلنا جائز نہیں تھا، یا اس کام کے لئے نکلنے کی وجہ سے

---

[1] رقم الرواية ۸۰۴۲، كتاب الاعتكاف، باب: للمعتكف شرطه.

[2] رقم الحديث ۹۷۴۳، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى المعتكف يأتى أهله بالنهار.

[3] رقم الحديث ۹۷۴۴، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى المعتكف يأتى أهله بالنهار.

اعتکاف فاسد ہوجاتا تھا، تو شرط لگانے کی وجہ سے اس کو اس کام کے لئے نکلنا جائز ہوجاتا ہے، اوراس کی وجہ سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

البتہ بعض فقہائے کرام اعتکاف میں اس طرح کی شرط کے قائل نہیں ہیں۔

مالکیہ کا قول

چنانچہ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَإِنْ شَرَطَ فِيْ اِعْتِكَافِهِ الْخُرُوْجَ لِشَيْءٍ مِنْهَا، جَازَ لَهُ أَنْ يَّخْرُجَ لَهُ عِنْدَ بَعْضِهِمْ، وَبِهِ قَالَ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَإِسْحَاقُ .وَذَهَبَ قَوْمٌ إِلٰى أَنَّهُ لَا يَكُوْنُ فِي الْاِعْتِكَافِ شَرْطٌ، وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ(شرح السنة للبغوی) [1]

ترجمہ: اگر اپنے اعتکاف میں ان میں سے کسی چیز (یعنی نمازِ جنازہ یا مریض کی عیادت وغیرہ) کے لئے نکلنے کی شرط لگالے، تو اس کو اس کام کے لئے نکلنا بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہوجاتا ہے، حضرت سفیان ثوری، ابنِ مبارک، امام شافعی، امام اسحاق کا یہی قول ہے؛ اور بعض حضرات اس طرف گئے ہیں کہ اعتکاف میں شرط نہیں ہوا کرتی، یہ امام مالک کا قول ہے (شرح السنہ)

معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تو اعتکاف میں شرط لگانا جائز نہیں، اور دوسرے فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

حنفیہ کا قول

حنفیہ کے نزدیک بھی اعتکاف میں اس طرح کی شرط لگانا جائز ہے۔

چنانچہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ:

---

[1] ج٦ص٤٠٠، کتاب الصیام، باب خروج المعتکف لحاجة الإنسان.

وَفِی الْحُجَّةِ: وَلَوْ شَرَطَ وَقْتَ النَّذْرِ وَالْاِلْتِزَامِ أَنْ يَّخْرُجَ اِلٰی عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَحُضُوْرِ مَجْلِسَ الْعِلْمِ يَجُوْزُ ذٰلِکَ

(الفتاویٰ التتارخانية، ج۲ ص ۴۱۲، کتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)

ترجمہ: اور حجہ میں ہے کہ اگر نذر اور التزام (اعتکاف) کے وقت یہ شرط لگا لے کہ وہ مریض کی عیادت، اور نمازِ جنازہ کے لئے نکلا کرے گا، اور علمی مجلس میں حاضر ہوا کرے گا، تو یہ جائز ہے (تتارخانیہ)

اور درِمختار میں بھی اسی طرح سے ہے۔ [1]

اور ردُّ المحتار میں ہے کہ:

(قَوْلُهُ لَوْ شَرَطَ)فِيهِ إِيْمَاءٌ إِلٰی عَدَمِ الْاِكْتِفَاءِ بِالنِّيَّةِ ......وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَا يَغْلِبُ وُقُوْعُهُ يَصِيْرُ مُسْتَثْنًى حُكْمًا وَإِنْ لَّمْ يَشْتَرِطْهُ وَمَا لَا فَلَا إِلَّا إِذَا شَرَطَهُ(رد المحتار علی الدر المختار) [2]

ترجمہ: ان کا یہ کہنا کہ اگر شرط لگا لے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیت کرنا کافی نہیں (اور چند سطور کے بعد ہے کہ) اور خلاصہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا وقوع غالب ہے (جیسے قضائے حاجت وغیرہ) وہ تو حکماً شرط لگائے بغیر مستثنیٰ ہوتے ہیں (یعنی اُن کے لئے شرط لگائے بغیر بھی نکلنا جائز ہوتا ہے) اور جن کا وقوع غالب نہیں ہے (جیسے نمازِ جنازہ، عیادتِ مریض وغیرہ) وہ مستثنیٰ نہیں ہوتے، مگر یہ کہ جب ان کی شرط لگالی جائے (ردُّ المحتار)

مطلب یہ ہے کہ جب اعتکاف کی نذر و منت مانی جارہی ہو، تو اس وقت زبان سے شرط لگانا معتبر ہوتا ہے۔

---

[1] وفی التتارخانية عن الحجة لو شرط وقت النذر أن يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلک (الدر المختار مع رد المحتار ، ج۲ ،ص۴۴۸،باب الاعتکاف)

[2] ج۲ ،ص۴۴۸، کتاب الصوم،باب الاعتکاف.

اوراس کی وجہ یہ ہے کہ نذر ومنت کا تعلق زبان سے ہے، زبان سے جس طرح کے الفاظ ادا کیے جائیں، اسی طرح کا اعتکاف کرنا ذمہ میں واجب ہوا کرتا ہے، لہٰذا جس طرح نذر ومنت کا تعلق زبان سے ہے، اسی طرح اس میں کسی شرط اور استثناء کا تعلق بھی زبان سے ہوگا۔

شافعیہ کا قول

امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا نَذَرَ اِعْتِكَافًا مُتَتَابِعًا وَشَرَطَ الْخُرُوْجَ مِنْهُ إِنْ عَرَضَ عَارِضٌ مِثْلُ مَرَضٍ خَفِيْفٍ أَوْ عِيَادَةِ مَرِيْضٍ أَوْ شُهُوْدِ جَنَازَةٍ أَوْ زِيَارَةٍ أَوْ صَلَاةِ جُمُعَةٍ أَوْ شَرَطَ الْخُرُوْجَ لِاِشْتِغَالٍ بِعِلْمٍ أَوْ لِغَرَضٍ آخَرَ مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ صَحَّ شَرْطُهُ عَلَى الْمَذْهَبِ نَصَّ عَلَيْهِ فِي الْمُخْتَصَرِ وَقَطَعَ بِهِ الْأَصْحَابُ فِيْ جَمِيْعِ الطُّرُقِ وَمِنْهُمُ الْمُصَنِّفُ فِي التَّنْبِيْهِ إِلَّا صَاحِبَ التَّقْرِيْبِ وَالْحَنَّاطِيَّ فَحَكَيَا قَوْلًا آخَرَ شَاذًّا أَنَّهُ لَا يَصِحُّ شَرْطُهُ لِأَنَّهُ مُخَالِفٌ لِمُقْتَضَاهُ فَبَطَلَ كَمَا لَوْ شَرَطَ الْخُرُوْجَ لِلْجِمَاعِ فَإِنَّهُ يَبْطُلُ بِالْاِتِّفَاقِ وَتَابَعَهُمَا عَلٰى حِكَايَةِ هٰذَا الْقَوْلِ الشَّاذِّ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَغَيْرُهُ مِنَ الْمُتَأَخِّرِيْنَ وَهُوَ غَرِيْبٌ ضَعِيْفٌ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَدَلِيْلُ الْمَذْهَبِ أَنَّهُ إِذَا شَرَطَ الْخُرُوْجَ لِعَارِضٍ فَكَأَنَّهُ شَرَطَ الْإِعْتِكَافَ فِيْ زَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ وَهٰذَا جَائِزٌ بِالْاِتِّفَاقِ قَالَ أَصْحَابُنَا فَإِذَا قُلْنَا بِالْمَذْهَبِ نُظِرَ إِنْ عَيَّنَ نَوْعًا فَقَالَ لَا أَخْرُجُ إِلَّا لِعِيَادَةِ الْمَرْضٰى أَوْ لِعِيَادَةِ زَيْدٍ أَوْ تَشْيِيْعِ الْجَنَائِزِ أَوْ جِنَازَةِ زَيْدٍ خَرَجَ لِمَا عَيَّنَهُ لَا لِغَيْرِهٖ وَإِنْ كَانَ غَيْرُهُ أَهَمَّ مِنْهُ لِأَنَّهُ يَسْتَبِيْحُ الْخُرُوْجَ بِالشَّرْطِ فَاخْتُصَّ بِالْمَشْرُوْطِ وَإِنْ أَطْلَقَ وَقَالَ لَا أَخْرُجُ إِلَّا لِشُغْلٍ أَوْ عَارِضٍ جَازَ الْخُرُوْجُ لِكُلِّ عَارِضٍ وَجَازَ الْخُرُوْجُ لِكُلِّ

شُغْلٍ دِينِيٍّ أَوْ دُنْيَوِيٍّ فَالْأَوَّلُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْعِيَادَةِ وَزِيَارَةِ الصَّالِحِيْنَ وَالْمَوَاضِعِ الْفَاضِلَةِ وَالْقُبُوْرِ وَزِيَارَةِ الْقَادِمِ مِنْ سَفَرٍ وَنَحْوِهَا (وَالثَّانِيْ) كَلِقَاءِ السُّلْطَانِ وَمُطَالَبَةِ الْغَرِيْمِ وَلَا يَبْطُلُ التَّتَابُعُ بِشَيْئٍ مِّنْ هٰذَا كُلِّهِ قَالُوْا وَيُشْتَرَطُ فِي الشُّغْلِ الدُّنْيَوِيِّ كَوْنُهُ مُبَاحًا هٰذَا هُوَ الْمَذْهَبُ وَفِيْهِ وَجْهٌ ضَعِيْفٌ حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ فِي الْحَاوِيْ وَالرَّافِعِيُّ وَغَيْرُهُمْ أَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ فَعَلٰى هٰذَا لَوْ شَرَطَ الْخُرُوْجَ لِقَتْلٍ أَوْ شُرْبِ خَمْرٍ أَوْ سَرِقَةٍ وَنَحْوِهَا فَخَرَجَ لَهُ لَمْ يَبْطُلْ اِعْتِكَافُهُ وَلَهُ الْبِنَاءُ بَعْدَ رُجُوْعِهِ لِأَنَّ نَذْرَهُ بِحَسَبِ الشَّرْطِ قَالُوْا وَلَيْسَتِ النِّظَارَةُ وَالنَّزَاهَةُ مِنَ الشُّغْلِ فَلَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ لَهُمَا قَالَ أَصْحَابُنَا وَإِذَا قَضَى الشُّغْلَ الَّذِيْ شَرَطَهُ وَخَرَجَ لَهُ لَزِمَهُ الْعَوْدُ وَالْبِنَاءُ عَلٰى اِعْتِكَافِهِ فَإِنْ أَخَّرَ الْعَوْدَ بَعْدَ قَضَاءِ الشُّغْلِ بِلَا عُذْرٍ بَطَلَ تَتَابُعُهُ وَلَزِمَهُ اِسْتِئْنَافُ الْاِعْتِكَافِ كَمَا سَبَقَ فِيْمَنْ أَقَامَ بَعْدَ قَضَاءِ حَاجَتِهِ وَنَحْوِهَا قَالَ أَصْحَابُنَا وَلَوْ نَذَرَ اِعْتِكَافًا مُتَتَابِعًا وَقَالَ فِيْ نَذْرِهٖ إِنْ عَرَضَ مَانِعٌ قَطَعْتُ الْاِعْتِكَافَ فَحُكْمُهُ حُكْمُ مَنْ شَرَطَ الْخُرُوْجَ كَمَا سَبَقَ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا شَرَطَ الْخُرُوْجَ يَلْزَمُهُ بَعْدَ قَضَاءِ الشُّغْلِ الرُّجُوْعُ وَالْبِنَاءُ عَلٰى اِعْتِكَافِهِ حَتّٰى تَنْقَضِيَ مُدَّتُهُ وَفِيْمَا إِذَا شَرَطَ الْقَطْعَ لَا يَلْزَمُهُ الْعَوْدُ بَلْ إِذَا عَرَضَ الشُّغْلُ الَّذِيْ شَرَطَهُ انْقَضٰى نَذْرُهُ وَبَرِئَتْ ذِمَّتُهُ مِنْهُ وَجَازَ الْخُرُوْجُ وَلَا رُجُوْعَ عَلَيْهِ وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ أَنْ أَعْتَكِفَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ أَمْرَضَ أَوْ أُسَافِرَ فَمَرِضَ أَوْ سَافَرَ فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِ وَلَا قَضَاءَ (المجموع شرح المهذب) [1]

---

[1] ص۵۳۷ تا ۵۳۹، کتاب الاعتکاف، الناشر: دار الفکر، بیروت۔

ترجمہ: جب لگاتار (مثلاً کئی دِنوں کے) اعتکاف کی نذر مانی، اور کسی عارض کے پیش آنے پر نکلنے کی شرط لگالی، مثلاً ہلکے پھلکے مرض کی، یا مریض کی عیادت کی، یا جنازے میں حاضری کی، یا (کسی بزرگ یا عالم وغیرہ کی) زیارت کرنے کی، یا جمعہ کی نماز کی، یا علم میں مشغول ہونے کے لئے نکلنے کی شرط لگالی، یا دنیا وآخرت کی اغراض میں سے کسی غرض کے لئے نکلنے کی شرط لگالی، تو مذہب کے مطابق اس کی شرط صحیح ہے، مختصر میں اس کی تصریح موجود ہے، اور اصحاب نے تمام روایات میں اس پر یقین ظاہر کیا ہے، جن میں مصنف بھی داخل ہیں، جنہوں نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے، مگر صاحبِ تقریب اور حناطی نے ایک شاذ قول بیان کیا ہے کہ یہ شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ شرط اعتکاف کے مقتضیٰ کے خلاف ہے؛ لٰہذا یہ شرط باطل ہے، جیسا کہ کوئی جماع کے لئے نکلنے کی شرط لگالے، تو یہ (شرط) بالاتفاق باطل ہے، اور اس شاذ قول کی اتباع متأخرین میں سے امامُ الحرمین وغیرہ نے کی ہے؛ حالانکہ یہ غریب اور ضعیف قول ہے، اور یہ امام مالک اور اوزاعی کا مذہب ہے۔

اور اصل مذہب کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی عارض کی وجہ سے نکلنے کی شرط لگالے، تو گویا کہ یہ ایک زمانہ میں اعتکاف کرنے کی شرط ہے، اور دوسرے زمانہ میں اعتکاف کرنے کی شرط نہیں ہے، اور یہ (یعنی ایک زمانہ میں اعتکاف کرنے اور دوسرے زمانہ میں نہ کرنے کی شرط) بالاتفاق جائز ہے (اور اس شرط کو جماع کرنے کی شرط پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے)

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جب ہم مذہب کے مطابق قول اختیار کریں، تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے نوعیت کو بھی متعین کردیا، چنانچہ اس نے یہ کہا کہ میں مریض کی عیادت کے لئے یا زید کی عیادت کے لئے، یا جنازہ کے پیچھے چلنے کے لئے، یا زید کے جنازے کے لئے ہی نکلوں گا، تو اس کو اسی متعین کام کے لئے نکلنا

جائز ہوگا، اس کے علاوہ (کسی اور کام) کے لئے نکلنا جائز نہیں ہوگا، اگرچہ اس کے علاوہ دوسرا کام اس سے اہم ہی کیوں نہ ہو؛ کیونکہ نکلنا شرط کی وجہ سے مباح (وجائز) ہوتا ہے، اس لئے وہ مشروط کے ساتھ ہی مختص ہوگا۔

اور اگر کسی نے عام شرط لگائی (کسی نوعیت وشخصیت کی تعیین نہیں کی) اور یہ کہا کہ میں مشغولی یا عارض ہی کی صورت میں نکلا کروں گا، تو اُسے ہر عارض کی صورت میں نکلنا جائز ہوگا، اور ہر دینی ودنیوی شغل کے لئے نکلنا جائز ہوگا۔ پس پہلا یعنی دینی شغل تو یہ ہے، مثلاً جمعہ یا جماعت کی نماز میں حاضری، اور مریض کی عیادت، اور نیک لوگوں اور متبرک مقامات اور قبروں کی زیارت اور سفر سے آنے والے کی زیارت وغیرہ۔ اور دوسرا یعنی دنیاوی شغل یہ ہے، مثلاً بادشاہ سے ملاقات، قرض داروں سے مطالبہ وغیرہ۔ اور ان میں سے کسی چیز کی وجہ سے بھی اس کے اعتکاف کا تسلسل باطل نہیں ہوگا، اصحاب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیاوی شغل کی صورت میں اس کام کا مباح (یعنی گناہ نہ) ہونا بھی شرط ہے، یہی مذہب ہے، اور اس میں ایک ضعیف قول بھی ہے، جس کو ماوردی نے حاوی میں نقل کیا ہے، اور رافعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ مباح ہونے کی شرط نہیں ہے۔ پس اس ضعیف قول کی رو سے اگر کسی کو قتل کرنے یا شراب پینے یا چوری وغیرہ کی شرط لگالے، پھر وہ اس کام کے لئے نکلے، تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا، اور اس کو اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اعتکاف جاری رکھنا جائز ہوگا، کیونکہ اس کی نذر شرط کے مطابق ہوا کرتی ہے (مگر یہ قول اس لئے ضعیف ہے کہ اعتکاف عبادت کا کام ہے، جس میں گناہ کے کام کی شرط اللہ کی نافرمانی میں داخل ہے، جو کہ جائز نہیں) ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جب اس مشغولی سے فارغ ہوجائے، جس کی اس نے شرط لگائی تھی، اور اس کے لئے نکلا تھا، تو فوراً اس کو لوٹ آنا اور اپنے اعتکاف کو آگے

جاری رکھنا ضروری ہوجائے گا، اگر اس نے بلا عذر اس مشغولی سے فارغ ہونے کے بعد لوٹنے میں تاخیر کی، تو اس کے اعتکاف کا تسلسل باطل ہوجائے گا، اور اس کو از سرِ نو اعتکاف کرنا لازم ہوگا، جیسا کہ پہلے اس شخص کے بارے میں گزرا، جو کہ قضائے حاجت وغیرہ کے بعد ٹھہر جائے۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اگر کسی نے مسلسل اعتکاف کی نذر مانی، اور اپنی نذر میں یہ کہا کہ اگر مجھے کوئی مانع پیش آ گیا، تو میں اعتکاف کو ختم کردوں گا، تو اس کا حکم نکلنے کی شرط کے حکم کی طرح ہے، جیسا کہ گزرا۔ مگر اتنا فرق ہے کہ جب نکلنے کی شرط لگائے، تو اس شغل کو پورا کرنے کے بعد لوٹ کر آنا اور اعتکاف کو جاری رکھنا لازم ہوگا، یہاں تک کہ اس کی مدت پوری ہوجائے، اور ختم کرنے کی شرط لگانے کی صورت میں اس کو لوٹ کر آنا لازم نہیں ہوگا، بلکہ جب اس کو وہ شغل پیش آجائے، جس کی اس نے شرط لگائی تھی، تو اس کی نذر پوری ہوجائے گی، اور وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوجائے گا، اور نکلنا جائز ہوجائے گا، اور لوٹنا ضروری نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ کہا کہ میرے اوپر رمضان کا اعتکاف لازم ہے، مگر یہ کہ میں بیمار ہوجاؤں، یا مسافر ہوجاؤں، پھر وہ (رمضان کی آمد پر) بیمار ہوگیا، یا مسافر ہوگیا، تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی قضاء ہے (شرح المھذب)

اس سے معلوم ہوا کہ شوافع کے نزدیک راجح یہ ہے کہ اگر اعتکاف میں کوئی آخرت (مثلاً مریض کی عیادت) یا دنیا (مثلاً قرض داروں سے مطالبہ اور وصولی) کی کسی غرض کے لئے نکلنے کی شرط لگالے، تو اس کی وہ شرط معتبر ہے۔

پھر اگر اس نے کسی کام کی نوعیت وشخصیت کو مخصوص ومتعین کر کے شرط لگائی، تو صرف اسی کے لئے نکلنا جائز ہوگا، اور اگر کسی کام کی نوعیت وشخصیت کو مخصوص ومتعین نہیں کیا، بلکہ عام شرط لگائی، تو اس کو اس کے مطابق نکلنا جائز ہوگا۔

اور دنیاوی غرض کی صورت میں راجح یہ ہے کہ اس کام کا مباح ہونا اور گناہ نہ ہونا بھی شرط ہے، لہٰذا اگر کسی گناہ کے کام کے لئے نکلنے کی شرط لگائی، مثلاً چوری کے لئے نکلنے کی، تو راجح یہ ہے کہ اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور اگر اس طرح کی شرط لگائی کہ اگر مجھے کوئی مانع یا عذر پیش آ گیا، تو اپنا اعتکاف ختم کر دوں گا، تو یہ شرط لگانا بھی معتبر ہے، اور اس کو اس مانع یا عذر کے پیش آنے کی صورت میں اعتکاف ختم کر دینا جائز ہے، اور اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ نذر مانی کہ میرے اوپر مثلاً فلاں مہینے کا اعتکاف واجب ہے، بشرطیکہ میں بیمار یا مسافر نہ ہوں، پھر وہ اس مہینے کی آمد پر بیمار یا مسافر ہو گیا، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، اور نہ ہی کوئی قضا ہوگی۔

شوافع کی یہ تفصیل انتہائی جامع اور شرعی قواعد کے مطابق ہے۔

حنابلہ کا قول

علامہ ابنِ قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا اشْتَرَطَ فِعْلَ ذٰلِکَ فِیْ اِعْتِکَافِہٖ، فَلَہٗ فِعْلُہٗ، وَاجِبًا کَانَ الْاِعْتِکَافُ أَوْ غَیْرَ وَاجِبٍ، وَکَذٰلِکَ مَا کَانَ قُرْبَۃً، کَزِیَارَۃِ أَھْلِہٖ، أَوْ رَجُلٍ صَالِحٍ أَوْ عَالِمٍ، أَوْ شُھُوْدِ جَنَازَۃٍ، وَکَذٰلِکَ مَا کَانَ مُبَاحًا مِمَّا یَحْتَاجُ إِلَیْہِ، کَالْعَشَاءِ فِیْ مَنْزِلِہٖ، وَالْمَبِیْتِ فِیْہِ، فَلَہٗ فِعْلُہٗ.

قَالَ الْأَثْرَمُ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰہِ یُسْأَلُ عَنِ الْمُعْتَکِفِ یَشْتَرِطُ أَنْ یَّأْکُلَ فِیْ أَھْلِہٖ؟ قَالَ: إِذَا اشْتَرَطَ فَنَعَمْ. قِیْلَ لَہٗ: وَتُجِیْزُ الشَّرْطَ فِی الْاِعْتِکَافِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ لَہٗ: فَیَبِیْتُ فِیْ أَھْلِہٖ؟ فَقَالَ: إِذَا کَانَ تَطَوُّعًا، جَازَ، وَمِمَّنْ أَجَازَ أَنْ یَّشْتَرِطَ الْعَشَاءَ فِیْ أَھْلِہِ الْحَسَنُ، وَالْعَلَاءُ بْنُ زِیَادٍ، وَالنَّخَعِیُّ، وَقَتَادَۃُ، وَمَنَعَ مِنْہُ أَبُوْ مِجْلَزٍ، وَمَالِکٌ، وَالْأَوْزَاعِیُّ. قَالَ مَالِکٌ: لَا یَکُوْنُ فِی الْاِعْتِکَافِ شَرْطٌ.

وَلَنَا، أَنَّهُ يَجِبُ بِعَقْدِهِ، فَكَانَ الشَّرْطُ إِلَيْهِ فِيهِ كَالْوُقُوفِ، وَلِأَنَّ الِاعْتِكَافَ لَا يَخْتَصُّ بِقَدْرٍ، فَإِذَا شَرَطَ الْخُرُوجَ فَكَأَنَّهُ نَذَرَ الْقَدْرَ الَّذِي أَقَامَهُ، وَإِنْ قَالَ: مَتٰى مَرِضْتَ أَوْ عَرَضَ لِي عَارِضٌ، خَرَجْتَ: جَازَ شَرْطُهُ.

فَصْلٌ: وَإِنْ شَرَطَ الْوَطْءَ فِي اعْتِكَافِهِ، أَوِ الْفُرْجَةَ، أَوِ النُّزْهَةَ، أَوِ الْبَيْعَ لِلتِّجَارَةِ، أَوِ التَّكَسُّبَ بِالصِّنَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ، لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ، فَاشْتِرَاطُ ذٰلِكَ اشْتِرَاطٌ لِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالصِّنَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ مَنْهِيٌّ عَنْهَا فِي غَيْرِ الِاعْتِكَافِ، فَفِي الِاعْتِكَافِ أَوْلٰى، وَسَائِرُ مَا ذَكَرْنَاهُ يُشْبِهُ ذٰلِكَ، وَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِ، فَإِنِ احْتَاجَ إِلَيْهِ، فَلَا يَعْتَكِفُ؛ لِأَنَّ تَرْكَ الِاعْتِكَافِ أَوْلٰى مِنْ فِعْلِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ، قَالَ أَبُو طَالِبٍ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنِ الْمُعْتَكِفِ يَعْمَلُ عَمَلَهُ مِنَ الْخَيَّاطِ وَغَيْرِهِ؟ قَالَ: لَا يُعْجِبُنِي أَنْ يَعْمَلَ، قُلْتُ: إِنْ كَانَ يَحْتَاجُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ يَحْتَاجُ لَا يَعْتَكِفُ (المغنی لابنِ قدامة الحنبلی، ج۳ص ۱۹۵، ۱۹۶، کتاب الاعتکاف)

ترجمہ: جب معتکف اپنے اعتکاف میں اس (یعنی عیادتِ مریض وغیرہ کے لئے نکلنے) کی شرط لگالے، تو اس کو اس کام کا کرنا جائز ہے، اعتکاف واجب ہو، یا واجب نہ ہو؛ اور یہی حکم اس کام کی شرط لگانے کا ہے، جو کہ عبادت کا ہو، جیسا کہ اپنے گھر والوں کی زیارت کرنا، یا نیک یا عالم شخص کی زیارت کرنا، یا جنازے میں حاضر ہونا، اور یہی حکم اس کام کا بھی ہے جو کہ مباح ہو، اور اس کو اس کی ضرورت ہو، جیسا کہ گھر میں رات کا کھانا کھانا، اور گھر میں رات گزارنا، تو اس کو اس کام کا کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔

اصرم نے فرمایا کہ میں نے ابوعبداللہ سے سنا، جن سے معتکف کے اس شرط کے

لگانے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ اپنے گھر میں کھانا کھائے گا، تو آپ نے فرمایا کہ جب شرط لگالے، تو ٹھیک ہے؛ اُن سے کہا گیا کہ آپ اعتکاف میں شرط کو جائز قرار دیتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے آپ سے عرض کیا کہ کیا معتکف (شرط لگائے بغیر) اپنے گھر میں رات گزار سکتا ہے؟ تو فرمایا کہ جب اعتکاف نفلی ہو، تو جائز ہے؛ اور جن لوگوں نے اپنے گھر میں رات کا کھانا کھانے کی شرط لگانے کی اجازت دی ہے، ان میں حضرت حسن اور علاء بن زیاد اور ابراہیم نخعی اور قتادہ داخل ہیں، جبکہ ابومجلز اور امام مالک اور اوزاعی نے منع فرمایا، امام مالک نے فرمایا کہ اعتکاف میں شرط نہیں ہوتی۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اعتکاف اس کے عقد سے واجب ہوا کرتا ہے، تو اعتکاف میں اس کا شرط لگانا شرعی حکم کی طرح ہوگیا؛ اور ایک دلیل یہ ہے کہ اعتکاف کی کوئی مقدار خاص نہیں، پس جب اس نے نکلنے کی شرط لگالی، تو گویا کہ اس نے اتنی ہی مقدار کے اعتکاف کی نذر مانی، جتنا اس نے قیام (اور وقوف واعتکاف) کیا؛ اور اگر کسی نے یہ کہا کہ جب میں بیمار ہوجاؤں، یا مجھے کوئی عارضہ پیش آجائے، تو میں نکل جاؤں گا، تو اس کی یہ شرط بھی جائز ہے۔

فصل: اور اگر اپنے اعتکاف میں وطی کرنے کی یا راحت یا تفریح حاصل کرنے کی یا بیع وتجارت کرنے کی یا مسجد میں کسی پیشے کو اختیار کرکے کمائی کرنے کی شرط لگائی۔ تو جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مساجد میں اعتکاف کی حالت میں مباشرت (وطی وغیرہ) نہ کرو، تو وطی کی شرط لگانا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی شرط لگانا ہوا؛ اور مسجد میں پیشہ اختیار کرنا اعتکاف کے علاوہ بھی منع ہے، تو اعتکاف میں بدرجۂ اولیٰ منع ہوگا، اور وہ تمام چیزیں جو ہم نے ذکر کیں (یعنی تفریح، یا تجارت وغیرہ) وہ بھی اسی کے مشابہ ہیں، اور ان کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

پھر اگر کسی معتکف کو ان کی ضرورت ہے تو وہ اعتکاف نہ کرے، کیونکہ اعتکاف نہ کرنا بہتر ہے ممنوع کام کرنے سے، ابو طالب نے فرمایا کہ میں نے امام احمد سے معتکف کے بارے میں سوال کیا، جو سینے وغیرہ کا پیشہ اختیار کرے، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ عمل کرنا پسند نہیں، میں نے کہا کہ اگر اس کو اس کی ضرورت ہو، تو آپ نے فرمایا کہ اگر اُسے ضرورت ہو، تو وہ اعتکاف نہ کرے (مغنی)

اس سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک جو کام عبادت میں داخل ہو (جیسا کہ مریض کی عیادت کرنا، نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا، کسی علمی مجلس میں حاضر ہونا، درس وتدریس کرنا یا گھر والوں کی زیارت کرنا وغیرہ) یا وہ کام عبادت میں تو داخل نہ ہو لیکن مباح ہو، اور معتکف کو اس کی ضرورت ہو (جیسا کہ گھر میں رات کا کھانا کھانا، گھر میں رات گزارنا وغیرہ) اس طرح کے کاموں کی شرط لگانا معتبر اور جائز ہے۔

اور جو کام اعتکاف یا مسجد میں جائز نہ ہو اور گناہ ہو (جیسا کہ وطی کرنا، مسجد میں خرید وفروخت اور پیشہ اختیار کرنا) یا وہ کام گناہ تو نہ ہو، لیکن معتکف کی ضرورت میں داخل نہ ہو (جیسا کہ سیر وتفریح کرنا) تو اس طرح کے کاموں کی شرط لگانا جائز نہیں۔

اور حنابلہ کی یہ تفصیل حنفیہ کے قواعد کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

اور حضرت یحییٰ فرماتے ہیں کہ:

وَ قَالَ مَالِكٌ: وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَداً مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُ فِي الْاِعْتِكَافِ شَرْطاً، وَإِنَّمَا الْاِعْتِكَافُ عَمَلٌ مِنَ الْأَعْمَالِ، مِثْلُ الصَّلَاةِ، وَالصِّيَامِ، وَالْحَجِّ، وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأَعْمَالِ، مَا كَانَ مِنْ ذٰلِكَ فَرِيْضَةً، أَوْ نَافِلَةً، فَمَنْ دَخَلَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ، فَإِنَّمَا يَعْمَلُ بِمَا مَضٰى مِنَ السُّنَّةِ، وَلَيْسَ لَهٗ أَنْ يُّحْدِثَ فِيْ ذٰلِكَ غَيْرَ مَا مَضٰى عَلَيْهِ

---

[1] چنانچہ المغنی کی مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:
وقواعدنا تصاعده فافهم (احكام القرآن، ج ۱ ص ۲۷۳، جواز الاشتراط فی الاعتکاف)

الْـمُسْـلِمُوْنَ، لاَ مِنْ شَرْطٍ يَشْتَرِطُهُ، وَلَا يَبْتَدِعُهُ، وَقَدِ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَرَفَ الْمُسْلِمُوْنَ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ (مؤطا امام مالک، رقم الرواية ۱۱۱۸، كتاب الاعتكاف، ذكر الاعتكاف)

ترجمہ: اور امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اہلِ علم میں سے کسی سے اعتکاف کے بارے میں شرط کا ذکر نہیں سُنا، اور اعتکاف تو دوسرے اعمال مثلاً نماز اور روزے اور حج اور ان کی طرح کے دوسرے اعمال کی طرح کا ایک عمل ہے، جن میں سے بعض اعمال فرض ہیں، اور بعض نفل ہیں، پس جو اِن میں سے کوئی بھی عمل کرے گا، تو وہ اس عمل کو سنت کے مطابق ہی کرے گا، اور اس کے لئے اس میں مسلمانوں کے طریقے کے علاوہ کوئی چیز پیدا کرنا جائز نہیں ہوگا، نہ تو کوئی شرط لگانا جائز ہوگا، اور نہ اس میں کوئی اپنی طرف سے ایجاد کرنا جائز ہوگا، اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف فرمایا، اور مسلمانوں نے سنت اعتکاف کو سمجھا (کہ وہ اس طرح ہوتا ہے) (موطأ)

فقہائے کرام کے اقوال کا خلاصہ

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اعتکاف میں کسی کام کے لئے نکلنے کی شرط لگانا یا استثناء کرنا جائز ہے، اور استثناء بھی درحقیقت شرط ہی کی طرح ہے، کیونکہ شرط کی صورت میں بھی اس چیز کا استثناء ہوجاتا ہے۔ [1]

البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف میں کسی کام کے لئے نکلنے کی شرط لگانا یا استثناء کرنا معتبر نہیں۔

اور دلائل کے لحاظ سے جمہور فقہائے کرام کا قول راجح ہے، جس کے دلائل پیچھے گزر چکے ہیں۔

---

[1] الشرط يشبه الاستثناء (احكام القرآن للجصاص، ج۳، ص۳۵۸، ومن سورة النور، باب شهادة القاذف)

جہاں تک امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول کا تعلق ہے کہ اعتکاف کے بارے میں انہوں نے کسی اہلِ علم سے شرط کا نہیں سُنا، تو ہم پیچھے مسلمانوں کی شرط معتبر ہونے کی حدیث اور کئی جلیل القدر تابعین اور بعض صحابۂ کرام کے آثار اعتکاف میں شرط واستثناء اور نیت کے معتبر ہونے کے متعلق ذکر کر چکے ہیں۔

اور جہاں تک امام مالک رحمہ اللہ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ اعتکاف درحقیقت نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی طرح کا ایک عمل ہے، اور جس طرح دوسرے اعمال شریعت سے ثابت شدہ طریقے پر کرنے کا حکم ہے، اسی طرح اعتکاف کا بھی حکم ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون اعتکاف کا طریقہ سب کو معلوم ہے، جس میں اس طرح کی شرط اور استثناء کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

تو اس سلسلہ میں عرض کیا جاسکتا ہے کہ اعتکاف کو من کلِّ الوجوہ نماز، روزے اور حج پر قیاس کرنا درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ نماز، روزہ اور حج شروع سے لے کر آخر تک ایک عمل ہے، جبکہ اعتکاف کے لئے شریعت کی طرف سے کسی خاص مدت کی تعیین نہیں کی گئی، اس لئے اعتکاف اتنے وقت کا عمل ہے، جتنے وقت کے لئے اس کا التزام کیا جائے؛ پس نذر ومنت ماننے والا جتنے وقت کے لئے اعتکاف کرنے کی نذر ومنت مانے، صرف اتنے وقت کی ہی نذر ومنت لازم ہوگی، اور جس وقت کے اعتکاف کو نذر کے اندر اپنے اوپر لازم نہ کرے، اس وقت کا اعتکاف اس پر لازم نہیں ہوگا۔

لہٰذا جس کام کے لئے اس نے نذر ومنت میں استثناء کیا اور شرط لگائی، اس وقت کا اعتکاف اس پر لازم نہیں ہوا، اور اس شرط واستثناء کے علاوہ کا التزام اس کے ذمہ باقی رہا، پس یہ ایسا ہی ہوگیا جیسا کہ کسی نے ابتداء سے ہی اپنے ذمہ نذر ومنت کے ذریعہ سے اتنے اور اتنے وقت کا اعتکاف لازم کیا ہو، جتنا کہ استثناء یا شرط لگانے کی صورت میں یہاں لازم ہو رہا ہے۔

اور نفل اعتکاف تو ایک لمحہ کے لئے بھی ہوجاتا ہے، لہٰذا وہ شروع کرنے کے بعد فاسد نہیں

ہوا کرتا، بلکہ جس کام کے لئے اور جس وقت بھی مسجد سے نکل جائے، وہ مکمل ہوجایا کرتا ہے، اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ اگر وہ اعتکاف واجب یعنی منذور نہ ہو، بلکہ سنت ہو، تو سنت اعتکاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی شرط واستثناء کا ذکر نہیں ملتا، تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ شبہ اس وقت وارد ہوتا ہے جبکہ اس طرح کے اعتکاف پر مسنون اعتکاف کا حکم لگایا جائے، اور اگر اس پر مسنون اعتکاف کا حکم نہ لگایا جائے، بلکہ اس کو نفل اعتکاف کا درجہ دیا جائے، تو پھر یہ شبہ وارد نہیں ہوتا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ نفل اعتکاف میں مسنون اعتکاف کی پابندیاں لازم نہیں ہوا کرتیں، جس کی تفصیل ہم اپنے مقام پر نفل اعتکاف کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔

استثناء کرنے یا شرط لگانے کے بعد مسنون اعتکاف کی حیثیت

پس کسی اعتکاف کے مسنون اعتکاف والی پابندیوں سے خالی ہونے کی صورت میں یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا اعتکاف نفل بھی واقع نہ ہو، بلکہ راجح یہ ہے کہ اس کا اعتکاف نفل واقع ہوگا، بشرطیکہ اعتکاف شروع کرنے سے پہلے یا شروع کرتے وقت اس طرح کی شرط لگالی یا استثناء کرلیا ہو۔

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَهَلْ اِذَاشَرَطَ مِثْلَ ذٰلِکَ فِی الْاِعْتِکَافِ الْمَسْنُوْنِ تَتَأَدّٰی بِهٖ سُنَّةَ الْاِعْتِکَافِ لَمْ اَرَهٗ صَرِیْحًا وَالظَّاهِرُ لَاوَیَصِیْرُاِعْتِکَافُهٗ نَفْلًا،لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کَانَ لَایَخْرُجُ اِلَّالِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ وَلَایَشْتَرِطُ الْخُرُوْجَ لِغَیْرِهَافَهٰذَاهُوَالسُّنَّةُ واللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ (احکام القرآن، ج ا ص ۲۷۳، جوازہ الاشتراط فی الاعتکاف)

ترجمہ: اور کیا جب اس طرح کی شرط مسنون اعتکاف میں لگالے، تو اس سے

سنت اعتکاف ادا ہوگا، یا نہیں؟ میں نے اس کی تصریح نہیں دیکھی، اور ظاہر یہ ہے کہ سنت اعتکاف ادا نہیں ہوگا، اور اس کا اعتکاف نفل ہو جائے گا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجتِ انسانی ہی کے لئے نکلا کرتے تھے، اور حاجتِ انسانی کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے نکلنے کی شرط نہیں لگایا کرتے تھے، پس سنت یہی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (احکام القرآن)

اور واجب اعتکاف کیونکہ زبان سے منت ماننے کی صورت میں لازم ہوا کرتا ہے، اور نذر ومنت کا تعلق زبان سے ہوا کرتا ہے، اس لئے نذر ومنت والے اعتکاف میں اس طرح کی شرط واستثناء کا اعتبار اسی وقت کیا جائے گا، جبکہ وہ نذر ومنت مانتے وقت زبان سے یہ شرط لگا دے، یا استثناء کرلے، اور صرف نیت کرنا کافی نہیں ہوگا۔

لیکن سنت ونفل اعتکاف کا تعلق زبان سے نہیں ہے، البتہ نفل اعتکاف کی کوئی مدت اور پابندیاں مقرر نہیں، اور نفل اعتکاف میں نکل جانے سے فاسد ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ [1]

اور اس کے برخلاف مسنون اعتکاف کی مدت اور اس کی پابندیاں وشرائط شریعت کی طرف سے مقرر وطے شدہ ہیں، اس لئے اگر کوئی شخص نذر ومنت کے بغیر رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف (سنت کے بجائے) نفل نیت سے کر رہا ہو یا کسی اور وقت میں اعتکاف کر رہا ہو، تو اس کے کسی کام کے لئے نکلنے کی نیت کے معتبر ہونے میں تو شبہ نہیں ہونا چاہیئے؛ اور اگر کوئی رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف، مسنون اعتکاف کی نیت سے کر رہا ہو تو بھی شروع میں اس طرح کی نیت کے ساتھ اعتکاف کرنے سے وہ اعتکاف ابتداءً ہی سنت کے بجائے نفل

---

[1] وأما فی النفل فلا بأس بأن یخرج بعذر وبغیر عذر (مجمع الانهر، ج ۱، ص۲۵۷، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، الصوم شرط فی الاعتکاف الواجب)

فأما فی اعتکاف التطوع فلا بأس بأن یعود المریض ویشهد الجنازة علی جواب ظاهر الروایة(تحفة الفقهاء، ج ۱، ص ۳۷۴، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

وأما فی النفل فلا یفسده الخروج، ولو بلا عذر کذا فی شرح المجمع لابن الملک یعنی فینتهی بالخروج(حاشیة الشرنبلالی، علی درر الحکام، ج ۱، ص ۲۱۴، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

اعتکاف واقع ہوگا۔ [1]

لہٰذا معتکف کی اپنی اس نیت پر عمل کرنے سے نہ تو وہ اعتکاف فاسد ہوگا، اور نہ ہی اس کی قضاء کا حکم ہوگا۔ [2]

مگر یہ شرط ہے کہ اس نے یہ نیت مسنون اعتکاف شروع کرنے سے پہلے یا شروع کرتے وقت کی ہو، اور اگر اعتکاف شروع کرتے وقت یہ نیت نہیں کی، اور سنت کی نیت سے اعتکاف

---

[1] چنانچہ احسن الفتاوی میں ہے کہ:

اعتکاف کی نذر میں نمازِ جنازہ، عیادتِ مریض اور مجلسِ علم میں حاضری کے لئے خروج کا استثناء صحیح ہے اور نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو صرف دل کی نیت کافی نہیں مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہو جائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو اس میں نکلنا مفسِد ہے (احسن الفتاویٰ ج۴ص۵۰۹، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

اور فتاویٰ محمودیہ میں اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں ہے کہ:

اس طرح اعتکاف مسنون ادا نہیں ہوگا، اور باہر نکلنے سے اعتکاف باقی نہیں رہے گا (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۱۰، ص۲۲۴، باب الاعتکاف)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ:

اس کے علاوہ اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی یہ شرط کر لی تھی کہ اعتکاف کے دوران کسی مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ میں شرکت یا کسی علمی و دینی مجلس میں شامل ہونے کے لئے جانا چاہوں گا تو چلا جاؤں گا تو اس صورت میں ان اغراض کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اور اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، لیکن اس طرح اعتکاف نفلی ہو جائے گا، مسنون نہ رہے گا (احکامِ اعتکاف ص۴۳، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا کوئی استثناء ثابت نہیں ہے، اس لئے اعتکافِ مسنون میں صحتِ استثناء کے لئے دلیل مستقل چاہئے جو مفقود ہے۔ لہٰذا اعتکاف کو علی الوجہ المسنون ادا کرنے کے لئے استثناء کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔ ظاہر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکافِ مسنون شروع کرتے وقت یہ نیت کر لے تو پھر اس کا اعتکاف مسنون نہ رہے گا، بلکہ نفلی بن جائے گا، اور جتنی دیر مسجد سے باہر رہے گا اتنی دیر اعتکاف شمار نہیں ہوگا، لیکن چونکہ شروع ہی میں نیت مسنون کے بجائے نفلی اعتکاف کی ہوگئی تھی، اس لئے نکلنے سے قضا بھی واجب نہیں ہوگی (احکامِ اعتکاف ص۶۷)

[2] اور جو حکم شرط لگانے اور استثناء کرنے کا ہے، وہی حکم روزہ کی نیت کے بغیر اعتکاف کرنے کا ہے، کہ اگر کسی معتکف نے رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف اس نیت سے شروع کیا کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے یا عذر کی صورت میں ایک یا سب روزے نہیں رکھے گا، تو اس کا یہ اعتکاف نفلی واقع ہوگا۔ محمد رضوان۔

شروع کر دیا، اور پھر کوئی اس طرح کی نیت کرے یا کرنا چاہے، تو اس کا اعتبار واختیار نہیں ہوگا، کیونکہ اس کا اعتکاف ابتداءً سنت واقع ہو چکا ہے، اور سنت ہونے کی حیثیت سے اس کی پابندیاں اس پر لازم وعائد ہو چکی ہیں، جن کو نیت سے ختم کرنا معتبر ومؤثر نہیں، اور اسی وجہ سے مسنون اعتکاف شروع کرنے بعد اس طرح کی نیت کر لینے سے وہ اعتکاف، نہ تو مسنون اعتکاف کی حقیقت سے خارج ہوگا، اور نہ ہی اس کو اس نیت پر عمل کرنا جائز ہوگا، اور اس پر عمل کر لینے کی صورت میں اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، جس کی اصولی اعتبار سے قضا کا بھی حکم ہوگا۔

اور جن روایات اور آثار میں اعتکاف میں نمازِ جنازہ اور عیادتِ مریض وغیرہ کے لئے نکلنے کے جائز ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] جیسا کہ درجِ ذیل روایات میں:

ثنا شريک ,عن أبی إسحاق ,عن الحارث ,أو عاصم ,عن علی ,قال :المعتكف يعود المريض ويشهد الجنازة ويأتی الجمعة ويأتی أهله ولا يجالسهم(سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۲۳۵۹)

حدثنا أبو الأحوص ، عن أبی إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة ، عن علی ، قال :إذا اعتكف الرجل فليشهد الجمعة ، وليعد المريض ، وليحضر الجنازة ، وليأت أهله ، وليأمرهم بالحاجة وهو قائمٌ(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۹۷۲۴، باب ما قالوا فی المعتكف ، ما له إذا اعتكف مما يفعله ؟)

عن سفيان ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويحضر الجنازة ، قال مرة : ويجيب الإمام(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۳)

عن الشيبانی ، عن سعيد بن جبير ، قال :يشهد الجمعة ، ويعود المريض ، ويشهد الجنازة ، ويخرج إلی الحاجة ، ويجيب الإمام ، وذلک أن عمرو بن حريث أرسل إليه وهو معتكف فلم يأته ، فأرسل إليه فأتاه(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۷)

حدثنا ابن فضيل ، عن مطرف ، عن الشعبی ، قال :يخرج إلی الغائط ، ويعود المريض ، ويأتی الجمعة ، ويقوم علی الباب(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۲۹)

حدثنا يزيد بن هارون ، عن هشام ، عن الحسن ، قال :يأتی الجمعة(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۰)

عن يزيد ، عن الحسن ، قال :يأتی الغائط ، ويتبع الجنازة ، ويعود المريض(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۲)

عن يحيی ، عن أبی سلمة ، قال :المعتكف يعود المريض ، ويشهد الجمعة ، ويقوم مع الرجل فی الطريق يسائله(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۱)

ان کا محمل ومصداق یا تو وہ منذور اور واجب اعتکاف ہے، جس میں نذر ومنت کے الفاظ ادا کرتے وقت زبان سے اس طرح کی شرط لگالی گئی ہو، اور یا پھر نفلی اعتکاف ہے، خواہ وہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہو، جواس طرح کی نیت کر لینے سے نفلی بنا ہو، یا کسی اور وقت کا نفلی اعتکاف ہو۔

اور جن روایات وآ ثار میں نمازِ جنازہ اور عیادتِ مریض وغیرہ کے لئے نکلنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ [1]

ان کا محمل ومصداق وہ منذور اور واجب اعتکاف ہے، جس میں نذر ومنت کے الفاظ ادا کرتے وقت زبان سے اس طرح کی شرط نہ لگائی گئی ہو، یا وہ مسنون اعتکاف ہے، جس کے شروع میں اس طرح کی نیت نہ کی گئی ہو، اور وہ ابتداءً مسنون اعتکاف واقع ہوا ہو۔

اس تفصیل سے بحمداللہ تعالیٰ دونوں قسم کی روایات اور آ ثار میں تطبیق ہو جاتی ہے، اور حقیقت میں کوئی تعارض وٹکراؤ نہیں رہتا۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ

محمد رضوان ۲۲/ رجب المرجب/۱۴۳۳ھ۔13 / جون/ 2012ء بروز بدھ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[1] جیسا کہ درجِ ذیل روایات میں:

عن الزهرى ، عن سعيد بن المسيب (ح) وعن سفيان ، عن ابن جريج ، عن عطاء قالا :المعتكف لا يشهد جنازة ، ولا يعود مريضا(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۳۶، باب ما قالوا فى المعتكف ، ما له إذا اعتكف مما يفعله ؟)

عن معمر ، عن الزهرى ، قال :لا يتبع جنازة ، ولا يعود مريضا ، ولا يجيب دعوة(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۷)

عن ابن أبى نجيح ، عن مجاهد ، قال :المعتكف لا يتبع جنازة ، ولا يعود مريضا(ايضاً، رقم الحديث۹۷۳۸)

عن هشام ، عن أبيه ، قال :لا يجيب دعوة ، ولا يعود مريضا ، ولا يحضر جنازة(ايضاً، رقم الحديث ۹۷۳۹)

عن حجاج ، عن عطاء ؛ فى المعتكف يشترط أن يعتكف بالنهار ويأتى أهله بالليل ، قال :ليس هذا باعتكاف(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۹۷۴۲، باب ما قالوا فى المعتكف يأتى أهله بالنهار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معتکف کو جمعہ کے دن یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کا حکم

غسلِ مسنون وتبرید کے لیے مسجد سے خروج کا حکم
اس سلسلہ میں امام مالک اور حنفیہ کا قول
ضرورت کے لیے نکلنے کے وقت غسلِ تبرید کا حکم
جمہور فقہائے کرام کے قول کی تقویت

مؤلف
مفتی محمد رضوان

غُسلُ الْمُعْتَكِفِ لِلْجُمُعَةِ اَوْ لِلتَّبْرِيْدِ

معتکف کو جمعہ کے دن یا ٹھنڈک کی غرض سے غسل کا حکم

سوال

مسنون اعتکاف کے دوران اگر جمعہ کا دن آ جائے، تو جمعہ کے دن کا سنت غسل کرنے کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز ہے یا کہ نہیں؟

اسی طرح بعض علاقوں میں موسمِ گرما میں شدید گرمی کے وقت بعض معتکفین کو شدید تکلیف و بے چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کو دور کرنے کے لئے غسل کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی صورت میں کیا معتکف کو مسنون اعتکاف کے دوران مسجد میں غسل کرنا یا غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے کہ نہیں؟

امید ہے کہ تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

معتکف کو اعتکاف کے دوران احتلام ہو جانے کی وجہ سے غسل واجب ہو جائے، تو فقہائے کرام کے نزدیک غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے، کیونکہ مسجد میں جنابت کی حالت میں ٹھہرنا منع ہے، اور معتکف پر یہ غسل واجب ہے، لہٰذا معتکف کا واجب غسل کے لئے مسجد سے باہر جانا ایسی ضرورت میں داخل ہے، جس کا شریعت اعتبار کرتی ہے۔

غسلِ مسنون وتبرید کے لیے مسجد سے خروج کا حکم

جہاں تک جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کا معاملہ ہے، تو اکثر فقہائے کرام کے نزدیک اس طرح کے غسل کے لئے معتکف کو مسنون اور واجب اعتکاف

کے دوران مسجد سے نکلنا جائز نہیں، اور نفل اعتکاف کے دوران نکلنا جائز ہے۔

تاہم اگر کوئی واجب و منذور اعتکاف کی نذر ماننے کے وقت زبان سے غسلِ مسنون یا غسلِ ٹھنڈک کے لئے نکلنے کا استثناء کرلے، اور شرط لگالے، تو اس کو منذور (یعنی واجب) اعتکاف کے دوران نکلنا جائز ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی مسنون اعتکاف شروع کرنے کے وقت غسلِ مسنون یا غسلِ ٹھنڈک کے لئے نکلنے کی نیت کرلے، تو پھر اس غرض سے نکلنا جائز ہے، مگر اس صورت میں اس کا اعتکاف نفل واقع ہوگا، جیسا کہ اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کر لینے کے مسئلہ کی تحقیق میں ذکر کیا گیا۔

اس سلسلہ میں امام مالک کا قول

البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جس طرح احتلام ہو جانے کے بعد واجب غسل کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اسی طرح جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے بھی مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اور ان کے نزدیک اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

اور یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلے، اور اگر مسجد میں رہتے ہوئے اس طرح غسل کرے کہ مسجد کی بھی تلویث و بے احترامی لازم نہ آئے، تو پھر امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے فقہائے کرام کے نزدیک بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے کہ:

ذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ إِلٰى أَنَّ لِلْمُعْتَكِفِ الْخُرُوْجَ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدِ وَلِحَرٍّ أَصَابَهُ فَلَا يَفْسُدُ الْإِعْتِكَافُ خِلَافًا لِلْجُمْهُوْرِ، وَصَرَّحَ الشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ بِأَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَالْعِيْدِ، لِأَنَّهُ نَفْلٌ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ وَلَيْسَ مِنْ بَابِ الضَّرُوْرَةِ، فَإِنِ اشْتُرِطَ

ذٰلِکَ جَازَ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص ۲۲۱، مادة "اعتكاف" الخروج لغسل الجمعة و العيد)

ترجمہ: مالکیہ کے نزدیک معتکف کو جمعہ اور عید کے غسل کے لئے اور گرمی لگ گئی ہو، تو اس کے غسل کے لئے نکلنا جائز ہے، جس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، جمہور فقہاء اس کے خلاف ہیں، شافعیہ اور حنابلہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جمعہ اور عید کے غسل کے لئے نکلنا جائز نہیں، کیونکہ وہ غسل نفل و مستحب ہے، واجب نہیں، اور ضرورت کے درجے کی چیز نہیں، لیکن اگر اس کی شرط لگالے، تو جائز ہے (موسوعۃ الفقہیۃ)

شافعیہ اور حنابلہ کی کتب میں تو صراحتاً غسلِ واجب یا غسلِ جنابت کے لئے خروج کی اجازت اور غسلِ جمعہ وغیرہ کے لئے عدمِ اجازت کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

حنفیہ کا قول

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے احتلام ہوجانے کی صورت میں تو غسل کرنے کے لئے واجب و مسنون اعتکاف کے دوران مسجد سے نکلنے کے جائز ہونے اور اس کو معتکف کے لئے مسجد سے نکلنے کی حاجتِ ضروریہ میں ذکر فرمایا ہے، لیکن اس کے علاوہ جمعہ کے دن یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنے کو حاجتِ ضروریہ میں

---

[1] (والطهارة عن حدث) كغسل جنابة ووضوء لحدث نص عليه؛ لأن الجنب يحرم عليه اللبث في المسجد، والمحدث لا تصح صلاته بدون وضوء (ولا) يخرج لطهارة غير واجبة كغسل الجمعة و (التجديد وله تقديمها) أي :الطهارة الواجبة (ليصلي بها أول الوقت) ؛ لأنه لا بد من الوضوء للحدث، وإنما يتقدم عن وقت الحاجة إليه لمصلحة وهي كونه على وضوء ، وربما يحتاج إلى صلاة النافلة، (و) له أن (يتوضأ في المسجد) ويغتسل فيه (بلا ضرر) أي :إذا لم يؤذ بهما (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج۲ ص ۳۵٦، كتاب الصيام، باب الاعتكاف واحكام المسجد)
وله الخروج له -أي للغسل الواجب من حدث أو خبث، وإن أمكنه فيه، لأنه أصون لمروءته، ولحرمة المسجد (إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للدمياطي، ج۲، ص ۲۹۵، باب الصوم)

شامل کر کے جواز کا ذکر نہیں فرمایا۔ [1]

اس کے علاوہ فقہائے احناف نے معتکف کو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانے کے جائز ہونے پر بھی کلام فرمایا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جمعہ کی نماز فرض ہے، جس کے لئے معتکف کو نکلنا جائز ہے، اور یہ تفصیل بھی بیان فرمائی ہے کہ جمعہ کی نماز کھڑی ہونے سے کتنی دیر پہلے معتکف جمعہ کی نماز کے لئے مسجد سے نکلے، اور پھر کتنی دیر بعد وہاں سے واپس لوٹے، اور جمعہ کی سنتوں کے لئے جامع مسجد میں ٹھہرنے کی بھی اجازت بیان فرمائی ہے، لیکن اس پوری بحث میں جمعہ کے دن کے غسل کا ذکر نہیں فرمایا۔ [2]

---

[1] ولو احتلم لا يفسد اعتكافه، فإن أمكنه أن يغتسل فى المسجد من غير تلويث فعل، وإلا خرج فاغتسل ثم يعود(فتح القدير، ج٢،ص ٣٩٦، كتاب الصوم،باب الاعتكاف)

ولو احتلم المعتكف؛ لا يفسد اعتكافه؛ لأنه لا صنع له فيه فلم يكن جماعا ولا فى معنى الجماع، ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به وإلا فيخرج فيغتسل ويعود إلى المسجد (بدائع الصنائع، ج٢، ص١١٦ ، كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

وكذا لو احتلم كذا فى فتح القدير ثم إن أمكنه الاغتسال فى المسجد من غير أن يتلوث المسجد فلا بأس به، وإلا فيخرج ويغتسل ويعود إلى المسجد، ولو توضأ فى المسجد فى إناء فهو على هذا التفصيل هكذا فى البدائع وفتاوى قاضى خان (الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص٢١٣، كتاب الصوم، الباب السابع، مسائل فى الاعتكاف)

إلا لحاجة الإنسان) طبيعية كبول وغائط وغسل لو احتلم (الدر المختار مع ردالمحتار، ج٢ص ٤٤٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(قوله ويخرج لحاجة الإنسان كالبول والغائط) والاغتسال للجنابة إذا احتلم كما فى النهر(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج ١، ص٢١٣، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو احتلم فى المسجد وأمكنه الخروج من ساعته يخرج ويغتسل(البناية شرح الهداية، ج ١،ص ٣٣٢، كتاب الطهارات،فصل فى الغسل)

ومن احتلم وهو فى المسجد يخرج من ساعته فإن كان فى جوف الليل وخاف الخروج يستحب له أن يتيمم(فتاوى قاضى خان، ج ١،ص ٤٥، كتاب الطهارة،فصل فى النجاسة)

[2] إقامة الجمعة فرض؛ لقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله)والأمر بالسعى إلى الجمعة أمر بالخروج من المعتكف.

ولو كان الخروج إلى الجمعة مبطلا للاعتكاف؛ لما أمر به؛ لأنه يكون أمرا بإبطال الاعتكاف وإنه حرام؛ ولأن الجمعة لما كانت فرضا حقا لله تعالى عليه والاعتكاف قربة ليست هى عليه فمتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جو اس بات کا قرینہ ہے کہ فقہائے احناف کے نزدیک جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أوجبه على نفسه بالنذر؛ لم يصح نذره في إبطال ما هو حق لله تعالى عليه؛ بل كان نذره عدما في إبطال هذا الحق ولأن الاعتكاف دون الجمعة فلا يؤذن بترك الجمعة لأجله وقد خرج الجواب عن قوله :إن الاعتكاف لبث والخروج يبطله لما ذكرنا أن الخروج إلى الجمعة لا يبطله لما بينا.

وأما وقت الخروج إلى الجمعة ومقدار ما يكون في المسجد الجامع فذكر الكرخي وقال :ينبغي أن يخرج إلى الجمعة عند الأذان فيكون في المسجد مقدار ما يصلي قبلها أربعا وبعدها أربعا أو ستا وروى الحسن بن زياد عن أبي حنيفة :مقدار ما يصلي قبلها أربعا وبعدها أربعا.

وهو على الاختلاف في سنة الجمعة بعدها أنها أربع في قول أبي حنيفة وعندهما :ستة على ما ذكرنا في كتاب الصلاة وقال محمد :إذا كان منزله بعيدا يخرج حين يرى أنه يبلغ المسجد عند النداء وهذا أمر يختلف بقرب المسجد وبعده فيخرج في أي وقت يرى أنه يدرك الصلاة والخطبة ويصلي قبل الخطبة أربع ركعات؛ لأن إباحة الخروج إلى الجمعة إباحة لها بتوابعها، وسننها من توابعها بمنزلة الأذكار المسنونة فيها ولا ينبغي أن يقيم في المسجد الجامع بعد صلاة الجمعة إلا مقدار ما يصلي بعدها أربعا أو ستا على الاختلاف ولو أقام يوما وليلة لا ينتقض اعتكافه، لكن يكره له ذلك أما عدم الانتقاض فلأن الجامع لما صلح لابتداء الاعتكاف؛ فلأن يصلح للبقاء أولى؛ لأن البقاء أسهل من الابتداء وأما الكراهة؛ فلأنه لما ابتدأ الاعتكاف في مسجد؛ فكأنه عينه للاعتكاف فيه، فيكره له التحول عنه مع إمكان الإتمام فيه(بدائع الصنائع، ج٢ص ١١٤، فصل ركن الاعتكاف)

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ:

عشرۂ اخیرہ رمضان کے اعتکاف مسنون میں جمعہ کے یا تبرید کے لیے غسل کرنے کی غرض سے خروج عن المسجد مفسدِ اعتکاف ہے، یا متمم یا جائز غیر مفسِد؟

حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا کہ:

جس یوم کا اعتکاف شروع ہوگیا ہے، اس کے لیے مفسِد ہے، بقیہ ایام کے لیے منہی و متمم ہے؛ البتہ منذور کے لیے مجموعے کا بھی مفسِد (امداد الفتاویٰ جلد ۲، صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵، باب الاعتکاف)

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

بقیہ سوال: اور غسل کے لئے جانا جبکہ حالتِ جنابت میں نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جائز نہیں (امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۴۶، باب الاعتکاف)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ حنفیہ کی بعض غیر معروف کتب میں وضو اور غسل کے لئے خواہ وہ فرض ہو یا نفل، معتکف کو نکلنے کی اجازت ذکر کی گئی ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

غسلِ جمعہ کے لئے خروج من المسجد جائز نہیں، فقط غسلِ احتلام کے واسطے باہر جانا جائز ہے (امداد الاحکام ج ۲ ص ۱۴۹، باب الاعتکاف)

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

فرض غسل کے سوا جمعہ وغیرہ کے لئے غسل کے لئے نہیں نکل سکتے (فتاویٰ رحیمیہ مبوب ج ۷ ص ۲۷۶، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

واجب غسل کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں (ایضاً ص ۲۸۳)

اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

اعتکافِ مسنون (اور اعتکافِ منذور) میں غسلِ جمعہ کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، احقر کو تحقیق سے یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے، اگرچہ بعض حضرات نے غسلِ جمعہ کے لئے نکلنے کی اجازت بھی دی ہے (احکامِ اعتکاف ص ۶۱)

لیکن فقہی دلائل کی روشنی میں یہ قول نہایت ضعیف اور مرجوح معلوم ہوتا ہے (ایضاً ص ۶۲)

[1] **وفی الحجة :ويخرج لاجابة السلطان، ويخرج ايضا لامر لابد له منه ثم يرجع الى المسج بعد ما فرغ من ذلک الامر سريعا، ويخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان او نفلا (الفتاویٰ التتارخانية، ج ۲ ص ۴۰۳، کتاب الصوم، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف)**

فی خزانة الروايات عن فتاوى الحجة: يجوز للمعتكف أن يخرج من المسجد فی سبعة أشياء: البول، والغائط، والوضوء، والاغتسال فرضا كان أو نفلاً (كغسل الجمعة وكالوضوء لتلاوة القرآن، ولايخرج لتجديد الوضوء لكونه ممايفضى الى تكرار الخروج وهو ينافی معنى الاعتكاف) والجمعة، ويخرج أيضاً لحاجة السلطان، ويخرج أيضاً لأمر لابدمنه ثم يرجع بعد مافرغ من ذلک سريعا. وهذا كله فی الاعتكاف الواجب؛ وأما فی الاعتكاف النفل لابأس بأن يخرج بعذر أو بغير عذر فی ظاهر الرواية. وفی الخلاصة: لواعتكف الرجل من غير أن يوجبه على نفسه ثم يخرج من المسجد لاشیء عليه، كذا فی الاكليل (۲: ۱۲۰) (احكام القرآن، ج ۱، ص ۲۷۰، تحت قوله تعالىٰ ولاتباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد؛ مطبوعة: ادارة القرآن ، كراتشی)

فتاویٰ الحجہ کے حوالہ سے جو عبارت تتارخانیہ اور احکام القرآن میں نقل کی گئی ہے، اس کے حنفیہ کے قواعد کے مطابق مرجوح ہونے کا ایک قرینہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجابتِ سلطان کے لئے بھی خروج کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

حالانکہ اگر اس جواز سے عدمِ افساد مراد لیا جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے لئے خروج مفسدِ اعتکاف ہے، اس کے علاوہ وضو اور غسل کے لئے خروج کا جواز بیان کرنے کے بعد جو نفل کی قید لگائی گئی ہے، اس کو دیگر فقہی عبارات کے تقاضے اور ان کے مطابق بنانے کی ضرورت کے پیشِ نظر وضو کے ساتھ بھی مقید کیا جا سکتا ہے۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے معتکف کو جمعہ کے دن غسلِ مسنون کے لئے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے۔ [1]

مگر یہ قول حنفیہ کے قواعد کے مطابق راجح معلوم نہیں ہوتا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یہی وجہ ہے کہ نتف میں سات اشیاء کے لئے نکلنے کا جواز بیان کرتے وقت غسل کے بعد نفل کے الفاظ نہیں ہیں، اور اجابتِ سلطان کا ذکر اس میں بھی ہے۔

ویجوز للمعتکف ان یخرج من المسجد فی سبعة اشیاء :احدهما البول والثانی الغائط والثالث الوضوء والرابع الاغتسال والخامس الجمعة اذا اخشی ان تفوت فحینئذ یجوز ان یخرج الیها ویصلی بعدها رکعتین ثم اربعا ویرجع والسادس لاجابة السلطان والسابع لامر لا بد منه ثم یرجع اذا فرغ سریعا (النتف فی الفتاویٰ، ج ۱، ص ۱۶۱، کتاب الصوم، مطلب فی الاعتکاف)

[1] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

فتاویٰ الحجۃ، متانۃ، خزانۃ، بیاض ہاشمی، الاکلیل، احکام القرآن، حیاۃ الصائمین، مضمرات، تتارخانیہ، کنز العباد، فتاویٰ محمدیہ، مظہر الانوار، اشعۃ اللمعات، مجموعہ، تیرہ کتابوں میں یہ مسئلہ بلاتردد منقول ہے، اگرچہ ان میں سے بعض کتابیں غیر معروف ہیں، اور خزانۃ الروایات وکنز العباد کی مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی قدس سرہٗ نے النافع الکبیر میں تضعیف فرمائی ہے، مگر دوسری کتب معروف ومعتبر ہیں، پھر اتنے علماء واہلِ فتویٰ جن میں علامہ مخدوم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر فقیہ بھی ہیں، ان سب کا بلا انکار وبلا ذکر اختلاف نقل کرنا مستقل دلیل ہے، علاوہ ازیں قول علائیہ ''**وحرم علیه الخروج الا لحاجة الانسان**'' کے تحت علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''**ولا یمکث بعد فراغه من الطهور**'' یہاں طہور سے نفل وضو متبادر ہے، اور غالباً اس کے لئے جوازِ خروج سے مخالف کو بھی انکار نہیں، بعض نے وضوء للصلاۃ النافلۃ اور وضوءِ نفل میں فرق کیا ہے، اول کے لئے جوازِ خروج اور ثانی کے لئے عدمِ جواز اختیار کیا ہے، یہ فرق غیر معقول ہونے کے علاوہ شامیہ کے جزئیہ مذکورہ کے بھی خلاف ہے، پس نفل وضو کے حوائج شرعیہ میں ادخال اور نفل غسل کے اخراج کی کوئی وجہ نہیں، نیز غیر مؤذن کو بھی اذان کے لئے خروج کی اجازت ہے، اور اس کا عموم حالتِ حضورِ مؤذن کو بھی شامل ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر وہ عبادت جس کا تعلق مسجد سے ہو، وہ حوائجِ شرعیہ میں داخل ہے، اگرچہ نفل ہو، بخلاف صلاۃِ الجنازۃ ونحوہا (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۱۳، باب الاعتکاف)

[2] چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان وجوہ کی بناء پر اعتکافِ مسنون میں غسلِ جمعہ کے لئے خروج جائز نہیں معلوم ہوتا۔

جہاں تک اُن اقوال کا تعلق ہے جو جواز پر دلالت کرتے ہیں، اُن کے بارے میں عرض یہ ہے کہ بعض کتب تو قطعاً ناقابلِ اعتبار ہیں،......اس کے علاوہ جن کتب کا حوالہ اس سلسلہ میں ملتا ہے، وہ بھی غیر معروف کتابیں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ضرورت کے لیے نکلنے کے وقت غسلِ تبرید کا حکم

اس کے بعد عرض ہے کہ معتکف اگر قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلا ہو، تو فقہائے کرام نے استنجا کے بعد وضو کرنے کی اجازت دی ہے۔ [1]

جس کے پیشِ نظر بعض حضرات نے گرمی کی شدت سے بے چین معتکف کو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی یہ صورت تجویز فرمائی ہے کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہیں جو نایاب بھی ہیں، لہٰذا ان کی مراجعت کر کے تحقیق بھی نہیں کی جاسکتی (احکامِ اعتکاف، صفحہ ۶۴ و ۶۵، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ علامہ شامی کی عبارت میں طہور سے نفل وضو متبادر ہے، تو بندہ کے خیال میں اس سے مسئلہ ھٰذا پر بظاہر کوئی فرق واقع نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ فقہائے کرام نے تجدیدِ وضو کے لئے تو نکلنے کی اجازت نہیں دی، اس کے علاوہ وضو خواہ فرض نماز کے لئے ہو، یا نفل نماز کے لئے، بلکہ اس سے بڑھ کر تلاوت وغیرہ کے لئے ہو، تب بھی فقہائے کرام نے وضو کے لئے خروج کی اجازت دی ہے؛ کیونکہ کئی احادیث میں باوضو اعتکاف کرنے پر فرشتوں کی دعا اور نماز کا ثواب ملنے کی فضیلت آئی ہے، خواہ وہ اس حالت میں خاموش رہے، اور کوئی دوسرا عمل بھی نہ کرے، اور جب وضو نہ ہو، یعنی کوئی محدِث ہو تو اس کے حق میں وضو کے طہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں، برخلاف غسل کے کہ اگر کوئی جنبی نہ ہو تو اس کے لئے وضو کے بجائے غسل کو طہور قرار دینا محلِ نظر ہے، جب کوئی جنبی نہ ہو، تو اس کے غسل کرنے کو وضو علی الوضو یا تجدیدِ وضو سے زیادہ مشابہت معلوم ہوتی ہے۔

نیز مؤذن کے لئے خروج کی اجازت بھی مطلقاً نہیں ہے، جیسا کہ سمجھا جاتا ہے، اور اذان دینا ایک طرح سے معتکف اور اس مسجد کے حوائج میں سے ہے جس میں معتکف اعتکاف کر رہا ہے، جس کی تفصیل ہم اذان کے لئے خروج کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں، جبکہ معتکف کا غسلِ جمعہ اس طرح کے حوائج سے معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] فإن خرج لجمعة أو غائط أو بول فدخل بيتا أو مر فيه فلا بأس بذلك ولا يفسد ذلك اعتكافه وليس ينبغي له أن يمكث في منزله بعد فراغه من الوضوء (الاصل المعروف بالمبسوط للشيباني، ج ٢، ص ٢٧٣، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

فرع إذا فرغ من قضاء الحاجة واستنجى فله أن يتوضأ خارج المسجد ذلك يقع تابعا بخلاف ما لو احتاج إلى الوضوء من غير قضاء حاجة فإنه لا يجوز له الخروج على الأصح إذا أمكن الوضوء في المسجد (روضة الطالبين وعمدة المفتين، للنووي، ج ٢، ص ٤٠٧)

وإذا خرج لقضاء الحاجة فله أن يتوضأ خارج المسجد لأن ذلك يقع تبعا بخلاف ما لو احتاج إلى الوضوء من غير قضاء الحاجة فإنه لا يجوز الخروج على الأصح إذا أمكن الوضوء في المسجد (كفاية الأخيار في حل غاية الإختصار، لتقي الدين الشافعي، ج ١، ص ٢٠٩)

وضو کے بجائے جلدی سے اتنی دیر میں غسل کرلے کہ جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے، تو پھر اعتکاف پر کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ [1]

جبکہ بعض حضرات نے اس قسم کے ضرورت وحاجت مند شخص کے لئے یہ صورت تجویز فرمائی ہے کہ خاص غسل کرنے کے لئے تو مسجد سے نہ نکلے، البتہ جب قضائے حاجت وغیرہ کے لئے نکلے، تو اس کے ساتھ ہی مختصراً غسل کرکے واپس آجائے۔ [2]

---

[1] چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر غسل خانہ، بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو، اور نہانے میں وضو سے زیادہ دیر نہ لگے، تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے، اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مسجد ہی میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے، اور نل کھول کر بدن پر پانی بہا کر نکل آئے، نہ صابون لگائے، اور نہ زیادہ ملے، اس طرح تنظیف تو نہیں ہوگی، تبرید البتہ ہوجائے گی، اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن رگڑ لے، تو کافی حد تک تنظیف بھی ہوسکتی ہے (احسن الفتاویٰ، ج۴ص ۵۱۵، باب الاعتکاف)

[2] چنانچہ فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غسلِ تبرید یا غسلِ مسنون کے لئے مستقلاً نہ نکلے، بلکہ قضائے حاجت کے لئے نکلے، تو استنجاء کرتے وقت غسل بھی کرلے (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۱۰ص ۲۴۳، باب الاعتکاف)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

غسل کرنا درست ہے، مسجد ہی میں کسی ٹب وغیرہ بڑے برتن میں کرلے، اگر غسل خانہ میں استنجاء کرنے جائے، تو وہاں بھی جلدی سے کرسکتا ہے (ایضاً ص ۲۴۴)

یہ گنجائش اس قول پر مبنی معلوم ہوتی ہے، جس کے پیشِ نظر قضائے حاجت کے لئے نکلنے کی صورت میں ضمناً وضو اور عیادتِ مریض وغیرہ کی اجازت دی گئی ہے یا پھر ضرورتاً صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، جس کے پیشِ نظر اگر خروج اکثرِ نصف یوم سے کم پر محیط ہو، تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ خروج ضرورتاً ہوا ہو۔

اگرچہ مشائخِ احناف کا عام فتویٰ صاحبین کے بجائے امام صاحب کے اس قول پر ہے، جس کی رو سے خروج ایک ساعت کے لئے ہونے سے بھی جبکہ وہ خروج حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے نہ ہو، یا حاجتِ انسانی اور ضرورتِ مباح کے لئے تو ہو، مگر ضرورت وحاجت پوری ہونے کے بعد ایک ساعت کے لئے بھی بلاضرورت ٹھہرے تو اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے؛ لیکن کئی مشائخ نے دفعِ حرج کی بناء پر صاحبین کے قول کو اوسع وایسر قرار دیا ہے۔

اس لئے مندرجہ بالا ضرورت کے لئے صاحبین کے قول کے پیشِ نظر اور اس کے ساتھ اس قول کو ملحوظ رکھ کر کہ جس کی رو سے مستقلاً خروج نہ ہونے کی صورت میں توسع پایا جاتا ہے، ضرورت اور دفعِ حرج کے لئے گنجائش دی جاسکتی ہے۔

اور اگر کوئی صاحبِ علم اس سے متفق نہ ہوں، اور ضرورت اور حاجت مندوں کے لئے وہ اس سے بہتر طریقہ تجویز فرماسکتے ہوں، تو ان کو اجازت ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اب تک کی تفصیل تو امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے اقوال اور بالخصوص حنفیہ کے موقف کی روشنی میں پیش کی گئی۔

مالکیہ کے قول کی تفصیل

البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک معتکف کو جمعہ کے دن کے مسنون غسل اور گرمی کی شدت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأشار إلى أنه لو خرج لحاجة الإنسان ثم ذهب لعيادة المريض، أو لصلاة الجنازة من غير أن يكون لذلك قصد فإنه جائز(البحر الرائق ، ج٢،ص٣٢٥، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ويجوز أن تحمل الرخصة على ما إذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الإنسان أو للجمعة، ثم عاد مريضا أو صلى على جنازة من غير أن كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج٢،ص١١٤،كتاب الاعتكاف، فصل ركن الاعتكاف)

ولا يمكث بعد فراغه من الطهور فإن مكث فسد اعتكافه عند أبى حنيفة وعندهما لا يفسد حتى يكون المكث أكثر من نصف يوم وفى نصف يوم روايتان وكذا إذا خرج من المسجد ساعة لغير عذر فسد اعتكافه عند أبى حنيفة لوجود المنافى وعندهما لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم لأن اليسير من الخروج عفو للضرورة(الجوهرة النيرة، ج١، ص١٤٦، باب الاعتكاف)

فأما إذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- يفسد اعتكافه، وعند أبى يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى لا يفسد ما لم يخرج أكثر من نصف يوم، وقول أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- أقيس وقولهما أوسع قالا :اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة (المبسوط للسرخسى، ج٣، ص١١٨، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

(وعندهما لا يفسد ما لم يكن) الخروج (أكثر اليوم) وهو الاستحسان؛ لأن فى القليل ضرورة ولا ضرورة فى الكثير وقوله أقيس وقولهما أيسر للمسلمين (مجمع الانهر، ج١، ص٢٥٧، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الصوم شرط فى الاعتكاف الواجب)

وإن وقف للعيادة وأطال بطل اعتكافه بلا خلاف كما لو خرج للعيادة وإن لم يطل فطريقان (أصحهما) لا يبطل اعتكافه وجها واحدا وبه قطع البغوى والأكثرون وادعى إمام الحرمين اتفاق الأصحاب عليه ووجهه أنه قدر يسير ولم يخرج بسببه (والطريق الثانى) فيه وجهان(أحدهما)هذا(والثانى)يبطل وبهذا الطريق قطع المتولى ووجه البطلان أنه غير محتاج إليه قال المتولى والرجوع فى القلة والكثرة فى هذا إلى العرف حتى إن كان المريض فى داره التى يقصد لقضاء الحاجة وطريقه فى صحنها والمريض فى بيت أو حجرة منها فهو قريب وإن كان فى درب آخر فهو طويل ولو ازور عن الطريق لعيادة المريض فإن كان كثيرا بطل اعتكافه بلا خلاف وإن كان قليلا فوجهان حكاهما المتولى وغيره (أصحهما) يبطل وبه قطع البغوى وهو مقتضى كلام الجمهور قال البغوى ولو وقف للاستئذان على المريض بطل اعتكافه هذا كلامه ويجىء فيما إذا لم يطل الوقوف الخلاف السابق والله أعلم(المجموع شرح المهذب،ج٦ص٥١١،كتاب الاعتكاف)

دُور کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

چنانچہ ابنِ قاسم فرماتے ہیں کہ:

وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنِ الْمُعْتَكِفِ أَيَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِلْغُسْلِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ (المدونة، ج ا ص ۲۹۲، کتاب الاعتکاف، خروج المعتکف واشتراطه)

ترجمہ: اور میں نے امام مالک سے معتکف کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ مسجد سے جمعہ کے دن غسل کے لئے نکل سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں (مدونہ)

اور مالکیہ کی کتاب مواہبُ الجلیل میں ہے کہ:

قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: وَيَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِغُسْلِ الْجُمُعَةِ وَوَجْهُهُ أَنَّ الْجُمُعَةَ وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ وَهُوَ مُخَاطَبٌ بِالْغُسْلِ، اِنْتَهٰى، وَذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ (مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل، ج۲، ص ۴۶۲، باب الاعتکاف)

ترجمہ: ابنِ قاسم نے فرمایا کہ معتکف جمعہ کے غسل کے لئے نکل سکتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے، اور وہ غسل کا مخاطب ہے، ابنِ قاسم کا کلام ختم ہوا، اور غسل مسجد میں نہیں ہوسکتا (مواہبُ الجلیل)

اور مالکیہ کی کتاب البیان والتحصیل میں ہے کہ:

قِيلَ لَهُ أَيَغْتَسِلُ فِيْ مَوْضِعِهٖ لِلْجُمُعَةِ الَّذِيْ يَخْرُجُ فِيْهِ لِحَاجَتِهٖ ، قَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ ؛ وَلِغَيْرِ الْجُمُعَةِ ،إِنْ أَحَبَّ ذٰلِكَ،تَبَرُّدًا أَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ ، فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ فِي الْغُسْلِ ؛ وَلَقَدْ كَانَ رِجَالٌ مِّنْ أَهْلِ الْفَضْلِ يَغْتَسِلُوْنَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لِرَوَاحِهِمْ ، مِنْهُمْ: عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ، عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ، كَانُوْا يَغْتَسِلُوْنَ كُلَّ

يَوْمٍ(البيان والتحصيل لا بن رشد القرطبي، ج ٢ ص ٣١١، كتاب الصيام والاعتكاف)

ترجمہ: امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا معتکف جمعہ کے لئے اس جگہ غسل کرسکتا ہے، جس جگہ اپنی حاجت کے لئے نکلتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور غیر جمعہ کے لئے بھی غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اگر وہ چاہے تو، خواہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہو یا اس کے علاوہ ہو، اس پر غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور بعض اہلِ فضل حضرات ہر دن شام کو غسل کرتے تھے، جن میں عامر بن عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم داخل ہیں، جو ہر دن غسل کرتے تھے (البیان والتحصیل)

مالکیہ کی اور کتب میں بھی غسلِ جمعہ اور غسلِ ٹھنڈک کے لئے مسجد سے نکلنے کی اجازت کا ذکر موجود ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک معتکف کو مستقل طور پر غسلِ جمعہ اور غسلِ ٹھنڈک (وتبرید) کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔

مگر دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اس کی اجازت نہیں ہے۔

---

[1] فالمراد بحاجته ما يحمله على الخروج، فيشمل الخروج للوضوء والغسل لجنابته أو عيده أو جمعته أو تبرده لحر أصابه كما قاله فى الطراز من رواية ابن وهب، ولو كانت هذه المذكورات فى الحمام، وقول الشامل :ولا يدخل المعتكف الحمام محمول على من يمكنه التطهر فى بيته أو فى محل أقرب منه(الفواكه الدوانى،على رسالة ابن أبى زيد القيروانى، ج ١، ص ٣٢٣،باب فى الاعتكاف)

وقوله :وغسل جمعة أى وعيد أو لتبرد لحر أصابه لكن بشرط أن لا يتجاوز قريبا يمكن قضاء الحاجة منه، وكذا لا يقف مع أحد يحدثه وإن اشتغل بحديث فسد اعتكافه وإذا تعدى القريب فسد أيضا(حاشية العدوى على شرح كفاية الطالب الربانى، ج ١، ص ٤٦٨،باب فى الاعتكاف)

والمعنى :أنه مما يجوز للمعتكف إذا خرج من معتكفه لغسل الجمعة أو لغسل الجنابة ,أو لغسل العيدين ,أو لحر أصابه وما أشبه ذلك أن يحلق شعر رأسه ,أو عانته ,وأن يقص أظفاره ,أو شاربه أو ينتف إبطه ,أو يستاك يفعل ذلك خارج المسجد لا داخله فإنه مكروه لحرمة المسجد ,وإن جمع ذلك فى ثوبه وألقاه خارجه قاله فى المدونة (شرح مختصر خليل، ج ٢، ص ٢٧٦، باب الاعتكاف)

جمہور فقہائے کرام کے قول کی تقویت

دیگر فقہائے کرام کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال تک لگاتار رمضان میں مسنون اعتکاف فرمایا، جس میں جمعہ کا دن بھی درمیان میں آتا تھا، اور اعتکاف کے دوران گرمی کا موسم بھی ہوتا تھا، لیکن اعتکاف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کے لئے نکلنا تو ثابت ہے، لیکن جمعہ کے دن یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا ثابت نہیں، بلکہ بعض اوقات مسجد کی حدود میں رہتے ہوئے ہی سر وغیرہ دھونے کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ، وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِلَّا إِذَا أَرَادَ الْوُضُوْءَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۱۰۲) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، آپ اپنے سر کو میری طرف کر دیا کرتے تھے، اور آپ مسجد میں ہوتے تھے، میں آپ کے سر میں کنگھی وغیرہ کر دیا کرتی تھی، اور آپ صرف ضرورت کے وقت میں ہی گھر میں داخل ہوتے تھے، جب وضو کا ارادہ کرتے (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قَالَتْ فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ، وَإِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَعَتَبَةُ الْبَابِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۵۹۸۴) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، اور گھر میں صرف انسانی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے، اور میں آپ کا سر دھو دیا کرتی تھی، اور میرے اور آپ کے درمیان دروازے کی چوکھٹ ہوتی تھی (مسند احمد)

سر دھونے کی وجہ میل کچیل کو دور کرنا اور ٹھنڈک کو حاصل کرنا بھی ہوسکتی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس غرض کے لئے مستقلاً مسجد سے باہر نکلنا ثابت نہیں۔

اس کے علاوہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، اور اس سنت کو پوری کرنے پر اعتکاف کی ضرورت موقوف نہیں۔

اور اسی طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا ایسی ضرورت نہیں کہ جس کے لئے شریعت مستقل طور پر معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت دیتی ہو، اس لئے خواہ جمعہ کے دن کا مسنون غسل ہو، یا ٹھنڈک حاصل کرنے والا غسل ہو، جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اس کے لئے معتکف کو مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران مستقل طور پر مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں۔

خلاصہ

مذکورہ تفصیل اور بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ معتکف کو اگر احتلام ہونے کی وجہ سے غسل واجب ہوجائے، تو اس کے لئے مسجد سے نکلنا تو بلا شبہ جائز ہے۔

لیکن اگر غسل واجب نہ ہو تو صرف جمعہ کے دن کا مسنون غسل کرنے اور گرمی کی شدت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مسنون اور واجب اعتکاف کے دوران مستقل طور پر غسل کی غرض سے مسجد سے نکلنا اکثر فقہائے کرام کے نزدیک جائز نہیں، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

لہٰذا معتکف کو مسنون یا واجب اعتکاف کے دوران جمعہ کے دن کا مسنون غسل کرنے اور اسی

طرح ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نہیں نکلنا چاہئے۔

اور اگر گرمی کی شدت سے کسی معتکف کا بُرا حال ہو اور سخت بے چینی محسوس ہو، تو اس کے لئے مسجد ہی میں رہ کر غسل کا ایسا انتظام کرنا چاہئے، جس سے مسجد بھی ملوّث نہ ہو، اور نمازیوں کو تکلیف نہ پہنچے، مثلاً مسجد میں کوئی بڑا برتن، ٹب یا ٹنکی وغیرہ میں غسل کیا جائے، یا کوئی پلاسٹک شیٹ وغیرہ اس طرح بچھالی جائے کہ غسل کا پانی اس کے اوپر سے بہہ کر مسجد سے باہر خارج ہوجائے۔ [1]

اور اگر مسجد کی حدود میں کوئی مستقل وضو کی جگہ بنی ہوئی ہے، تو معتکف کو وہاں بیٹھ کر جمعہ کے دن اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی بھی اجازت ہے، کیونکہ اس صورت میں مسجد سے نکلنا نہیں پایا جاتا۔ [2]

اور اگر نہ تو مسجد میں اس طرح کی جگہ ہو، اور نہ مسجد کو ملوّث کیے بغیر مسجد میں رہتے ہوئے

---

[1] اور اگر کوئی برتن یا پلاسٹک وغیرہ میسر نہ ہو، اور مسجد کی حدود میں غسل کرنے سے صفیں وغیرہ خراب نہ ہوتی ہوں، اور نمازیوں کو تکلیف بھی نہ ہوتی ہو، اور مسجد کی تلویث بھی نہ ہوتی ہو، صرف استعمال شدہ پانی مسجد کے فرش پر گرتا ہو، تو بوقتِ مجبوری وضرورت مسجد میں اس طرح غسل کرنے کی بھی گنجائش ہے، کیونکہ دلائل کی رُو سے وضو اور غسل کا مستعمل پانی ناپاک نہیں ہے، اور صحابۂ کرام سے مسجد میں وضو کا مستعمل پانی گرانا ثابت ہے، بالخصوص جبکہ غسل تبرید کے لئے ہو، اور کوئی محدِث بھی نہ ہو، جس کی تفصیل معتکف کے وضو اور غسل کے باب میں پہلے ذکر کی جاچکی ہے۔

وفی البدائع وإن غسل المعتكف رأسه فی المسجد فلا بأس به إذا لم يلوث بالماء المستعمل (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص۳۲۷، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ولو توضأ أو اغتسل للتبرد فإن كان محدثا صار الماء مستعملا عند أبی حنيفة وأبی يوسف وزفر والشافعی؛ لوجود إزالة الحدث وعن محمد لا يصير مستعملا لعدم إقامة القربة، وإن لم يكن محدثا لا يصير مستعملا بالاتفاق على اختلاف الأصول (بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۱، ص۶۹، كتاب الطهارة، فصل فی الطهارة الحقيقية)

[2] وفی الخلاصة وغيرها ويكره الوضوء والمضمضة فی المسجد إلا أن يكون موضع فيه اتخذ للوضوء ولا يصلی فيه (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲، ص۳۷، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

وله الغسل والوضوء والاغتسال فی المسجد إذا لم يلوث المسجد عند الحنفية والحنابلة. وعند الشافعية إن أمكنه الوضوء فی المسجد لا يجوز له الخروج فی الأصح، والثانی يجوز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵ ص۲۲۰، مادة"اعتكاف")

غسل کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں بامرِ مجبوری بعض حضرات کے نزدیک اس کی گنجائش ہے کہ جب قضائے حاجت کے لئے نکلے، تو اسی کے ساتھ وضو کے بجائے جلدی سے غسل کرلے؛ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ گنجائش انتہائی مجبوری کی صورت میں ہے، جبکہ معتکف گرمی کی شدت سے بدحال و بے چین ہو۔

اور یہ تفصیل واجب یا مسنون اعتکاف سے متعلق ہے، اگر نفل اعتکاف ہو تو پھر اس میں غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بہرحال جائز ہے، خواہ وہ غسل جمعہ کے دن کا ہو، یا ٹھنڈک حاصل کرنے کا۔

اور اگر کوئی شخص واجب اعتکاف کی نذر ماننے کے وقت زبان سے اس غرض کے لئے نکلنے کی شرط لگالے یا استثناء کرلے، یا کوئی مسنون اعتکاف شروع کرنے کے وقت ہی (نہ کہ شروع کرنے کے بعد) یہ نیت کرلے کہ وہ جمعہ کے دن مسنون غسل کے لئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نکلا کرے گا، تو پھر اس کو اس غرض سے نکلنا جائز ہوجائے گا، مگر اس صورت میں اس کا اعتکاف نفل واقع ہوگا، جیسا کہ اعتکاف میں شرط لگانے اور استثناء کرلینے کے مسئلہ کی تحقیق میں ذکر کیا گیا۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان

۲۴/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ۔ 15 / جون/ 2012ء بروز جمعہ

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجتماعی اعتکاف

کا شرعی حکم

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کا انفرادی عبادت ہونا

اجتماعی اعتکاف کا فقہی حکم

مؤلف

مفتی محمد رضوان

حُكْمُ الْاِعْتِكَافِ الْجَمَاعِيِّ

اجتماعی اعتکاف کا شرعی حکم

سوال

آج کل بعض مساجد میں اجتماعی اعتکاف کیا جاتا ہے، جس کے لئے باقاعدہ اعلانات واشتہارات کے ذریعہ سے لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت وترغیب دی جاتی ہے، اور لوگ دور دراز سے آ کر اس میں شرکت کرتے ہیں، اور اس کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھتے ہیں۔
شرعی اعتبار سے اس طرح کے اجتماعی اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

اعتکاف کی شرعی حقیقت اللہ تعالیٰ کا قُرب اور ثواب حاصل کرنے کے لئے مسجد میں ٹھہرنا ہے۔ [1]

اعتکاف کی اقسام

حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔
ایک نفل، دوسری واجب اور تیسری مسنون۔ [2]
رمضانُ المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون اعتکاف کہلاتا ہے، جو کہ مکمل عشرے کا

---

[1] الاعتکاف، وهو في اللغة :اللبث مطلقا .... وفي الشرع :الاعتکاف الإقامة في المسجد واللبث فيه على وجه التقرب إلى الله تعالى على صفة يأتي ذكرها (عمدة القارى، ج ١١، ص ١٤٠، کتاب الاعتکاف، الناشر :دار إحياء التراث العربي -بيروت)

[2] والاعتکاف على ثلاثة أقسام: واجب في المنذور . وسنة كفاية مؤكدة في العشر الأخير من رمضان. ومستحب فيما سواه (نورالايضاح، ج ١، ص ١٤٥، باب الاعتکاف، أقسام الاعتکاف)

اعتکاف ہے۔

اگر کوئی اس سے کم وبیش مدت کا اعتکاف کرے تو وہ نفلی اعتکاف کہلاتا ہے، اِلَّا یہ کہ اعتکافِ منذور (یعنی نذر ومنت مانا ہوا اعتکاف) ہو۔ [1]

---

[1] المقام السادس هل السنة استيعاب العشر الاواخر من رمضان بالاعتكاف ام الاعتكاف فى جزء منه الظاهر هو الأول لأن النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم فعل كذلک دائماً ثم رايت فى حاشية الهداية للجونفورى قال الظاهر أن السنة هو استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف لا الاعتكاف فى العشر ولو فى جزء منه روى به الإمام شهاب الملة والدين نور الله مرقده إذ المواظبة من النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم كانت على سبيل الاستيعاب فيكون سنة مع وصف الاستيعاب ثم قال والقائل أن يقول أنه وأن واظب بصفة الاستيعاب فالقول سنية استيعاب العشر الآواخر من رمضان بالاعتكاف يودى إلى الحرج لظهور أن الرجل لو اعتكفوا المساجد والنساء فى دورهن لم يكن من يقوم بأمر معاشهم وفيه من الحرج مالا يخفى فلهذه الضرورة جعلنا السنة وهو اللبث فى العشر ولو بجزء منه دون الاستيعاب ثم قال وما يقال من أن السنة هى استيعاب العشر لكن على وجه الكفاية حتى لو اقام بها البعض سقط عن الباقين ففيه نظر لأن القول بالكفاية إنما يصح إذا كان فعل البعض مودياً للمقصود من السنة أو الوجوب والمقصود من الاعتكاف لايحصل بفعل البعض فلا معنى للقول بكونه سنة على وجه الكفاية انتهى قلت الحق أن استيعاب العشر سنة كفاية فلا يحصل الحرج وما اورده من النظر ففيه إذا المقصود من الاعتكاف هو اداء حقوق المساجد وذلک يحصل بفعل البعض كما أن المقصود من صلاة الجنازة اداء حق المسلم وذلک يحصل بفعل البعض وأن كان فرداً منهم فليتدبر فقد ثبت من هذه المقامات أن الاعتكاف فى نفسه مستحب ويجب بالنذر وغيره وهو سنة موكدة كفاية فى العشر الاواخر من رمضان على سبيل الاستيعاب فأن قلت ما السر فى اعتكاف النبى صلى الله عليه وعلى آله وسلم فى العشر الآواخر استيعاباً دون غيره من الازمنة قلت لأخذ فضيلة ليلة القدر فأنها فى العشر الاواخر من رمضان على القول الاصح الاشهر (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص١٨ ، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، باكستان)

وذكر الشارح أن الحق انقسامه إلى ثلاثة أقسام واجب وهو المنذور وسنة وهو فى العشر الأخير من رمضان ومستحب وهو فى غيره من الأزمنة وتبعه المحقق فى فتح القدير(البحرالرائق، ج٢، ص٣٢٢، باب الاعتكاف)

الاعتكاف (وهو واجب فى المنذور وسنة مؤكدة فى العشرة الأخيرة من رمضان ومستحب فيما سواه) أى العشر الأخير (درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج١، ص٢١٢، و٢١٣،باب الاعتكاف، اقل الاعتكاف، الناشر :دار إحياء الكتب العربية)

فالاعتكاف فى الأصل سنة وإنما يصير واجبا بأحد أمرين، أحدهما :قول وهو النذر المطلق، بأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اعتکاف کا انفرادی عبادت ہونا

لیکن اعتکاف خواہ کسی بھی قسم کا ہو، وہ عام نفل نمازوں کی طرح انفرادی عبادت ہے، اجتماعی عبادت نہیں۔

واجب اور نفل اعتکاف کا انفرادی عبادت ہونا تو ظاہر ہے، کیونکہ واجب اعتکاف نذر و منت ماننے سے وجود میں آتا ہے، اور نذر و منت کا تعلق ناذر (یعنی نذر ماننے والے) کی ذات سے ہے، اسی وجہ سے جس ناذر کی نذر جتنے دِنوں کی ہو، اُتنے ہی دنوں کا اعتکاف واجب ہوا کرتا ہے، اور نفل اعتکاف کی کوئی مدت مقرر نہیں، ہر شخص کو اپنے طور پر اختیار ہے، خواہ کتنی ہی مدت کا اعتکاف کرے۔

جہاں تک مسنون اعتکاف کا تعلق ہے تو فقہائے کرام نے اس کو بھی سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کرلے، تو اُس علاقے کے دیگر لوگوں کے اعتکاف کی سنت ادا ہوجاتی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مسنون اعتکاف بھی انفرادی عبادت ہے، اگر مسنون اعتکاف اجتماعی عبادت ہوتی، تو ہر علاقہ کی مسجد میں مسنون اعتکاف کے لئے کم از کم دو افراد کو اعتکاف کرنے کی تاکید ہوتی، اور دو افراد سے کم کے اعتکاف کرنے کی صورت میں اعتکاف کی تاکید کا حکم پورا نہ ہوتا، کیونکہ اجتماعیت کے لئے کم از کم دو افراد کا ہونا شرط ہے، جیسا کہ باجماعت نماز کا حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يقول: لله علی أن أعتكف يوما أو شهرا أو نحو ذلك، أو علقه بشرط، بأن يقول :إن شفى الله مريضی، أو إن قدم فلان فلله علی أن أعتكف شهرا أو نحو ذلك . والثانی فعل، وهو الشروع؛ لأن الشروع فی التطوع ملزم عندنا كالنذر (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۰۸، كتاب الاعتكاف، فصل صفة الاعتكاف)

[1] الاعتكاف علی ثلاثة أقسام؛ الواجب :وهو اعتكاف النذر، ويجب فی النذر التلفظ باللسان ويجب قضاؤه بالإفساد. والثانی :سنة مؤكدة علی كفاية فلو أداها واحد من أهل مسجد فتأدت وإلا فأثم الكل، وهذا اعتكاف العشرة الأخيرة من رمضان، ولو لم يتم عشره بل نقصه من البين ما أتی بالسنة، ولكنه أحرز ثواب ما اعتكف. والثانی :النافلة وهو غير هذين القسمين(العرف الشذی، ج۲، ص۲۰۰، كتاب الصوم، باب ما جاء فی الاعتكاف) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہی وجہ ہے کہ مسنون اعتکاف کا مسلسل اور پابندی کے ساتھ کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ثابت ہے، لیکن آپ کے ساتھ دیگر صحابۂ کرام کا تواتُر کے ساتھ اعتکاف کرنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر حضرات کو اس کی تاکید فرمانا اور اپنے ساتھ اعتکاف کے لئے جمع فرمانا بھی ثابت نہیں۔

البتہ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض صحابۂ کرام کا اعتکاف فرمانا ثابت ہے۔ [1]

لیکن وہ بھی ہر ایک کے انفرادی اعتکاف کے طور پر تھا، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃُ القدر کے آخری عشرہ میں ہونے کا نہیں بتلایا گیا تھا، اُس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس عرصہ میں بعض صحابۂ کرام نے پہلے عشرہ کا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف فرمایا، پھر جب آپ کو آخری عشرہ میں لیلۃُ القدر کا ہونا بتلایا گیا، تو آپ نے تیسرے عشرے کا مسنون اعتکاف فرمایا، لیکن ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابۂ کرام کو جو اعتکاف میں تھے، اختیار دے دیا کہ اُن میں سے جو شخص آخری عشرے کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المقام الرابع: الاعتكاف على تقدير كونه سنة كفاية كما هو الحق هل هو سنة كفاية على أهل البلدة كصلاة الجنازة ام سنة كفاية على أهل محلة كصلاة التراويح بالجماعة فظاهر عباراتهم يقتضى الأول ففى مجمع الأنهر شرح ملتقى الابحر عند ذكر الاقوال وقيل سنة على الكفاية حتى لو ترك أهل بلدة باسرهم يلحقهم الاساء ة والا فلا كالتاذين انتهى وقال الطحطاوى فى شرح قول الحصكفى اى سنة كفاية إذا قام بهما البعض ولو فرد اسقطت عن الباقين انتهى ومثله فى شرح النقاية لعلى القارى وغيره (الانصاف فى حكم الاعتكاف لعبد الحى اللكنوى، ص۱۶، وص۱۷، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوى، ج۲، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى)

[1] اعتكف رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر الأول من رمضان واعتكفنا معه، فأتاه جبريل، فقال: إن الذى تطلب أمامك، فاعتكف العشر الأوسط، فاعتكفنا معه فأتاه جبريل فقال: إن الذى تطلب أمامك، فقام النبى صلى الله عليه وسلم خطيبا صبيحة عشرين من رمضان فقال: من كان اعتكف مع النبى صلى الله عليه وسلم، فليرجع، فإنى أريت ليلة القدر، وإنى نسيتها، وإنها فى العشر الأواخر، فى وتر (بخارى، رقم الحديث ۸۱۳، باب السجود على الأنف، والسجود على الطين، عن ابى سعيد)

اعتکاف کرنا چاہے، تو وہ کرلے۔ [1]

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابۂ کرام پر جنہوں نے اعتکاف کو ترک کیا، نکیر نہیں فرمائی۔ [2]

جس سے اس بات کو مزید تقویت حاصل ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اعتکاف اپنا اپنا انفرادی تھا، اگر اجتماعی اعتکاف زیادہ ثواب کا باعث ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو اپنے ساتھ اعتکاف میں بیٹھنے کی ترغیب دیتے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ آپ کے ساتھ اعتکاف فرما کر معیت و رفاقت اختیار کرنے کا اور کون مشتاق ہوسکتا تھا، اور آپ کی معیت و رفاقت سے زیادہ اور کس کی معیت سے ثواب حاصل کیا جاسکتا تھا۔

پھر اگر آخری عشرہ میں ایک مسجد میں ایک سے زیادہ افراد اعتکاف کریں، تو جائز ہے، اور ہر ایک سنت کا ثواب پانے کا مستحق ہے، لیکن اس صورت میں بھی ہر ایک کا اعتکاف انفرادی شمار ہوگا۔

اعتکاف کے انفرادی عبادت ہونے کی تائید حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

اِعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَهُمْ

---

[1] عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتكف العشر الأول من رمضان، ثم اعتكف العشر الأوسط، في قبة تركية على سدتها حصير، قال :فأخذ الحصير بيده فنحاها في ناحية القبة، ثم أطلع رأسه فكلم الناس، فدنوا منه، فقال " :إني اعتكفت العشر الأول، ألتمس هذه الليلة، ثم اعتكفت العشر الأوسط، ثم أتيت، فقيل لي :إنها في العشر الأواخر، فمن أحب منكم أن يعتكف فليعتكف "فاعتكف الناس معه (مسلم،رقم الحديث ١١٦٧ "٢١٥" باب فضل ليلة القدر)

[2] المقام الثالث هل هو سنة موكدة كفاية أم عينا فعامتهم على أنه سنة كفاية لأن النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم لم ينكر على من تركه من الصحابة بخلاف السنن الموكدة فدل ذلك على أنه سنة كفاية (الانصاف في حكم الاعتكاف لعبد الحي اللكنوي، مشمولة مجموعة رسائل اللكنوي، ج٢، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشي، باكستان)

يَجْهَرُوْنَ بِالْقِرَاءَةِ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ، فَكَشَفَ السُّتُوْرَ، وَقَالَ: إِنَّ كُلَّكُمْ مُنَاجٍ رَبَّهُ فَلَا يُؤْذِيَنَّ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، وَلَا يَرْفَعَنَّ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ بِالْقِرَاءَةِ أَوْ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ (مسند احمد)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا، پھر (اسی دوران آپ نے) لوگوں کو جہراً قرائت کرتے ہوئے سُنا اور آپ اپنے خیمے میں تھے، تو آپ نے پردے کو ہٹایا، اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجی (وسرگوشی کرنے والا) ہے، تو تم میں سے بعض بعض کو ہرگز بھی (بلند آواز کرکے) ایذاء نہ پہنچائیں، اور تم میں سے بعض بعض پر بآوازِ بلند قرائت ہرگز نہ کریں، یا یہ فرمایا کہ نماز میں (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف میں معمولات انفرادی ہوتے تھے، اور آپ نے دوسرے لوگوں کے لئے بھی بآوازِ بلند ذکر وقرائت میں اجتماعیت پیدا کرنے کو پسند نہیں فرمایا، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے، یعنی وہ اپنے رب سے مخاطب ہوتا ہے، نہ کہ دوسروں سے، اس لئے اپنے عمل کو دوسروں سے خالص رکھ کر اللہ سے مناجات کرنی چاہئے، اور ایک دوسرے کو ایذاء نہیں پہنچانی چاہئے۔[2]

---

[1] رقم الحدیث ١٨٩٦١؛ ابوداوٗد، رقم الحدیث ١٣٣٢.

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] باب المصلى يناجى ربه عز وجل أى :هذا باب يذكر فيه المصلى يناجى ربه، من ناجاه يناجيه مناجاة فهو مناج، وهو المخاطب لغيره والمحدث له، وثلاثيه من نجا ينجو نجاة :إذا أسرع، ونجا من الأمر، إذا خلص، وأنجاه غيره (عمدة القارى، ج۵، ص١٨، باب المصلى يناجى ربه عز وجل)

(فإنما يناجى ربه) ، أى :يخاطبه بلسان القال كالقراءة والذكر والدعاء، وبلسان الحال كأنواع أحوال الانتقال (مرقاة المفاتيح، ج٢ ص ٦٢٤، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن المصلى يناجى ربه) ، أى :يحادثه ويكالمه، وهو كناية عن كمال قربه المعنوى؛ لأن الصلاة معراج المؤمن (فلينظر ما يناجيه) : وفى نسخة :ما يناجى به،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس جس طرح عام نوافل میں حنفیہ کے نزدیک اجتماعیت پیدا کرنا اور اس کے لئے تداعی اختیار کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اعتکاف کے لئے بھی مکروہ ہوگی۔ [1]

اور اگر کسی مسجد میں مسنون اعتکاف کے دوران ایک سے زیادہ افراد (خواہ ان کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہو) اعتکاف کریں، اور ان کو تداعی کے ساتھ خاص اجتماعی اعتکاف کے لئے جمع نہ کیا جائے، اور ہر ایک کے پیشِ نظر اپنا انفرادی اعتکاف ہو، اور وہ اعتکاف میں اجتماعیت کو مقصود نہ سمجھیں، اور اعتکاف کے دوران نفل و مستحب عبادات میں اپنے اپنے حسبِ حیثیت وحسبِ منشاء معمولات اختیار کریں، تو پھر اس کو اجتماعی اعتکاف قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ ہر ایک کے اعتکاف کو انفرادی اعتکاف قرار دیا جائے گا، اور اس طرح کا اعتکاف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان ۲۶/ رجب المرجب/ ۱۴۳۳ھ۔ 17 / جون/ 2012ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"ما "استفهامية أو موصولة، أي :ما يناجي الرب تعالى من الذكر والقرآن والحضور والخشوع والخضوع؛ إذ ليس للمرء من صلاته إلا ما عقل كما في الحديث، فليتفكر في معانيه، أو فليتأمل ما يناجيه في ذلك المقام، قال الطيبي :ما استفهامية، والضمير في يناجيه راجع إلى الرب، وفي به إلى "ما "وما مفعول فلينظر بمعنى فليتأمل في جواب ما يناجيه به من القول على سبيل التعظيم، ومواطأة القلب اللسان والإقبال إلى الله بشراشره، وذلك إنما يحصل إذا لم ينازعه صاحبه بالقراءة، ومن ثم عقبه بقوله :(ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن) : والنهي يتناول من هو داخل الصلاة وخارجها (مرقاة المفاتيح، ج٢ص ٧٠٢، كتاب الصلاة، باب القراء ة في الصلاة)

[1] والتطوع المطلق بجماعة مكروه (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج ١، ص ١٧٩، باب الوتر والنوافل)

(قوله على سبيل التداعي) بأن يقتدي أربعة فأكثر بواحد (قوله وسنحققه) أي قبيل إدراك الفريضة (ردالمحتار، ج ١، ص ٥٥٢، كتاب الصلاة، باب الامامة)

(قوله على سبيل التداعي) هو أن يدعو بعضهم بعضا كما في المغرب، وفسره الواني بالكثرة وهو لازم معناه (ردالمحتار، ج ٢، ص ٤٩، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ رمضان

کے

فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ ''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، لیلۃُ القدر کے فضائل واحکام اور ان سے متعلق رائج منکرات واصلاحات کو مدلل ومفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام)

نمازِ تراویح

کے فضائل واحکام

رمضانُ المبارک کے ایک اہم عمل نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام

نمازِ تراویح اور اُس میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی فضیلت واہمیت

نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور شبہات کا ازالہ

نمازِ تراویح کی جماعت، امامت واقتداء کے احکام

تراویح کی نماز میں سجدۂ تلاوت اور رکعت میں غلطی واقع ہوجانے کے احکام

نمازِ وتر اور اس کی جماعت کے احکام

تراویح کی نماز سے متعلق اہم مسائل پر تحقیقی کلام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان